

اذکارِ نبوی

ﷺ

2

ایم ابو زکریا محی الدین النُّووی

ترجمہ و افادات

مولانا شہار احمد القاسمی
بن مولانا محمد حمید الدین قاسمی



اذکارِ نبوی ﷺ

[جلد دوم]

امام ابو زکریا محی الدین النّووی

ترجمہ و افادات

مولانا ثار احمد القاسمی
بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اذکار نبوی ﷺ (جلد دوم)

مصنف: امام ابو ذریا محی الدین النووی

ترجمہ و افادہ: مولانا ثار احمد القاسمی بن مولانا محمد حمید الدین قاسمی

قیمت: ۱۵۰/-

سائز: 23x36/16

صفحات: ۵۹۶

بہ اهتمام: محمد ناصر خان

ناشر

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2

Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

AZKAR-E-NABAVI (Sall Allahu Alaihi Wasallam)

(Part II)

Author: **Imam Abu Zakriya Muhiuddin An-Nauwi**

Translated by: **Maulana Nisar Ahmad Al-Qasmi**

Pages: **596**

1st Edition: **October 2005**

Price: **Rs. 150/-**

Our Branches:

Delhi: Farid Book Depot (P) Ltd.

422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Ph.: 23265406, 23256590

Farid Book Depot (P) Ltd.

168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W),

New Delhi-110013 Ph.: 55358122

Mumbai: Farid Book Depot (P) Ltd.

208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,

Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Composed by: **Faran Computer Centre, Hyderabad**

Printed at: **Farid Enterprises, Delhi-2**

فہرست مضامین

[حصہ دوم]

کتاب الاذکار فی صلوٰۃ مخصوصۃ

۲۱	[مخصوص نمازوں کے اذکار کا بیان]	
۲۱	مستحبات جمعہ	باب (۱)
۲۲	نماز جمعہ کے بعد ذکر کی فضیلت	فصل
۲۳	عیدین کے مشروع اذکار	باب (۲)
۲۷	تکبیرات کہنے کی جگہ	فصل
۲۷	نماز عید کی تکبیرات	فصل
۲۹	ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے اذکار	باب (۳)
۳۲	سورج گرہن کے وقت کا مشروع ذکر	باب (۴)
۳۳	نماز کسوف کی قراءت	فصل
۴۰	نماز استسقاء کی دعائیں	باب (۵)
۴۴	تیز ہوا یا آندھی آنے کے وقت کی دعا	باب (۶)
۴۴	تارا ٹوٹنے کے وقت کی دعا	باب (۷)
۴۴	جب بجلی چمکے یا تارا تو ٹوٹے تو نہ اس کی طرف نظر کرے نہ اشارہ	باب (۸)
۴۵	بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت کی دعا	باب (۹)
۴۷	بارش کے وقت کی دعا	باب (۱۰)
۴۸	بارش موقوف ہو جانے کے بعد کی دعا	باب (۱۱)
۴۹	بارش سے نقصان کا خطرہ محسوس ہونے کے وقت کی دعا	باب (۱۲)
۵۱	نماز تراویح کی دعائیں	باب (۱۳)

۵۱	نماز حاجت کی دعا	باب (۱۳)
۵۳	صلوٰۃ التبیح کی دعائیں	باب (۱۵)
۵۸	زکات سے متعلق دعا و اذکار	باب (۱۶)
۶۱	زکات نکالتے وقت نیت کا حکم	فصل
۶۱	زکات کی ادائیگی کے وقت کی دعا	فصل
کتاب اذکار الصیام		
(روزوں کے اذکار کا بیان)		
۶۲	پہلی تاریخ کا چاند نظر آنے کے وقت کی دعا	باب (۱)
۶۳	عام دنوں کے چاند نظر آنے پر	
۶۵	روزوں کے مستحب اذکار	باب (۲)
۶۶	افطار کے وقت کی دعا	باب (۳)
۶۸	کسی قوم یا جماعت کے پاس افطار کرتے وقت کی دعا	باب (۴)
۶۹	شب قدر کی دعا	باب (۵)
۶۹	اعتکاف کی دعا	باب (۶)
کتاب اذکار الحج		
(حج کے اذکار کا بیان)		
۷۰	تلبیہ کے بعض احکام	فصل
۷۲	مکہ کے حدود حرم میں داخل ہوتے وقت کی دعا	فصل
۷۳	کعبہ پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا	فصل
۷۴	طواف کی دعائیں	فصل
۷۵	ملتزم کی دعائیں	فصل
۷۸	حجر اسود کے پاس کی دعا	فصل
۷۹	خانہ کعبہ کے اندر رکھی جانے والی دعا	فصل
۷۹		

۸۰	صفا و مردہ کے درمیان سعی کی دعا	فصل
۸۴	مکہ سے عرفات کی طرف جاتے وقت کی دعا	فصل
۸۶	عرفات کی مستحب دعائیں	فصل
۸۹	عرفہ سے مزدلفہ کی طرف کوچ کرتے وقت کی دعا	فصل
۹۰	شعر حرام اور مزدلفہ کی مستحب دعائیں	فصل
۹۳	شعر حرام سے منی کی طرف کوچ کے درمیان کی مستحب دعائیں	فصل
۹۳	قربانی کے دن منی میں کبھی جانے والی دعائیں	فصل
۹۵	ایام تشریق میں منی کے مستحب اذکار	فصل
۹۷	حج سے فراغت کے بعد ذکر الہی کرتے رہنے کی تاکید	فصل
۹۷	آب زمزم پینے وقت کی دعا	فصل
۹۸	وداع رخصت کے وقت کی دعا	فصل
۹۹	روضہ اطہر کی زیارت اور اس کے اذکار	فصل

کتاب اذکار الجہاد

۱۰۵	(جہاد سے متعلق دعا و اذکار کا بیان)	
۱۰۵	شہادت پانے کی دعا کرنا مستحب ہے	باب (۱)
۱۰۷	امیر لشکر کو تقویٰ اور جنگی امور کی ہدایت دینا	باب (۲)
۱۰۷	امام یا امیر لشکر کا جہاد کے موقع پر تہذیب کرنا	باب (۳)
۱۰۸	جذبہ جہاد پیدا کرنا اور مجاہدین کے لئے دعا کرنا	باب (۴)
۱۰۹	جنگ کے وقت کی دعا	باب (۵)
۱۱۷	جنگ کے وقت بلا ضرورت آواز بلند کرنے کی ممانعت	باب (۶)
۱۱۸	جنگ کے وقت دشمن کو مرغوب کرنے کے لئے ”میں فلاں“ کہنا	باب (۷)
۱۱۹	جنگ میں رجز یا اشعار کہنا	باب (۸)
۱۲۰	اختتام جہاد کے اذکار	باب (۹)

۱۲۲	فتیابی کے وقت کی دعا	باب (۱۰)
۱۲۳	العیاذ باللہ اگر مسلمانوں کو شکست کھاتے دیکھے تو کیا کہے	باب (۱۱)
۱۲۴	جانبازوں کے ہمت افزائی کرنا	باب (۱۲)
۱۲۵	غزوہ سے واپسی کے بعد کیا ہونا چاہئے	باب (۱۳)
کتاب اذکار المسافر		
	(مسافروں کے اذکار کے بیان میں)	
۱۲۶	استحارہ اور مشاورت	باب (۱)
۱۲۷	سفر کا پختہ ادارہ ہو جانے کے بعد کی دعا	باب (۲)
۱۲۹	گھر سے نکلنے کے وقت کے اذکار	باب (۳)
۱۳۲	سفر کے لئے گھر سے نکلنے کے بعد کی دعا	باب (۴)
۱۳۵	اہل خیر سے وصیت کی درخواست کرنا	باب (۵)
۱۳۶	مسافر سے دعا کی درخواست کرنا	باب (۶)
۱۳۷	جب اپنی سواری پر سوار ہو تو کیا کہے	باب (۷)
۱۴۱	کشتی پر سوار ہونے کی دعا	باب (۸)
۱۴۲	سفر میں دعا کی فضیلت	باب (۹)
۱۴۳	بلندی و پستی کے اذکار	باب (۱۰)
۱۴۵	تکبیر وغیرہ میں زیادہ آواز بلند کرنے کی ممانعت	باب (۱۱)
۱۴۶	دوران سفر رجز یا اشعار کہنا	باب (۱۲)
۱۴۷	جب جانور چھوٹ کر بھاگ جائے تو کیا کہنا چاہئے	باب (۱۳)
۱۴۸	سرکش جانور پر سوار ہوتے وقت کی دعا	باب (۱۴)
۱۴۹	کسی آبادی پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا	باب (۱۵)
۱۵۰	کسی سے خوف و اندیشہ کے وقت کی دعا	باب (۱۶)
۱۵۱	مسافر کو بھوپریت کے گھیر لینے کے وقت کی دعا	باب (۱۷)

۱۵۲	کسی مقام پر پڑاؤ رکھتے وقت کی دعا	باب (۱۸)
۱۵۳	سفر سے واپسی کے بعد کی دعا	باب (۱۹)
۱۵۴	مسافر کو نماز فجر کے بعد کیا کہنا چاہئے	باب (۲۰)
۱۵۵	اپنے شہر پر نظر پڑتے وقت کی دعا	باب (۲۱)
۱۵۶	سفر سے واپسی کے بعد گھر میں داخل ہوتے کے وقت کی دعا	باب (۲۲)
۱۵۷	سفر سے واپس آنے والوں کو دی جانے والی دعا	باب (۲۳)
۱۵۷	غزوہ یا جہاد سے واپس آنے والوں کو دی جانے والی دعا	باب (۲۴)
۱۵۸	حج سے واپس آنے والوں کی یا اسے دی جانے والی دعا	باب (۲۵)

کتاب اذکار الاکل والشرب

(کھانے پینے کے اذکار کے بیان میں)

۱۶۰	جس کے سامنے کھانا پیش کیا جائے اسے کیا کہنا چاہئے	باب (۱)
۱۶۰	کھانا پیش کرتے ہوئے مہمانوں کو ”تبادل فرمائیں“ کہنا	باب (۲)
۱۶۱	کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کہنا	باب (۳)
۱۶۵	کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کے احکام	فصل
۱۶۶	کھانے پینے کی عیب جوئی کرنے کی ممانعت	باب (۴)
۱۶۶	کھانے سے بے رغبتی ظاہر کرنا	باب (۵)
۱۶۷	کھانیوالوں کا کھانے کی تعریف کرنا	باب (۶)
۱۶۷	روزہ کی حالت میں اگر شریک دعوت ہو تو کیا کہے	باب (۷)
۱۶۸	مدعوین کے ساتھ طفیلی کا لگ جانا	باب (۸)
۱۶۹	غلط ڈھنگ سے کھانے والوں کو تنبیہ و نصیحت کرنا	باب (۹)
۱۷۱	کھانے پر باتیں کرنا مستحب ہے	باب (۱۰)
۱۷۱	کھانے کے باوجود اگر شکم سیر نہ ہو تو کیا کرے	باب (۱۱)
۱۷۳	جذامی یا آفت رسیدہ کے ساتھ کھاتے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۱۲) ۳۲۵

۱۷۲	میزبان کا مزید کھانے کیلئے بار بار کہنا	باب (۱۳)
۱۷۳	کھانے سے فراغت کے بعد کی دعا	باب (۱۴)
۱۷۳	کھانے سے فراغت کے بعد میزبان کو دعا دینا	باب (۱۵)
۱۸۱	پانی یا دودھ پلانیا والوں کیلئے دعا	باب (۱۶)
۱۸۲	ضیافت کرنے والوں کو دعا دینا اور حوصلہ افزائی کرنا	باب (۱۷)
۱۸۳	مہمانوں کا اعزاز کرنا والوں کی تعریف تحسین کرنا	باب (۱۸)
۱۸۴	مہمانوں کو خوش آمدید کہنا	باب (۱۹)
۱۸۶	کھانے سے فراغت کے بعد لوٹنے ہوئے کہا کہنا چاہئے	باب (۲۰)

کتاب السلام والاستیذان

۱۸۷	سلام واستیزان، چھٹک کا جواب اور اس سے متعلق امور کا بیان	
۱۸۸	سلام کی فضیلت اور اسے عام کرنے کا حکم	باب (۱)
۱۹۳	سلام کی کیفیت اور اس کا طریقہ	باب (۲)
۱۹۶	سلام کو دہرانے کی فضیلت	فصل
۱۹۶	آواز بلند سلام کرنا	فصل
۱۹۷	سلام کا جواب فوراً دیا جائے	فصل
۱۹۸	الفاظ کے بغیر ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرنے کی کراہت	باب (۳)
۱۹۹	سلام کا حکم	باب (۴)
۲۰۰	جسے سلام پہونچے اس پر جواب دینا واجب ہے	فصل
۲۰۱	اگر کسی غائب کی طرف سے سلام پہونچے تو فوراً جواب دینا واجب ہے	فصل
۲۰۲	بہرے کو سلام کرنا	فصل
۲۰۳	بچوں کو سلام کرنا	فصل
۲۰۴	ہر ملاقات میں سلام کا اعادہ کرنا	فصل
۲۰۵	بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کرنا	فصل

۲۰۶	کسی سے ملنے پر ”علیکم السلام“ سے پہلے کرنے کا حکم	فصل
۲۰۷	گفتگو سے پہلے سلام کرنے کا حکم	فصل
۲۰۷	بڑھ کر سلام کرنے کی فضیلت	فصل
۲۰۸	ان حالتوں کا بیان جس میں سلام کرنا مستحب یا مکروہ یا مباح ہے	باب (۵)
۲۱۰	سلام کے جواب کا حکم	فصل
۲۱۱	کے سلام کرنا چاہئے اور کسے نہیں، اور کسے جواب دینا چاہئے	باب (۶)
۲۱۲	پہل کرتے ہوئے اہل ذمہ کو سلام کرنے کا حکم	فصل =
۲۱۶	ملے جلے مختلف قسم کے لوگوں کو سلام کرنا	
۲۱۷	خط کے اندر مشرکوں کو سلام کرنے کا حکم	
۲۱۷	ذمی کی عیادت کرتے وقت کیا کہنا چاہئے	
۲۱۹	بدعتی کو سلام کرنا	فصل
۲۱۹	بچوں کو سلام کرنا	فصل
۲۲۰	سلام کے آداب و مسائل	باب (۷)
۲۲۱	مجمع میں ایک یا چند کو خاص کر کے سلام کرنے کی کراہت	فصل
۲۲۲	بھیسڑ کی جگہوں پر سلام کا حکم	فصل
۲۲۲	ایک ہی جماعت پوری جماعت کے لئے کافی ہے	فصل
۲۲۲	جماعت کو سلام کرنا	فصل
۲۲۳	گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا	فصل
۲۲۴	مجلس کی درخواستگی پر سلام	فصل
۲۲۵	ایسے شخص کو سلام کرنے کا حکم جس کے بارے میں جواب نہ دینے کا گمان ہو	فصل
۲۲۷	استنذان و اجازت طلبی	باب (۸)
۲۲۹	اجازت طلب کرنے کے آداب	فصل
۲۳۱	اجازت طلب کرتے ہوئے اپنا تعارف کرانا	فصل

۲۳۲	سلام سے متعلق چند مسائل	باب (۹)
۲۳۳	دست و رخسار چومنے کا حکم	فصل
۲۳۶	میت وغیرہ کی پیشانی کا بوسہ لینا	فصل
۲۳۷	مصافحہ کا حکم	فصل
۲۹۳	مصافحہ کے آداب	فصل
۲۴۱	دوسروں کیلئے جھکنے کی کراہت	فصل
۲۴۲	صاحب فضل و کمال کیلئے کھڑا ہونے کا جواز	فصل
۲۴۳	صالحین کی زیارت	فصل
۲۴۴	صالحین سے زیارت کرنے اور ہمیشہ کرتے رہنے کی درخواست	فصل
۲۴۵	چھینک کا جواب اور جمائی کا حکم	باب (۱۰)
۲۴۸	چھینکنے والوں کا ”الحمد للہ“ کہنا مستحب ہے	فصل
۲۵۰	”الحمد للہ“ نہ کہنے والوں کو جواب دینے کا حکم	فصل
۲۵۰	اگر چھینکنے والا ”الحمد للہ“ کے بجائے کوئی اور الفاظ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا	فصل
۲۵۱	نماز کے اندر چھینکنا	فصل
۲۵۱	چھینک کے آداب	فصل
۲۵۲	بار بار چھینک آنے کا حکم	فصل
۲۵۵	جو بھی سنے جواب دے	فصل
۲۵۵	جب کوئی یہودی چھینکے	فصل
۲۵۶	حدیث بیان کرنے والے کے پاس چھینکنا	فصل
۲۵۷	جمائی لینے کے آداب	فصل
	مدح سرائی اور تعریفیں کرنا	باب (۱۱)
۲۵۹	جواز کی احادیث	

۲۶۴	انسان کا خود اپنی تعریفیں کرنا اور اپنے محاسن بیان کرنا	باب (۱۲)
۲۶۷	ما سبق سے متعلق چند مسائل	باب (۱۳)

کتاب اذکار النکاح

۲۶۹	(پیغام نکاح کے بیان میں)	
۲۶۹	پیغام نکاح دینے کا طریقہ	باب (۱)
۲۷۰	بچی کا پیغام پیش کرنے کا طریقہ	باب (۲)
۲۷۰	عقد نکاح کے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۳)
۲۷۴	عقد نکاح کے بعد شوہر سے کیا کہنا چاہئے	باب (۴)
۲۷۵	تم دونوں کے درمیان اتحاد و اتفاق رہے اور بیٹے پیدا ہوں کہنے کا حکم	فصل
۲۷۵	شب زفاف میں شوہر کو اپنی بیوی سے کیا کہنا چاہئے	باب (۵)
۲۷۶	جب اہل خانہ اس کے پاس آئیں تو کیا کہیں	باب (۶)
۲۷۷	جماع و مباشرت کے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۷)
۲۷۸	اپنی بیوی سے چھیڑ خانی کرنا	باب (۸)
۲۷۹	سسرال والوں سے گفتگو کرنے کے آداب	باب (۹)
۲۷۹	دردِ زہ میں مبتلا ہونے اور ولادت کے وقت کی دعا	باب (۱۰)
۲۸۰	نومولود کے کان میں آذان دینا	باب (۱۱)
۲۸۱	بچوں کی تحنیک کے وقت کی دعا	باب (۱۲)

کتاب الاسماء

۲۸۳	(نام رکھنے کا بیان)	
۲۸۳	بچوں کا نام رکھنا	باب (۱)
۲۸۵	قبل از وقت ساقط ہو جانے والے بچے کا نام رکھنا	باب (۲)
۲۸۶	اچھا نام رکھنے کی فضیلت	باب (۳)
۲۸۶	اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام	باب (۴)

۲۸۷	مبارکباد دینا اور اس کا جواب	باب (۵)
۲۸۸	نا پسندیدہ نام رکھنے کی ممانعت	باب (۶)
۲۹۰	زیر سرپرستی افراد کو نامناسب نام سے یاد کرنا	باب (۷)
۲۹۱	ایسے شخص کو پکارنا جس کا نام معلوم نہ ہو	باب (۸)
۱۹۲	والدین و اساتذہ کا نام لیکر پکارنے کی ممانعت	باب (۹)
۲۹۳	برانا نام تبدیل کر کے اچھا نام رکھنا	باب (۱۰)
۲۹۶	اگر کسی کو نا گوار نہ ہو تو بگاڑ کر نام لیا جاسکتا ہے	باب (۱۱)
۲۹۷	نا پسندیدہ القاب سے پکارنے کی ممانعت	باب (۱۲)
۲۹۸	پسندیدہ القاب اختیار کرنے کا جواز	باب (۱۳)
۳۰۰	کنیت کا جواز اور اہل فضل کو کنیت سے مخاطب کرنے کا حکم	باب (۱۴)
۳۰۰	بڑے لڑکے کے نام کی کنیت رکھنا	باب (۱۵)
۳۰۱	اولاد رہنے لگے باوجود کسی اور نام کی کنیت اختیار نہ کرنا	باب (۱۶)
۳۰۱	بچوں یا ایسے لوگوں کی کنیت رکھنا جنہیں فی الحال کوئی اولاد نہ ہو	باب (۱۷)
۳۰۲	ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت	باب (۱۸)
۳۰۳	کافروں اور بددینیوں کی کنیت رکھنا	باب (۱۹)
۳۰۵	بڑی بچی کے نام کی کنیت بھی بچوں ہی کی طرح جائز ہے	باب (۲۰)

کتاب الاذکار المتفرقة

۳۰۶	(متمرق اذکار کا بیان)	
۳۰۶	خوشخبری کے وقت حمد و ثناء بیان کرنے کی فضیلت	باب (۱)
۳۰۷	جب مرغ، گدھے، کتے کی آواز سنے تو کیا کہے	باب (۲)
۳۰۷	جب آگ لگتا دیکھے تو کیا کہے	باب (۳)
۳۰۸	مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا	باب (۴)
۳۱۰	جمع میں بیٹھنے والے کا اپنے لئے اور تمام شرکار کے لئے دعا کرنا	باب (۵)

۳۱۵	اللہ کا ذکر کیے بغیر مجلس سے اٹھنے کی کراہت	باب (۶)
۳۱۵	راستہ چلتے ذکر الہی کرنا	باب (۷)
۳۲۱	غصہ کے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۸)
۳۱۷	محبوب کو اپنی محبت باور کرانا	باب (۹)
۳۱۹	کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا شخص کو دیکھ کر کیا کہنا چاہئے	باب (۱۰)
۳۲۰	حالت دریافت کے لئے جانے پر ”الحمد للہ“ کہنے کی فضیلت	باب (۱۱)
۳۲۰	بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا	باب (۱۲)
۳۲۲	اچھا عمل کرنے والوں کی تعریف و تحسین کرنا	باب (۱۳)
۳۲۳	آئینہ دیکھنے کی دعا	باب (۱۴)
۳۲۴	حجامت کے وقت کی دعا	باب (۱۵)
۳۲۵	کان جھنجھناتے وقت کی دعا	باب (۱۶)
۳۲۶	پاؤں سن ہونے کے وقت کی دعا	باب (۱۷)
۳۲۶	مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں کے لئے بدعا کرنے کی اجازت	باب (۱۸)
۳۳۱	اہل مصیبت و بدعت سے اپنی برادرت ظاہر کرنا	باب (۱۹)
۳۳۲	کسی برائی کو دور کرتے ہوئے کیا کہنا چاہئے	باب (۲۰)
۳۳۲	جس کی زبان میں فحش گوئی ہو اسے کیا کرنا چاہئے	باب (۲۱)
۳۳۳	جب سواری کا جانور پھسل جائے تو کیا کہے	باب (۲۲)
۳۳۴	حکمران کی موت پر خطبہ دینا	باب (۲۳)
۳۳۵	حسن سلوک کرنے والے کو دعا دینا	باب (۲۴)
۳۳۷	ہدیہ لیتے یا دیتے وقت کی دعا	باب (۲۵)
۳۳۸	کسی عذر شرعی کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرنے پر معذرت	باب (۲۶)
۳۳۸	تکلیف دور کرنے کے لئے دعا	باب (۲۷)
۳۳۹	فصل کا پہلا پھل دیکھنے کے وقت کی دعا	باب (۲۸)

۳۴۰	تعلیم و موعظت میں میانہ روی	باب (۲۹)
۳۴۲	خیر کی نشاندہی اور اس پر لوگوں کو ابھارنا	باب (۳۰)
۳۴۳	اگر خود کو علم نہ ہو تو اہل سے رجوع کرنے کے لئے کہنا	باب (۳۱)
۳۴۵	اگر شرعی فیصلہ کرانے کی دعوت دی جائے تو کیا جواب ہونا چاہئے	باب (۳۲)
۳۴۶	جسے نصیحت کی جائے اس کا جواب کیا ہونا چاہئے	فصل
۳۴۷	نادانوں سے پہلو تھو کرنا	باب (۳۳)
۳۴۹	خود سے بڑے بزرگوں کو وعظ و نصیحت کرنا	باب (۳۴)
۳۵۰	وعدوں اور عہد و پیمان کی پاسداری کرنے کا حکم دینا	باب (۳۵)
۳۵۲	مال وغیرہ دینے والے کو دعا دینا	باب (۳۶)
۳۵۲	بھلائی کرنے والے ذمی کو کیا کہنا چاہئے	باب (۳۷)
۳۵۳	نظر بد سے حفاظت	باب (۳۸)
۳۵۸	پسندیدہ یا ناپسندیدہ چیز دیکھتے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۳۹)
۳۵۹	جب آسمان کی طرف دیکھے تو کیا کہے	باب (۴۰)
۳۵۹	جب کسی چیز سے بدفالی خیل کرے تو کیا کہے	باب (۴۱)
۳۶۰	حمام میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے	باب (۴۲)
۳۶۱	غلام یا لونڈی یا جانور خریدتے وقت کی دعا	باب (۴۳)
۳۶۲	سواری پر نہ جمنے والے کے لئے دعا	باب (۴۴)
۳۶۲	مخاطب کو اپنی بات بتانے کی ممانعت جو اس کی سمجھ میں نہ آئے	باب (۴۵)
۳۶۳	معلم یا داعظ حاضرین کو خاموش کرانا	باب (۴۶)
۳۶۳	جن کی پیروی کی جاتی ہو اس میں عمل کرنے کی ممانعت جو صحیح ہونے کے باوجود بظاہر خلاف شرع محسوس ہو۔	باب (۴۷)
۳۶۶	رہبر مقتدی سے اگر خلاف معروف عمل سرزد ہو تو پیر و کاروں کو کیا کہنا چاہئے	باب (۴۸)
۳۶۷	مشاورت کی ترغیب	باب (۴۹)

۳۶۹	شیریں کلامی کی ترغیب	باب (۵۰)
۳۷۱	وضاحت سے بات کرنے کی تاکید	باب (۵۱)
۳۷۱	ہنسی مزاق کا بیان	باب (۵۲)
۳۷۳	شفارش کا بیان	باب (۵۳)
۳۷۶	خوشخبری و مبارکبادی دینا	باب (۵۴)
۳۸۰	تسبیح و تہلیل کے الفاظ کے ذریعے تعجب کا اظہار کرنا	باب (۵۵)
۳۸۳	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	باب (۵۶)
کتاب حفظ اللسان		
۳۸۷	(زبان کی حفاظت کا بیان)	
۳۸۷	بات کریں تو خیر کی	فصل
۳۹۷	غیب و مغلخوری کی حرمت	باب (۱)
۴۰۴	حدیث سے متعلق چند اہم امور	باب (۲)
۴۰۶	غیبت کرنے اور سننے کی حرمت	فصل
۴۰۸	دفع غیبت کا بیان	باب (۳)
۴۰۹	مباح و حلال غیبت کا بیان	باب (۴)
۴۱۵	اساتذہ یا بزرگوں کی غیبت سن کر اس کا جواب دینا	باب (۵)
۴۸۱	دل سے غیبت کرنا	باب (۶)
۴۲۲	غیبت کا کفارہ اور اس سے توبہ	باب (۷)
۴۲۶	مغلخوری	باب (۸)
۴۲۸	حکام وقت کو بلا ضرورت بات پہنچانا	باب (۹)
۴۲۹	ثابت شدہ نسب کو متہم کرنے کی ممانعت	باب (۱۰)
۴۳۰	محر و مباہات کی ممانعت	باب (۱۱)
۴۳۰	مسلمانوں کے مصائب پر اظہار مسرت کرنے کی ممانعت	باب (۱۲)

۴۳۱	مسلمانوں کی تحقیر اور اس کا مذاق اڑانا حرام ہے	باب (۱۳)
۴۳۳	جھوٹی گواہی کی تحریم	باب (۱۴)
۴۳۵	احسان جتانے کی ممانعت	باب (۱۵)
۴۳۶	لعنت و ملامت کرنے کی ممانعت	باب (۱۶)
۴۳۹	تعیین کے بغیر گنہگاروں پر لعنت کرنا	فصل
۴۴۲	مسلمانوں پر لعنت کرنے کی حرمت	فصل
۴۴۳	جو لعنت کا مستحق نہیں اس پر لعنت کرنے کے بعد کیا کرے	فصل
۴۴۳	حریوں کے بعض تنبیہی کلمات	فصل
۴۴۶	یتیموں، سائلوں، اور ضعیفوں کو جھڑکنے کی ممانعت	باب (۱۷)
۴۴۸	جن الفاظ کا استعمال مکروہ ہے	باب (۱۸)
۴۴۹	انگور کا نام کرم رکھنا	فصل (۱)
۴۵۰	عیب نکالنے کی ممانعت	فصل (۲)
۴۵۲	مشیت میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا	فصل (۳)
۴۵۲	منعم صرف اللہ ہے	فصل (۴)
۴۵۳	اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں، کہنے کا حکم	فصل (۵)
۴۵۳	کسی مسلمان کو کافر کہنے کا حکم	فصل (۶)
۴۵۴	ایمان سلب ہونے کی بددعا کرنے کی ممانعت	فصل (۷)
۴۵۵	کلمہ کفر پر مجبور کئے جانے والے کا حکم	فصل (۸)
۴۵۶	اسلام پر مجبور کئے جانے والے کا حکم	فصل (۹)
۴۵۶	بطور حکایت کلمہ شہادت پڑھنے سے مسلمان نہیں بنتا	فصل (۱۰)
۴۵۷	خليفة اللہ سے موسوم کرنے کی مخالفت	فصل (۱۱)
۴۵۸	شہنشاہ نام رکھنے کی حرمت	فصل (۱۲)
۴۵۹	لفظ "سید" کا استعمال	فصل (۱۳)

۴۶۲	خادم و مخدوم کے درمیان مخاطبت کے آداب	فصل (۱۴)
۴۶۵	”مولائی“ کہنے کی کراہت	فصل (۱۵)
۴۶۶	ہواؤں کو گالیا دینے کی ممانعت	فصل (۱۶)
۴۶۶	بخار کو گالیں دینے کی ممانعت	فصل (۱۷)
۴۶۷	مرغ کو گالی دینے کی ممانعت	فصل (۱۸)
۴۶۷	زمانہ جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہنے کی ممانعت	فصل (۱۹)
۴۶۸	ماہ محرم کو صفر کہنے کا حکم	فصل (۲۰)
۴۶۸	غیر مسلموں کیلئے دعا مغفرت کرنے کا حکم	فصل (۲۱)
۴۶۹	مسلمانوں کو گالی دینے کا حکم	فصل (۲۲)
۴۶۹	برے الفاظ سے مخاطب کرنا مکروہ ہے	فصل (۲۳)
۴۷۰	میرے ساتھ کوئی مخلوق نہیں سوائے اللہ کے کہنا مکروہ ہے	فصل (۲۴)
۴۷۰	عبادت کی قسم کھانے کی کراہت	فصل (۲۵)
۴۷۱	عہد جاہلیت کے الفاظ استعمال کرنے کی کراہت	فصل (۲۶)
۴۷۱	تیسرے شخص کی موجودگی میں دو کا سرگوشی کرنا مکروہ ہے	فصل (۲۷)
۴۷۲	دوسری عورت کا حسن و جمال اپنے شوہر سے بیان کرنا	فصل (۲۸)
۴۷۳	دولہا دلہن کو اولاد ہونے کی پیشگی مبارکباد دینا	فصل (۲۹)
۴۷۳	غصہ کی حالت میں اسے وعظ کرنا	فصل (۳۰)
۴۷۳	اللہ جانتا ہے کہ ایسا تھا یا ایسا نہ تھا کہنا مکروہ ہے	فصل (۳۱)
۴۷۴	مشیت الہی پر دعاء کو مطلق کرنا مکروہ ہے	فصل (۳۲)
۴۷۵	غیرہ اللہ کی قسم کھانے کا حکم	فصل (۳۳)
۴۷۶	خرید و فروخ میں قسم کھانے کی ممانعت	فصل (۳۴)
۴۷۷	آسمان پر ابھرنے والے لمبوں کمان کو قوس کہنے کی ممانعت	فصل (۳۵)
۴۷۸	دوسروں سے اپنی معصیت کا چرچہ کرنے کی ممانعت	فصل (۳۶)

۴۷۹	گھر والوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا حرام ہے	فصل (۳۷)
۴۸۰	خیر کے کام میں خرچ کیا کہے، نقصان اٹھایا نہ کہے	فصل (۳۸)
۴۸۰	امام کی تلاوت کو مقتدی کا دہرانا ممنوع ہے	فصل (۳۹)
۴۸۱	ٹیکس یا چنگی کو برحق کہنے کی ممانعت	فصل (۴۰)
۴۸۲	بوجہ اللہ کہہ کر سوال کرنا	فصل (۴۱)
۴۸۲	اللہ کے نام پر مانگے کا حکم	فصل (۴۲)
۴۸۳	اطال اللہ بقار کہہنا مکروہ ہے	فصل (۴۳)
۴۸۳	میرے ماں باپ آپ پر قربان کہنے کا جواز	فصل (۴۴)
۴۸۴	بعض الفاظ کا حکم	فصل (۴۵)
۴۸۷	چہاچہا کر باتیں کرنے کی ممانعت	فصل (۴۶)
۴۸۹	عشاء کے بعد امور خیر کے علاوہ عام گفتگو مکروہ ہے	فصل (۴۷)
۴۹۱	عشاء کا نام عتمہ رکھنا	فصل (۴۸)
۴۹۳	راز فاش کرنے کی حرمت	فصل (۴۹)
۴۹۳	بیوی کو مارنے کا سبب دریافت نہ کیا جائے	فصل (۵۰)
۴۹۴	شعر گوئی کا حکم	فصل (۵۱)
۴۹۵	فحش و بدگوئی کی ممانعت	فصل (۵۲)
۴۹۷	برالوالدین	فصل (۵۳)
۴۹۹	جھوٹ کے اقسام اور اس کی ممانعت	باب (۱۹)
۵۰۴	سنی سنائی بات کو نقل کرنے کی ممانعت	باب (۲۰)
۵۰۶	تعریض و توبہ	باب (۲۱)
۵۱۰	بدگوئی کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے	باب (۲۲)
۵۱۲	بعض ایسے کلمات جس کی کراہت علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے، حالانکہ وہ مکروہ نہیں۔	باب (۲۳)

۵۱۴	مکروہات سے متعلق باطل اقوال	فصل (۵۴)
۵۱۵		فصل (۵۵)
۵۱۵		فصل (۵۶)
۵۱۶		فصل (۵۷)
۵۱۷		فصل (۵۸)
۵۱۷		فصل (۵۹)
۵۱۸		فصل (۶۰)
۵۲۱		فصل
۵۲۱		فصل (۶۱)
کتاب جامع الدعوات		
۵۲۲	(جامع و متفرق دعاؤں کا بیان)	
۵۴۷	آداب دعا	باب (۱)
۵۵۱	دعا کے فوائد	فصل
۵۵۲	نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنا	باب (۲)
۵۵۴	سلف صالحین سے منقول بعض دعائیں	فصل
۵۵۴	دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا اور چہرہ پر پھیرنا	باب (۳)
۵۵۵	ایک دعا کو بار بار دہرانا	باب (۴)
۵۵۵	دعا میں حضور قلب کی تلقین	باب (۵)
۵۵۶	پیٹھ پیچھے دعا کی فضیلت	فصل
۵۵۸	حسن سلوک کرنا والوں کیلئے دعا اور اس کا طریقہ	باب (۶)
۵۵۹	اپنی برتری کے باوجود دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا	باب (۷)
۵۶۰	اپنے اوپر یا کسی عزیز پر بدعا کرنے کی ممانعت	باب (۸)
۵۶۱	دعا مسلم کے قبول ہونے کی دلیل	باب (۹)

۵۶۲	کتاب الاستغفار	
	(استغفار کا بیان)	
۵۷۰	لفظ ”استغفر اللہ“ کہنے کا حکم	فصل
۵۷۱	صبح سے رات تک پورے دن خاموش رہنے کی ممانعت	باب (۱)
۵۷۲	وہ احادیث جو مدار اسلام ہیں	فصل
۵۹۳	خاتمہ الکتاب	

(کتاب الاذکار فی صلوات مخصوصة)

مخصوص نمازوں کے اذکار کا بیان

(باب -۱)

مستحبات جمعہ

جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب میں بکثرت تلاوت قرآن، ذکر، دعا، اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا، اور دن میں سورہ کہف پڑھنا مستحب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الام“ میں فرماتے ہیں کہ سورہ کہف شب جمعہ میں بھی پڑھنا مستحب ہے۔

۴۹۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

”فِيهِ سَاعَةٌ لَا يَوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ“

اس دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو کوئی بندہ مسلم نماز میں کھڑا اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مانگتا ہوا اسے پالے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور دیدیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس وقت کی قلت کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بہت مختصر اور قلیل وقت ہے۔ (۱)

اس گھڑی کی تلقین کے سلسلے میں علماء سلف و خلف کا اختلاف رہا ہے، ان کے اقوال حد درجہ مختلف و متعارض ہیں، ان تمام اقوال کو میں نے شرح المہذب میں جمع کر دیا ہے، اور اس کے قائلین کی نشاندہی بھی کر دی ہے، صحابہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہے مگر سب سے صحیح قول یہ ہے۔

۱۴۹۴ھ - صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

”هِيَ مَبِينٌ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ“ (۱)
وہ وقت (خطبہ دینے کے لئے) امام کے ممبر پر بیٹھنے اور نماز (جمعہ) ختم ہونے کے درمیان کا ہے۔

جمعہ کے دن سورۃ فاتحہ اور دود و سلام پڑھنے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، اس کی شہرت اور خوف طوالت کے مد نظر اسے یہاں ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

۴۹۵ھ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ صَبِيحَةَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ: [اَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَآتُوْبُ إِلَيْهِ] ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ ، غَفَرَ اللَّهُ ذُنُوبَهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

جس نے جمعہ کے دن نماز فجر سے پہلے تین بار کہا: [اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَآتُوْبُ إِلَيْهِ] (۲)

میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود
نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور بڑا کار ساز و سنوار نے والا
ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے اگرچہ وہ سمندر کے

(۱) صحیح مسلم: ۸۵۳

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۸۲ اس کی سند ضعیف ہے۔

جھاگ کے برابر ہو۔

۴۹۶ - اسی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کو مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَوْجُهَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ ، وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ ، وَاَفْضَلَ مَنْ سَأَلَكَ وَرَغِبَ اِلَيْكَ“ (۱)

اے اللہ جو تیری طرف متوجہ ہو ان میں مجھے سب سے زیادہ متوجہ ہونے والا بنا، اور جو تجھ سے قریب ہو اُن میں مجھے سب سے زیادہ قریب بنا، اور جو تجھ سے سوال کرے اور تیری طرف راغب ہو مجھے اس میں سے سب سے افضل بنا۔

میری رائے میں یہ دعاء ہمیں اس طرح کہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْجُهَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ ، وَمِنْ اَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ ، وَمِنْ اَفْضَلَ مَنْ سَأَلَكَ وَرَغِبَ اِلَيْكَ“

اے اللہ جو تیری طرف متوجہ ہو مجھے ان میں سب سے زیادہ متوجہ ہونے والوں میں سے بنا اور جو تجھ سے قریب ہو مجھے اس میں سب سے قریب بنا، اور جو تجھ سے سوال کرے اور تیری طرف راغب ہو مجھے ان سب سے افضل لوگوں میں سے بنا۔

یعنی: وجہ: اقرب، و افضل سے پہلے، من،، لگائے

نماز جمعہ و نماز فجر میں جو قراءت مستحب ہے اس کا بیان اذکار نماز میں گزر چکا ہے۔

۴۹۷ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ قَرَأَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، وَقُلْ

اعوذ برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس سبع مرات ، أعاده
 اللہ عزوجل بہا من السوء إلى الجمعة الاخریٰ“ (۱)
 جس نے نماز جمعہ کے بعد سات بار قل هو اللہ احد ، وقل اعوذ
 برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس ، پڑھ لیا ، تو اللہ عزوجل اسے
 دوسرے جمعہ تک ہر برائی سے محفوظ رکھیں گے۔

(فصل)

نماز جمعہ کے بعد ذکر کی فضیلت :

نماز جمعہ کے بعد بکثرت اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
 فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ
 اللَّهِ ، وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“

(الجمعة : ۱۰۰)

پھر جب (جمعہ کی) نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل
 تلاش کرو (یعنی اپنے کاروبار و تجارت اور دنیاوی مشاغل میں مصروف
 ہو جاؤ) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو ، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(باب-۲)

عیدین کے مشروع اذکار :

عیدین کی رات میں جاگ کر اللہ کا ذکر کرنا ، اور نماز و دیگر عبادات میں مصروف رہنا
 مستحب ہے۔

۱۴۹۷ھ - حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

(۱) عمل الیوم لابن سنی : ۳۷۷ سندہ ضعیف

”مَنْ أَحْيَا لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ“ (۱)

جس نے عیدین کی رات (عبادت کے ساتھ) جاگ کر گزارا اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دلوں کو موت آ جائیگی۔

۲۶۴۷ - ایک اور روایت میں ہے:

”مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ لِلَّهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ“ (۲)

جس نے عیدین کی رات میں بہ امید ثواب اللہ کے لیے قیام کیا اس کا دل جبکہ سارے دل مر جائیگے نہیں مرے گا۔

امام شافعی وابن ماجہ رحمہ اللہ کی روایت میں اسی طرح ہے، یہ حدیث ضعیف ہے، جو ابوامامہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور موقوفاً بھی، مگر یہ روایت ہر دو سندوں سے ضعیف ہے۔

البتہ فضائل کے باب میں جیسا کہ اوائل کتاب میں ذکر کیا گیا اس طرح کا ضعف قابل تسامح و چشم پوشی ہے۔ پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار جاگ کر عبادت کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی؟ بعض حضرات نے رات کا اکثر حصہ اور بعض تھوڑی دیر یا ایک گھنٹہ جاگ کر عبادت کر لینے سے بھی اس فضیلت کے حاصل ہو جانے کے قائل ہیں۔

شب عیدین میں تکبیر کہنا، اور عید الفطر میں غروب آفتاب سے نماز عید الفطر کے لئے امام کے تکبیر تحریمہ کہنے تک تکبیر کہنا مستحب ہے، پھر یہ ہر نماز کے بعد اور عام حالتوں میں بھی مستحب ہے، لوگوں کے ازدحام کی جگہ میز چلتے بیٹھتے سوتے ہوئے راستوں مسجدوں اور بستر پر بکثرت کہنا افضل ہے۔

عید الاضحیٰ میں یوم عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نماز عصر کے بعد تکبیر کہنا مستحب ہے، آخری

(۱) مجمع البحرین فی زوائد المعجمین ۹۸/۷ ضعیف

(۲) دیکھیں، الام: ۲۳۱/۱ وابن ماجہ: ۱۷۸۷

دن عصر کے بعد تکبیر کہہ کر اسے منقطع کر دے یہی رائج قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔ اس میں شوافع کے درمیان نیز دیگر علماء و مذاہب میں اختلاف ہے، مگر میرے نزدیک زیادہ درست وہی ہے جسے میں نے بیان کیا۔

اس خصوص میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، جو سنن بیہقی کی روایت کردہ ہیں میں نے اس کی وضاحت پوری بسط و تفصیل سے فروعات و جزئیات اور مذاہب کی نشاندہی کے ساتھ شرح المہذب میں کر دی ہے اس جگہ اختصار کے ساتھ صرف مقاصد کو ذکر کر رہا ہوں۔ (۱)

علماء شوافع فرماتے ہیں کہ تکبیر کے الفاظ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، مسلسل تین بار ہیں، اور اسے حسب منشا جتنا چاہے کہہ سکتا ہے، امام شافعیؒ و دیگر علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ زیادتی کر کے اس طرح کہے تو زیادہ بہتر ہے۔

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“

اللہ بہت بڑا ہے، تعریفیں بکثرت اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ ہی کے لئے پاکی ہے صبح و شام، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے دین کو خاص کر کے، چاہے کافروں کو یہ ناگوار ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات پاک ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تمہارا دشمن کے لشکروں کو شکست دی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے۔

علماء شوافع کہتے ہیں کہ عوام جس طرح کہنے کی عادی ہے (کہہ سکتی ہے) اس میں بھی کوئی حرج نہیں، یعنی: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر واللہ (اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے تعریفیں ہیں)

(فصل)

تکبیرات کہنے کی جگہ :

ایام تکبیر میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا مشروع ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب، نوافل ہو یا نماز جنازہ، ادا ہو یا قضا یا نذر، اس کے اندر قدرے اختلاف بھی ہے مگر یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں، درست بات وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا اور اسی پر فتویٰ عمل ہے۔

امام نے مقتدیوں کے اعتقاد اور اس کے مسلک کے برخلاف اگر تکبیر کہا، مثلاً امام یوم عرفہ یا ایام تشریق میں تکبیر کو درست سمجھتا ہے اور مقتدی درست نہیں سمجھتے ہیں یا اس کے برعکس ہو، تو کیا مقتدی امام کی اتباع کرے یا اپنے اعتقاد پر عمل کرے؟ اس سلسلہ میں علماء شوافع کے دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے اعتقاد پر عمل کرے، امام کی پیروی نہ کرے، کیونکہ امام کی اقتدار اس کے سلام پھیرتے ہی ختم ہوگئی۔

اس کے برخلاف اگر امام عیدین کی نماز میں مقتدیوں کے اعتقاد کے برعکس زائد تکبیر کہے تو مقتدیوں پر اس کی اتباع ضروری ہے کیونکہ نماز کے اندر وہ اس کا مقتدی و پیروکار ہے۔

(فصل)

نماز عید کی تکبیرات :

(مسلک شوافع میں نہ کے احناف کے مسلک میں) نماز عید میں سنت ہے کہ تکبیرات زوائد قرأت سے پہلے کہے، یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریر کے علاوہ سات تکبیر کہے (احناف کے

نزدیک صرف تین تکبیر کہے) اور دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کے علاوہ پانچ تکبیر کہے، (دوسری رکعت میں بھی احتاف کے نزدیک تین ہی تکبیر ہے اور یہ قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل ہے، اور یہ تین تکبیر رکوع میں جانے والی تکبیر کے علاوہ ہیں) پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد تکبیر تحریمہ اور ثناء کے بعد تعوذ سے پہلے ہے، اور دوسری رکعت میں (شوافع کے نزدیک) سجدہ سے اٹھنے کے بعد قرأت کے لئے تعوذ پڑھنے سے پہلے ہے، (احتاف کے نزدیک قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل ہے)

دو تکبیروں کے درمیان، سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، اللہ اکبر (اللہ کی ذات پاک ہے، ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے) کہنا مستحب ہے، یہی جمہور شوافع کا قول ہے، بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ دو تکبیروں کے درمیان یہ کہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ
الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اسی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

علماء شوافع میں ابو منصور بن صباغ وغیرہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان مروج کلمہ ہی کہنا زیادہ بہتر ہے، یعنی:

”اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیرا، وسبحان اللہ بکرة واصیلا“ اس میں کافی توسع ہے، کوئی کلمہ تکبیر کہہ سکتا ہے، اس میں کسی کی کوئی ممانعت نہیں، اور اگر کوئی شخص یہ ذکر اور پوری تکبیر یعنی پہلی کے سات اور دوسری کی پانچ ترک کر دے تو بھی نماز درست ہو جائیگی، اور سجدہ سہو ضروری نہیں ہوگا، البتہ فضیلت کا تارک ہوگا۔

اگر تکبیر کہنا بھول جائے اور قرأت شروع کر دے تو صحیح قول کے مطابق لوٹ کر تکبیر نہ

کہے، امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ پہلے تکبیر کہے پھر قراءت شروع کرے۔ نماز عید کے دونوں خطبوں میں مستحب ہے کہ خطبہ اولیٰ کے ابتداء میں نو بار تکبیر کہے اور خطبہ ثانیہ کے شروع میں سات بار۔

نماز عید میں کوئی سورت یا آیت کا پڑھنا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل نماز کے اذکار کے بیان میں گذر چکی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ”ق“ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ”اقتربت الساعة“ پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چاہے تو پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الا علی“ اور دوسری رکعت میں ”هل اتاك حدیث الغاشیہ“ پڑھے۔

(باب-۳)

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے اذکار :

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ . (الحجۃ: ۲۸)

اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام شافعیؒ و مشہور علماء امت فرماتے ہیں کہ یہ مقررہ دن

ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

اس عشرہ میں اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرنا اور اس عشرہ میں بھی عرفہ کے دن دیگر ایام کے بہ نسبت کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے۔

۳۹۸- صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

مَا الْعَمَلُ فِيْ اَيَّامٍ اَفْضَلَ مِنْهَا فِيْ هَذِهِ ، قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ

سَبِيلِ اللّٰهِ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ

وَمَا لَهُ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ. (۱)

اس دن سے افضل کسی بھی دن کا عمل نہیں (یعنی عرفہ کے دن سے) صحابہ نے عرض کیا! اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کی بازی لگا کر (اللہ کے راستے میں) نکلتا ہے، اور اس میں سے کسی کو لے کر واپس نہیں لوٹتا، (یعنی اپنی جان و مال کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے)۔

یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور صحیح ہے، البتہ ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے:

مَامِنْ أَيَّامِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ فِيْهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ. (۲)

کسی بھی دن کا نیک عمل ذی الحجہ کے اس دس دنوں کے عمل سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں۔

ابوداؤد کی روایت میں صرف ”من هذه الايام“ ہے ”عشرہ“ کا ذکر اس میں موجود نہیں (۳)

۴۹۹ - مسند دارمی میں بخاری و مسلم کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِيْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، قِيلَ: وَلَا

الْجِهَادُ؟

کسی بھی دن کا عمل ذی الحجہ کے دس دنوں کے عمل سے افضل نہیں، عرض کیا گیا، جہاد بھی نہیں؟ پھر آگے ماسبق والی باقی حدیث مذکور ہے، اور ایک روایت میں عشر ذی الحجہ کی جگہ

”عشر الاضحیٰ“ ہے۔ (۴)

۵۰۰ - سنن ترمذی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۲) سنن ترمذی: ۷۵۷

(۳) مسند دارمی: ۳۶۲

(۱) صحیح بخاری: ۹۶۹

(۳) سنن ابی داؤد: ۲۳۳۸

”خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ
مِنْ قَبْلِي [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ]“ (۱)

سب سے بہتر دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے اور سب سے بہتر کلمہ جو میں
نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا وہ ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (اللہ)
کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے
بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر
قادر ہے۔

۵۰۱۔ موطا امام مالک میں یہ روایت مرسل سند اور الفاظ کے اختصار کے ساتھ اس طرح
آئی ہے:

”أَفْضَلُ الدُّعَاءِ يَوْمَ عَرَفَةَ ، وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ
قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ (۲)
سب سے افضل دعا، عرفہ کے دن کا ہے، اور سب سے افضل کلمہ جو میں
نے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کہا وہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ

سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرفہ کے دن کسی کو بھیک مانگتے
دیکھا تو فرمایا: ”اے عاجز و لاچار شخص، اس دن بھی تو اللہ عز و جل کے سوا دوسروں سے مانگتا ہے؟
امام بخاری اپنی جامع صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ کے
اندراپے خیمہ میں تکبیر کہتے تو مسجد والے ان کی تکبیر سن کر تکبیر کہنے لگتے، پھر ان کی تکبیر سن کر بازار
والے تکبیر بلند کرتے یہاں تک کہ پورا علاقہ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا تھا۔

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۸۵ امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے

(۲) موطا امام مالک: ۵۰۰-۹۵۵

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابو ہریرہؓ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں تکبیر کہتے ہوئے بازاروں میں نکلتے تھے اور لوگ ان کی تکبیر کو سن کر تکبیر کہنے لگتے تھے۔

(باب-۴)

سورج گہن کے وقت کا مشروع ذکر:

۵۰۲۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يُخْسَفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ تَعَالَى كَثْرًا وَكَبِيرًا وَتَصَدَّقُوا“ (۱)

سورج و چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت و زندگی سے اس کے اندر گہن نہیں لگتا اس لئے جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے خوب دعائیں کرو تکبیر کہو اور صدقہ و خیرات کرو۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں یہ اس طرح ہے:

فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا وَاللَّهُ تَعَالَى، جب تم لوگ اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ (۲)

۵۰۳۔ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْرَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ“ (۳)

جب تم اس طرح کا کچھ دیکھو (یعنی چاند یا سورج گرہن) تو خوف کے

(۲) دیکھیں: بخاری: ۱۰۵۳، مسلم: ۹۰۷

(۱) صحیح بخاری: ۱۰۴۳، صحیح مسلم: ۹۰۱

(۳) صحیح بخاری: ۱۰۵۹، صحیح مسلم: ۹۰۲

ساتھ اللہ کے ذکر اور دعا و استغفار کی طرف دوڑ پڑو۔

۵۰۴۔ صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اس طرح مروی ہے، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا

فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا “ جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو۔ امام بخاری نے حضرت ابو بکرہ سے بھی ایک روایت اس طرح نقل کی ہے، واللہ اعلم۔

۵۰۵۔ صحیح مسلم میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ

ﷺ کے پاس آیا جبکہ سورج کو گہن لگا ہوا تھا، اور آپ ﷺ نماز میں کھڑے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، آپ تسبیح و تہلیل، تکبیر و تحمید کرتے رہے یہاں تک کہ گہن چھٹ کر ختم ہو گیا، گہن چھٹنے کے بعد آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی۔

(فصل)

نماز کسوف کی قرأت :

(سورج گہن کی نماز) نماز کسوف میں لمبی قرات کرنا مستحب ہے، چاہے کہ پہلے قومه

میں سورہ بقرہ کے بقدر اور دوسرے قومه میں دو سو آیتوں کے بقدر اور تیسرے قومه میں ڈیڑھ سو

آیتوں کے بقدر اور چوتھے قومه میں سو آیتوں کے بقدر قرآن کی تلاوت کرے، اس طرح پہلی

رکوع میں سو آیتوں کے بقدر، دوسری رکوع میں ستر آیتوں کے بقدر، اور تیسری رکوع میں اتنا ہی اور

چوتھی رکوع میں پچاس آیتوں کے بقدر تسبیح پڑھے، اور سجدہ کو رکوع ہی کی طرح کیا کرے یعنی پہلے

سجدہ کو پہلی رکوع کے بقدر، دوسرے سجدہ کو دوسری رکوع کے بعد اور تیسرے و چوتھے سجدوں کو اسی

طرح تیسری و چوتھی رکوع کے بقدر لیا کرے، یہی صحیح طریقہ ہے، البتہ اس میں علماء کا مشہور

اختلاف ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سجدہ کو لمبا کرنا مستحب ہے اور یعنی علماء شوافعی کی کتابوں میں

سجدہ لمبائے کرنے کا جو حکم مذکور ہے وہ یا تو غلط یا ضعیف ہے، لمبا سجدہ کرنا قول ہی درست قول ہے

کیونکہ صحیحین میں متعدد طرق سے یہ ثابت ہے، اس کے دلائل و شواہد کی وضاحت میں نے شرح

المہذب میں کی ہے یہاں میں نے صرف اشارۃً اسے ذکر کیا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے برخلاف

اقوال سے دھوکہ نہ ہو۔ خود امام شافعی رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر سجدہ لمبا کرنے کی صراحت کی ہے۔

علماء شوافع فرماتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان قعدہ کو طویل نہ کیا جائے بلکہ معتد طریقوں پر عام نمازوں ہی کی طرح اسے ادا کیا جائے۔ مگر مجھے اس سے اختلاف ہے کیونکہ حدیث صحیح سے اسے بھی طول دینا ثابت ہے۔ رکوع ثانی کے بعد سیدھا کھڑا ہونے یا تشہد یا قعدہ کو لمبا نہ کیا جائے۔ ان تمام مقامات پہ جہاں لمبا کرنے کا حکم ہے اگر لمبا کرنا ترک کر دے اور صرف سورہ فاتحہ پراکتفا نہ کرے تو بھی نماز درست ہو جائیگی، پر رکوع سے اٹھتے ہوئے ”سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد“ کہنا مستحب ہے، صحیح بخاری میں اس طرح مروی ہے۔

چاند گرہن میں قرأت باواز بلند کرنا مسنون ہے اور سورج گرہن میں خاموشی کے ساتھ قرأت کرنا مستحب ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد امام دو خطبہ دے، اپنے خطبہ میں لوگوں کو اللہ سے خوف دلانے اور اللہ کی اطاعت و بندگی صدقہ و خیرات اور غلاموں کو آزاد کرنے پر ابھارے، مشہور احادیث سے اس طرح ثابت ہے، نیز لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر آمادہ کرے اور غفلت و دھوکا میں پڑے رہنے سے متنبہ کرے۔

۵۰۶۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت اسماءؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ :

”لَقَدْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي

كُسُوفِ الشَّمْسِ“ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا،

(باب-۵)

نماز استسقاء کی دعائیں :

طلب بارش کی نماز میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کے ساتھ بکثرت ذکر و استغفار اور دعائیں کرنا مستحب ہے، اس کے بارے میں اور دعائیں مشہور ہیں، اس میں سے چند یہ ہیں:

”اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا غَدَقًا مُجَلَّدًا سَحًّا عَامًّا طَبَقًا دَائِمًا، اللَّهُمَّ عَلَى الطَّرَابِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ، إِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا، فَارْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ لَنَا الزَّرْعُ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ أَنْتَ لَنَا مِنَ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ، اللَّهُمَّ ارْقَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوعَ وَالْعُرْسَى وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ“

اے اللہ تو ہم پر ایسی بارش برسا جو فریاد رسی کرنے والی ہو، خوشگوار ہو، موسلد ہار ہو، ہر جگہ برسنے والی ہو، سیراب کرنے والی ہو، عام ہو، ہمیشہ برسنے والی ہو اور جم کر برسنے والی ہو، اے اللہ پہاڑی ٹیلوں، درخت اگنے کی جگہوں اور بیچ وادیوں میں ہو، اے اللہ ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں، بے شک آپ ہی مغفرت کریں والے ہیں، اے اللہ تو ہم پر موسلد ہار برسنے والے بادل بھیج دے اور ہمیں بارش سے سیراب فرما اور ہمیں ناامید ہونے والوں میں سے نہ بنا، اے اللہ تو ہماری کھیتی اگا دے اور (جانوروں کے) تھنوں کو (دودھ سے) ہماری سیرابی کے لئے بھردے اور آسمان کی برکتوں سے ہمیں سیراب فرما اور

ہماری زمین کی برکتیں اُگا دے، اے اللہ تو ہماری مشقتوں، فاقہ کشی اور بھوک کو دور فرما اور ان مصیبتوں کو دور فرما جسے تیرے سوا کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔

اور اگر ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہو جس کی نیکی و پارسائی مشہور و معروف ہو تو مستحب ہے کہ اس کے توسل سے دعا کرے اور کہے:

”اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتَشَفَّعُ اِلَيْكَ بِعَبْدِكَ فُلَانٍ“

اے اللہ ہم آپ سے بارش و سیرابی طلب کرتے ہیں اور تیرے فلاں بندہ کو تیرے پاس اپنا سفارش بناتے ہیں۔

۵۰۷۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب بارش رک جاتی ہے تو حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور فرماتے تھے:

”اللَّهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ

بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيَسْقُونُ“ (۱)

اے اللہ ہم پہلے اپنے ہی کے وسیلہ سے آپ سے بارش طلب کرتے تھے تو آپ ہمیں بارش سے سیراب کر دیتے تھے، ہم اپنے نبی کے چچا کو آپ تک وسیلہ بناتے ہیں آپ ہمیں بارش سے سیراب فرمائیں تو بارش ہو جاتی تھی،

نیک و صالح اور متقی پرہیزگار لوگوں کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا حضرت معاویہؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ نماز استسقاء میں وہی قراءت مستحب ہے جو عیدین کی نماز میں مستحب ہے اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پہلی رکعت کے شروع میں سات تکبیر اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیر نماز عید کی طرح کہے، نیز دیگر مسائل و جزئیات بھی نماز عیدین ہی کی طرح ہے، نماز سے فراغت کے بعد دو خطبے

دیے جائیں اور اس میں بکثرت دعا و استغفار کیا جائے۔

۵۰۸۔ سنن ابی داؤد میں مسلم کی شرط پر مسند صحیح حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے

ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بارش رک گئی تو آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

«اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيًّا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا

غَيْرَ جَلٍ» [فَاطَبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ] (۱)

اے اللہ تو ہم پر ایسی بارش برسا جو فیرا درسی کرنے والی ہو خوشگوار ہو،

رزائی پیدا کرنے والی ہو، نفع بخش ہو، ضرر رساں نہ ہو، جلد برسنے والی

ہو دیر میں برسنے والی نہ ہو۔ تو خوب جم کر بارش ہوئی۔

۵۰۹۔ اسی میں مسند صحیح عن عمرہ بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب

بارش کی دعا کرتے تو فرماتے:

«اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتِكَ وَاحْيِ بَلَدَكَ

الْمَيِّتَ» (۲)

اے اللہ تو اپنے بندوں اور چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنی رحمت کو عام

کر دے اور اپنے مردار شہر کو زندگی بخش۔

۵۱۰۔ اسی میں مسند صحیح ایک روایت ہے جس کے اخیر میں امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حضرت

عائشہؓ سے پسند جید مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کے رک جانے

کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے منبر بدلنے کا حکم دیا چنانچہ عید گاہ میں منبر نصب کیا گیا آپ نے

لوگوں کے لئے ایک دن متعین کیا کہ وہ اس روز یہاں آئیں، چنانچہ اس روز آپ ﷺ سورج طلوع

ہونے کے فوراً بعد یہاں آئے، اور منبر پر بیٹھ گئے پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی تکیہ و تحمید بیان کی پھر

فرمایا:

«إِنَّكُمْ شَكَّوْتُمْ جَذَبَ دِيَارُكُمْ وَاسْتَخَارَ الْمَطَرُ عَنْ إِبَائِنِ

زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللَّهُ مُبَحَّانَهُ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدُكُمْ
أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ :

[الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، مَالِكِ يَوْمِ
الدِّينِ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
اَنْتَ ، اَلْغَنِيْ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْفَيْتُ وَاجْعَلْ مَا
اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلَى حَيْثُ]

تم نے اپنے علاقے کی خشک سالی اور بارش کا اپنے وقت سے مؤخر ہو
جانے کی شکایت کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دعا کرنے کا حکم
دیا اور وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کریگا پھر فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار
ہے بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے اللہ تو ہی اللہ
و معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے نیاز ہے اور ہم سب محتاج
ہیں، ہمارے اوپر بارش تو برسائے ہمارے لئے ایک مدت تک کیلئے
روزی و زندگی کا ذریعہ بنا۔

اس کے بعد آپ نے آپ کا دوسرا ہاتھ اتا اور پراٹھایا کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی
پھر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنی چادر اٹھ دی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو
رکعت نماز ادا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت فوراً بادل پیدا کیا اور وہ گرجتے چمکتے ہوئے اللہ کے
علم سے خوب برس پڑا لوگ مسجد کو نہیں پہنچے تھے کہ تالیاں بھر کر بہہ پڑیں آپ نے جب لوگوں
کو محفوظ مقامات کی طرف بھاگ کر چھپتے دیکھا تو اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک
نظر آنے لگے پھر فرمایا:

أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (۱)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

اس حدیث میں صراحت موجود ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے ہے، اور اسی طرح کی تصریح بخاری و مسلم میں بھی ہے، مگر یہ بیان جواز کے لئے ہے کتب فقہ میں علماء شوافع وغیرہم سے منقول ہے کہ دوسری احادیث کے پیش نظر نماز کو خطبہ پر مقدم رکھنا مستحب ہے، کیونکہ ان احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے قبل نماز ادا کی ہے۔ واللہ اعلم

نماز استسقاء میں دعاؤں کو خاموشی و بلندی کے بین بین و بھیجی آواز سے کہنا، اور ہاتھ کو خوب اوپر اٹھانا مستحب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ دعا میں اس طرح کہنا مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَ وَعَدْتَنَا اِجَابَتَكَ ، وَقَدْ
دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا ، فَاجِبْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا اَللّٰهُمَّ اٰمِنْ عَلَيْنَا
بِمَغْفِرَةِ مَا قَارَفْنَا ، وَاجَابَتِكَ فِيْ سُقْيَانَا وَسَعَةِ رِزْقِنَا

اے اللہ تو نے ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی قبولیت کا ہم سے وعدہ کیا ہے، چنانچہ جس طرح تو نے حکم دیا ہے میں دعا کر رہا ہوں تو اپنے وعدہ کے مطابق اسے قبول فرما، اے اللہ ہم نے جو گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس کی مغفرت اور سیرابی کی دعا کی قبولیت اور رزق کی وسعت کے ذریعہ تو ہم پر احسان فرما۔

پھر تمام مومنین و متومنات کے لئے دعا کرے، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور ایک دو آیتوں کی تلاوت کرے اور امام "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ" کہے (یعنی میں اپنے لئے اور تم سبہوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں) اور مناسب ہے کہ اس وقت مصائب و پریشانی کے وقت کی دیگر دعائیں بھی کہے مثلاً: اَللّٰهُمَّ اِنْسَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةَ الْخَيْرِ غَيْرِهِ جو کہ صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

امام شافعی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ”الام“ ہی میں فرماتے ہیں کہ نماز استغفار میں امام دو خطبہ نماز عید کے خطبہ کی طرح دے، ان دونوں خطبوں میں تکبیر و تحمید کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور بکثرت استغفار کرے، خطبہ کا اکثر حصہ استغفار پر مشتمل ہو اور بکثرت کہے :

اَسْتَغْفِرُكَ رَبِّكَمُ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ
هَذَا رَأً (نوح: ۱۱۰)

اپنے رب سے مغفرت چاہو (معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دیگا۔ (۲)
(باب-۲)

تیز ہوا یا آندھی آنے کے وقت کی دُعا :

۵۱۱ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آندھی آتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَحِیْنَ مَا اُرْسِلَتْ بِہِ
وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہِ۔ (۳)

اے اللہ میں تجھ سے اس آندھی کی خیر و برکت کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر و برکت کا اور جو یہ اپنے ساتھ لائی ہے اس کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور اس آندھی کے شر سے اور جو اس آندھی کے اندر ہے اس کے شر سے اور جو یہ اپنے ساتھ لاتی ہے اس کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

۵۱۲ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بسند حسن حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

الرِّيحُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ تَعَالَى تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ
فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا وَسَلُّوْا خَيْرَهَا وَاسْتَعِذُّوا بِاللَّهِ
مِنْ شَرِّهَا. (۱)

تیز ہوائیں اللہ کی رحمتوں میں سے ہے کبھی رحمت لاتی اور کبھی عذاب
لاتی ہے، جب تم اسے (اٹھتے) دیکھو تو اسے گالیاں مت دو (برامت
کہو) اور اللہ سے اس کا خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ لو۔

۵۱۳۔ سنن ابی داؤد نسائی وابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب
آسمان کے افق پر کچھ اٹھتے دیکھتے تو سارا عمل ترک کر دیتے، خواہ نماز ہی کیوں نہ ہو، پھر فرماتے:
[اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا] فَإِنْ مَطَرَ قَالَ: [اللَّهُمَّ صَيِّئًا
هَيْنِيئًا] (۲)

اے اللہ میں اس کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں پھر اگر بارش ہوتی تو
فرماتے: [اللَّهُمَّ صَيِّئًا هَيْنِيئًا] اے اللہ موسلا دھارا اور خوشگوار برسا۔

۵۱۴۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ ، فَإِنْ رَأَيْتُمْ ، مَا تَكْرَهُونَ فَقُولُوا [اللَّهُمَّ إِنَّا
نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أَمُرْتُ بِهِ
وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أَمُرْتُ
بِهِ] (۱)

ہواؤں کو گالیاں مت دو، اگر تم کوئی ناگوار بات دیکھو تو کہو: اے اللہ
میں اس تیز ہوا کا خیر اور جو اس کے اندر ہے اس کا خیر اور جس کا اسے

حکم دیا گیا ہے، اس کا خیر مانگتا ہوں، اور اس تیز ہوا کے شر اور جو اس کے اندر ہے اس کے شر اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

نیز اس باب میں حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، عثمان بن ابی العاص، انس، ابن عباس، و جابرؓ کی بھی روایات ہیں۔

۵۱۵۔ ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:

”اللَّهُمَّ لَقْنَاكَ لَا عَقِيمًا“ اے اللہ بافیض بنانہ کہ بے فیض۔ (۲)

”لَقْنَاكَ“ حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں، اس جگہ اس سے مراد پانی سے بھرا ہوا بادل ہے، اور ”عقیم“ بانجھ کو کہتے ہیں اور اس سے مراد نہ برسنے والا بے فیض بادل ہے آپ ﷺ نے برسنے اور نہ برسنے والے بادل کو حاملہ اور بانجھ جانور سے تشبیہ دیکر دعا فرمائی، کہ اس بادل کو حاملہ کی طرح بافیض بنانہ کہ بانجھ کی طرح بے فیض۔

۵۱۶۔ اسی میں حضرت انس بن مالک و جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا وَقَعَتْ كَبِيرَةٌ أَوْ هَاجَتْ رِيحٌ عَظِيمَةٌ فَعَلَيْكُمْ بِالتَّكْبِيرِ
فَإِنَّهُ يَجْلُو الْعِجَاجُ الْأَسْوَدُ. (۳)

جب کوئی بڑا حادثہ یا بڑا طوفان آیا تو تمہیں تکبیر کہنا چاہیے، کیونکہ تکبیر سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔

۵۱۷۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الام“ میں اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جب بھی تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور فرماتے:

”اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رِيحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا“ (۱)

اے اللہ تو اسے رحمت بنا، عذاب مت بنا، اے اللہ تو اسے (بارش لانے والا) مفید ہوا بنا، مہلک بے فیض مت بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”ریح“ و ”ریاح“ فرق کے ساتھ کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے، مثلاً:

”فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا“ (فصلت: ۱۶)

بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی بھیج دی۔

”وَأَمَّا عَادٌ فَاهْلَكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ“ (الحاقہ: ۶)

اور عاد بے حد تیز و تند ہوائے عاترت کر دیے گئے۔

”إِذَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ“ (الزّاریات: ۴۱)

جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیج دی۔

”وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ“، (الحجر: ۲۲)

اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل (پانی سے بھرا ہوا) ہوائیں۔

”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ“ (الروم: ۴۶)

اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے۔

۵۱۸۔ امام شافعیؒ نے ایک منقطع روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے فقر و

فاکہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لَعَلَّكَ تَسُبُّ الرِّيحَ“ شاید تم ہواؤں کو گالیاں دیتے

ہو۔ (۱)

(۱) ابوداؤد: ۵۰۹۷، ابن ماجہ: ۳۷۲۷

(۲) سنن ابی داؤد: سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۶۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۹، حدیث صحیح

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہواؤں کو برا بھلا یا گالیاں دینا کسی کے لئے مناسب نہیں کیونکہ یہ اللہ کی مخلوق اور اس کی فرماں بردار ہے، اور اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، اللہ اسے رحمت بناتا ہے اور اگر چاہے تو عذاب و سزا بنا دیتا ہے۔ (۲)

(باب - ۷)

تار اٹھانے کے وقت کی دعا :

۵۱۹- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”ہمیں حکم دیا گیا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) کہ جب تار اٹھائے تو اس کی طرف نگاہ نہ کریں، اور اس وقت یہ کہے:

”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ اللہ جو چاہے، ساری قوت اللہ

ہی سے ہے۔ (۳)

(باب - ۸)

جب بجلی چمکے یا تار اٹھائے تو اس کی طرف نہ نظر کرے نہ اشارہ:

اس سے متعلق ایک تو وہی حدیث ہے جو اوپر ذکر کی گئی نیز امام شافعیؒ نے اپنے استاد ابو اسحاق مدنی کے توسط سے ”الام“ میں حضرت عمرو بن زبیرؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

”جب کوئی بجلی کی چمک یا بارش دیکھے تو اس کی طرف اشارہ نہ کرے

، بلکہ اس کی تعریف و توصیف بیان کرے“

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عرب اس کی طرف اشارہ کرنے کو اب بھی ہمیشہ کی طرح

معیوب و ناپسند سمجھتے ہیں۔ (۱)

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۰۰ صحیح

(۱) سنن ترمذی: ۲۲۵۲، وقال ترمذی، حدیث صحیح

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۸۵، وقال الحافظ: حدیث غریب و اسنادہ ضعیف

(باب-۹)

بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت کی دعا :

۵۲۰- ترمذی میں بسند ضعیف حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو فرماتے :

اللَّهُمَّ لَا تَعْتَلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بَعْدَ ابْنِكَ ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ . (۲)

اے اللہ تو ہمیں اپنے غضب سے قتل مت کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک مت فرما اور اس سے پہلے ہمیں عافیت بخش۔

۵۲۱- موطا امام مالک میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ جب بادل کی کڑک سنتے تو بات کرنا ترک کر دیتے اور کہتے :

سُبْحَانَ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (۳)

پاک ہے وہ ذات جس کی حمد کی تسبیح رعد اور فرشتے اس کے خوف سے کرتے ہیں۔

نوٹ : بقول ابن الملک رعد اس آواز کو کہتے ہیں جو بادلوں میں سے سنی جاتی ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ رعد اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کے انتظام اور بارش کے لئے مامور ہے، امام شافعیؒ مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے، اور برقی (بجلی) اس کا وہ بازو ہے جس سے وہ بادلوں کو پا سکتا ہے، اس طرح بادلوں سے آنے والی آوازیں تو اس فرشتے کی آواز ہے یا اس کے ہنکانے کی، امام بغوی اکثر مفسرین سے نقل کرتے ہیں کہ رعد درحقیقت اس فرشتے ہی کا نام ہے جو بادلوں کو

ہنکاتا ہے، اور جو آواز سنا دیتی ہے وہ درحقیقت اس کی تسبیح ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں کی نظم و نسق پر مامور ہے، اور وہ بارش کے پانی کو اپنے انگوٹھے میں جمع رکھتا ہے، اور وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، اور اس کی تسبیح سکر جب سارے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں تو اس وقت بارش ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

بَعِيَ اللَّهُ السَّحَابَ فَنَطَقَتْ أَحْسَنَ النُّطْقِ وَصَحَّكَتْ أَحْسَنَ الصُّحُكِ، فَالرَّعْدُ نُطْقُهَا وَالْبَرْدُ صَحْكُهَا.

اللہ نے بادلوں کو بھیجا تو بادل خوب اچھی طرح گویا ہوا، اور خوب اچھی طرح ہنسا، پس رعد اس کی آواز اور اولے اس کی ہنسی ہیں۔

امام شافعیؒ "الام" [۲۵۳۱] میں بسند صحیح جلیل القدر تابعی حضرت طاووسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب بادلوں کی کڑک سنتے تو کہتے "سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ" جسکی تو نے تسبیح بیان کی اس کی ذات پاک ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شاید ان کی مراد اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ "يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ" (الرعد: ۱۳) اور پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اس کی اور سب فرشتے اس کے ڈر سے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ہمراہ تھے تو گرج کڑک اور اولے گرنے کا حادثہ ہمارے ساتھ پیش آیا حضرت کعب نے ہم لوگوں سے کہا جس نے بادل گرجتے وقت تین بار کہا:

سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ. (۱)

پاک ہے اس کی ذات جس کی پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اور سب فرشتے اس کے ڈر سے۔

تو وہ اس گرج (کی آفت) سے محفوظ رہے گا چنانچہ ہم لوگوں نے کہا تو محفوظ رہے۔

(باب-۱۰)

بارش کے وقت کی دعا:

۵۲۲- صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو فرماتے:

”اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا، اے اللہ خوب برسنے اور نفع دینے والی بارش برسا۔ (۱)

ابن ماجہ کی روایت میں ”اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا“ مرتین اور بخلافا ہے کہ یہ کلمات آپ نے دوبارہ یا تین فرمایا۔ (۲)

نوٹ: ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں

(۱) کان اذار آى سحاباً قال: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل دیکھتے تو دویا تین

بار فرماتے [اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سَيِّبًا نَافِعًا] مرتین او ثلاثاً.

(اے اللہ خیر و برکت اور منفعت والی بارش برسا) (۳)

(۲) دوسری روایت میں ہے: كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

بارش ہوتا دیکھتے تو فرماتے: [اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا نَافِعًا] اے اللہ خوب برسنے اور نفع دینے والی بارش برسا۔ (۴)

۵۲۳- امام شافعی رحمۃ اللہ نے الام میں ایک مرسل حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

أُطْلِبُوا اسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ التَّقَاءِ الْجُوشِ، وَأَقَامَةِ

الصَّلَاةِ، وَتُؤْوِلُ الْغَيْثِ. (۱)

دعا کی قبولت کی طلب و آرزو رکھو دشمن کے لشکر سے بڑھ بھڑھوتے ہوئے نماز کی اقامت اور بارش ہوتے وقت۔

(باب - ۱۱)

بارش موقوف ہو جانے کے بعد کی دعا:

۵۲۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت زین بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے میں فجر کی نماز رات میں بارش ہونے کے بعد پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ لِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ، مُطَرَّنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ، مُطَرَّنَا بِنُوءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ. (۲)

کیا تمہیں پتہ ہے کہ تیرے رب نے کیا کہا، صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول کو زیادہ علم ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور کچھ نے میرے ساتھ کو کہرتے ہوئے صبح کی تو جس نے کہا کہ ہمارے اوپر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کے ساتھ سفر کرنے والا ہے، اور

(۱) الام ۲۲۳-۲۲۴، یہ حدیث نمبر: ۱۱۷۷ یہ اقامت کے وقت کی دعا میں گزر چکی ہے

(۲) صحیح بخاری: ۸۴۶ صحیح مسلم: ۷۱

جس نے کہا کہ ہمارے اوپر فلاں فلاں پختروں کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرے ساتھ کفر کر نیوالا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔

حدیث مشہور و معروف مقام ہے، یہ ایک کنواں کا نام ہے جو مکہ سے تقریباً ایک دن کی مسافت پر واقع ہے ”حدیبہ“ بار کے بعد یار کے تشدید اور تحفیف (بغیر تشدید کے) دونوں طرح درست ہے، مگر بغیر تشدید ہی زیادہ صحیح ہے، یہی امام شافعی اور اہل لغت کا قول ہے، تشدید کے ساتھ ابن وہب اور اکثر محدثین کا قول ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان فلاں فلاں پختھر سے بارش ہونے کے بارے میں کہے اور اعتقاد رکھے کہ پختھر ہی بارش کا موجد اور پیدا کرنے والا یا فاعل حقیقی ہے تو وہ بلا شک و شبہ کافر و مرتد ہو جائیگا، لیکن اگر اس کا اعتقاد یہ نہ ہو بلکہ اس کی مراد یہ ہو کہ پختھر بارش ہونے کی ایک علامت ہے اور اس علامت کے ظہور کے وقت بارش ہوتی ہے، اور بارش کا برسانا درحقیقت اللہ کا فعل ہے اور اس کی تخلیق و مشیت سے ہے تو وہ کافر و مرتد نہیں ہوگا، مگر اس کے باوجود ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اس کی کراہت میں علماء کا اختلاف ہے، درست و راجح قول یہ ہے کہ ایسا کہنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کافروں کے الفاظ ہیں، اور یہی حدیث کا ظاہری مفہوم ہے امام شافعی نے بھی الام میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۱) اور مستحب یہ ہے کہ بندہ اس نعت یعنی بارش ہونے پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

(باب-۱۲)

بارش سے نقصان کا خطرہ محسوس ہونے کے وقت کی دعا:

۵۲۵۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، مال و اسباب برباد اور راستے منقطع ہو چکے ہیں، آپ اللہ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمادیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دونوں ہاتھ دعا کے

لئے اٹھایا اور فرمایا: ”اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا، اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا، اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا“ اے اللہ تو ہم پر بارش برسا (تین بار) حضرت انس فرماتے ہیں، آسمان میں نہ ہم بادل دیکھ رہے تھانہ اس کا کوئی ٹکڑا ہمارے اور سلع پہاڑ (مدینہ کے قریب ایک مشہور پہاڑی کا نام ہے) کے درمیان نہ کوئی گھر تھانہ مکان، کہ اسی دوران اچانک اس پہاڑی کے پیچھے سے بادل ڈھال کی طرح نکلا اور جب بچ آسمان کو پہونچا تو ہر چار جانب پھیل گیا، اور خوب برسا، بخدا ایک ہفتہ تک ہمیں سورج نظر نہیں آیا، پھر اگلے جمعہ وہی شخص مسجد کے اسی دروازے سے داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، مال و اسباب ہلاک و برباد ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرما دے کہ اللہ بارش روک دے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دونوں ہاتھ بلند کیا اور فرمایا :

”اَللّٰهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَي الْاَكَامِ وَالطَّرَابِ
وَبُطُونِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ شَجَرٍ“

اے اللہ ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا اے اللہ پہاڑیوں پر جنگلوں میں ندی نالیوں اور وادیوں میں اور درخت اُگنے کے مقامات پر بارش برسا تو اسی وقت بادل چھٹ گیا، اور دھوپ میں چلتے ہوئے ہم لوگ (مسجد سے) نکلے، اس حدیث کے الفاظ بخاری و مسلم دونوں کے ہیں، البتہ بخاری میں ”اغشنا“ کی جگہ ”اسقنا“ ہے، اور اس دعا کے کیا ہی خوب فوائد ہیں (۱)

(باب-۱۳)

نماز تراویح کی دعائیں :

نماز تراویح بالاتفاق سنت ہے، اور یہ بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت پر سلام ہے، اس نماز کا طریقہ بقیہ دیگر نمازوں ہی کی طرح ہے جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے، اس میں بھی نماز کی وہی سابقہ دعا و اذکار ہیں، مثلاً دعاء افتتاح، حمد و ثناء، اور بقیہ سارے اذکار و تشہد پھر تشہد کے بعد دعاء وغیرہ۔

یہ باتیں اگرچہ معروف و مشہور ہیں پھر بھی لوگوں کے تساہل اور بغض دعاء و اذکار سے بے اعتنائی کے سبب میں نے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے، جہاں تک مقدار قراءت کی بات ہے تو پسندیدہ قول اور امت کا عملی اتفاق اس بات پر ہے کہ تراویح کے اندر پورا قرآن پورے مہینہ میں ختم کرنا چاہئے یعنی ایک شب میں ایک پارہ، اور مستحب ہے کہ اسے ترتیل سے ٹھہر ٹھہر کر پوری وضاحت سے پڑھا جائے، اور ایک پارہ پڑھ کر اسے طول نہ دے، اور عام طور پر مساجد کے جاہل ماحول کی جو عادت ہے سحر رمضان کی ساتویں شب میں آخری (بیسویں) رکعت کے اندر پوری سورۃ النعام پڑھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ پوری سورت یکفخت نازل ہوئی ہے تو اس سے حد درجہ اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بدعت اور ناپسندیدہ عمل اور ایسی جہالت ہے جو اپنے اندر کئی برائیاں لیتے ہوئے ہے، اور اس کی وضاحت پہلے گذر چکی ہے، نیز ”التبیان فی حمله القرآن“ کے اندر میں نے اس کی بحث تفصیل سے ذکر کی ہے۔

(باب-۱۴)

نماز حاجت کی دعاء :

۵۲۶- سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى، أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَيُحْسِنِ الْوُضُوءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ لِيُشْرِ عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثُمَّ

لِیَقُلَّ :

جب کسی کو اللہ سے یا کسی اولاد آدم سے کوئی حاجت و ضرورت ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ عز و جل کی حمد و ثناء بیان کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، پھر کہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ
رَحْمَتِكَ وَغَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ، وَالسَّلَامَةَ
مِنْ كُلِّ أَلِيمٍ، لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ،
وَلَا حَاجَةَ هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑا ہی بردبار و کرم کرنے والا ہے، پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کے (واجب کر دینے والے) اسباب کا اور تیری ان حکمتوں کا جو مغفرت کو پختہ کر دیں، اور ہر نیکی کی نعمت کا اور ہر برائی سے سلامتی کا، اے اللہ تو میرے کسی گناہ کو بخشے بغیر مت چھوڑ، اور میری کسی پریشانی کو دور کئے بغیر مت چھوڑ، میری کسی ایسی حاجت کو تیری حرمتی کے موافقی ہو پورا کئے بغیر مت چھوڑ، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے میری رات ہے کہ نماز حاجت میں مصائب و پریشانی کے وقت کی دعا بھی بہتر ہے، وہ دعائیں بخاری و مسلم میں مذکور ہیں، یعنی

”اللَّهُمَّ (رَبَّنَا) آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (۱)

اے اللہ (اے میرے رب) تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور

آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

۵۲۷- ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اللہ مجھے عافیت دے، تو

آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ، وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتُ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ.

اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، اور

یہی تیرے لئے بہتر ہے۔

اس شخص نے کہا، تو پھر آپ دعا فرمادیں، آپ نے اسے خوب اچھی طرح وضو کرنے

کا اور ان الفاظ میں دعا کرنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاتَوَجَّهْ اِلَیْكَ بِسَبِّكَ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ

یَا مُحَمَّدُ، اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِی حَاجَتِیْ هٰذِهِ

لِیُقْضٰی لِیْ، اَللّٰهُمَّ فَشَقِّعْهُ مِیْ. (۲)

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں، اور آپ کے نبی جو کہ نبی رحمت

ہیں کے ذریعہ (ان کے وسیلے سے) آپ کا قصد کرتا ہوں (متوجہ ہوتا

ہوں) اے محمد میں نے آپ کے ذریعہ اپنے رب کا اپنی اس ضرورت

کے لیے قصد کیا ہے کہ میری یہ ضرورت پوری کی جائے، اس لئے آپ

ان کی سفارش میری حق میں قبول فرمائیں۔

(باب-۱۵)

(۱) ذکیص بخاری: ۲۳۸۹، مسلم: ۲۶۹۰

(۲) سنن ترمذی: ۳۵۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵، وقال الترمذی: حسن صحیح

صلوٰۃ التَّسْبِيح کی دعائیں:

امام ترمذی اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ التَّسْبِيح کے بارے میں کئی احادیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، مگر اس کا بڑا حصہ بعید از صواب ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ابن مبارک اور کئی دیگر اہل علم صلوٰۃ التَّسْبِيح کو درست سمجھتے ہیں اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ، قَالَ: أَبُو وَهْبٍ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے اس نماز کے بارے میں دریافت کیا، جس میں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ تکبیر کہے، پھر (حمد و ثناء پڑھے یعنی) یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ
وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ.

میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ، تیری ہی حمد و ثناء کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند و بالا ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر پندرہ بار یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ.
پاک ہے اللہ اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

پھر تعوذ کہے یعنی:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی مردود و شیطان سے۔

پھر بسم اللہ کے ساتھ سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت تلا کر پڑھے، پھر دس بار کہے:

سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ.

پاک ہے اللہ اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے اور اللہ کے سوا کوئی
موجود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

پھر رکوع کرے اور اسے رکوع میں دس بار کہے، پھر رکوع سے اٹھے اور اٹھنے کے بعد
اسے دس بار کہے، پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں اسے دس بار کہے، پھر سجدہ سے اٹھے اور دو سجدوں
کے درمیان اسے دس بار کہے، پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس سجدہ میں بھی اسے دس بار کہے، اسی
طرح چار رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں پچھتر (۵۷) تسبیح ہے، ہر رکعت کی ابتدا پندرہ تسبیح سے
کرے، پھر قراءت کرے پھر دس بار تسبیح کہے۔ (۱)

اگر رات میں پڑھ رہا ہے تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ دو رکعت پر سلام پھرے اور اگر
دن میں پڑھ رہا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے تو دو رکعت پر سلام پھیرے یا چاہے تو نہ پھیرے اور
ایک ہی سلام سے چار رکعت پڑھے۔

سنن ترمذی ہی کی ایک روایت میں عبداللہ بن مبارک ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے
فرمایا:

”رکوع کی ابتدا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ سے اور سجدہ کی ابتدا
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى سے تین بار کہ کر پھر اس کے مذکورہ تسبیحات
کہے۔ (۲)

ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ اگر اس نماز میں سہو ہو جائے تو کیا سجدہ سہو میں بھی
یہ تسبیح دس بار کہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، یہ کل تین سو تسبیحات ہیں۔ (۳)
۵۲۸- سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو رافعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا:

”يَا عَمُّ، أَلَا أَصْلُكَ، أَلَا أَحِبُّوكَ، أَلَا أَنْفَعُكَ؟ قَالَ: بَلَى،

يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : يَاعَمُّ ، صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْقُرْآنِ وَسُورَةٍ ، فَإِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ فَقُلْ ، اللَّهُ أَكْبَرُ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً قَبْلَ أَنْ تَرْكَعَ ، ثُمَّ ارْكَعْ ، فَقُلْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ ، فَقُلْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ اسْجُدْ ، فَقُلْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا قَبْلَ أَنْ تَقُومَ ، فَبِتِلْكَ خَمْسَ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ ، وَهِيَ ثَلَاثٌ مِائَةٍ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ فَلَوْ كَانَتْ دُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا اللَّهُ تَعَالَى لَكَ

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ ؟ قَالَ : إِنْ لَمْ تَسْتَطِيعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ فَقُلْهَا فِي جُمُعَةٍ ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِي كُلِّ شَهْرٍ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ لَهُ حَتَّى قَالَ ، قُلْهَا فِي سَنَةٍ . (۱)

چچا جان کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہیں کرتا ہوں ، کیا میں آپ کا قریبی نہیں ہوں ، کیا میں آپ کو نفع پہنچانے والا نہیں ہوں ؟ حضرت عباس نے فرمایا ، کیوں نہیں ، بیشک اے اللہ کے رسول ، تو آپ ﷺ نے فرمایا : اے چچا جان ، آپ چار رکعت نماز پڑھیں ، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں اور جب قرأت سے فارغ ہوں تو اللہ اکبر ، والحمد للہ ، وسبحان اللہ ، رکوع کرنے سے پہلے پندرہ بار کہیں ، پھر رکوع کریں اور رکوع میں اسے دس بار کہیں ، پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور اسے دس بار کہیں پھر سجدہ کریں اور سجدہ میں اسے دس بار کہیں ، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور (دوسجدوں کے درمیان میں) اور اسے دس بار کہیں پھر دوسرا

سجدہ کریں اور اٹھنے سے پہلے اسے دس بار کہیں، تو اس طرح یہ ہر رکعت میں پچھتر بار ہیں اور چار رکعتوں میں تین سو بار ہیں، اگر آپ کے گناہ ریت کے ڈھیر کے مانند ہوں تو بھی اللہ اسے بخش دیگا، حضرت عباسؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہر روز اسے کہنے کی کون استطاعت رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اگر آپ ہر روز نہ کہہ سکتے ہوں تو ہر جمعہ کو کہیں، اگر ہر جمعہ کو نہ کہہ سکتے ہوں تو ہر ماہ ایک بار کہیں، اور آپ برابر اسی طرح نہیں کہتے رہے یہاں تک کہ یہ کہا کہ سال میں ایک بار کہیں۔

امام ابو بکر بن العربی اپنی کتاب ”الاحوذی شرح الترمذی“ میں فرماتے ہیں کہ ابورافع کی حدیث ضعیف ہے، اس کے بنیاد نہ تو صحیح درجہ کی ہے اور نہ ہی حسن درجہ کی، اور امام ترمذی نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں محض اس لئے کیا ہے کہ لوگ اس سے متنبہ رہیں اور اس کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑیں، اور ابن مبارک کا قول حجت نہیں، یہ تو ابو بکر ابن عربی کا قول ہے۔ (۱)
اور عقیلی فرماتے ہیں کہ صلاۃ التبیح سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں، اور ابوالفرج بن جوزی نے صلاۃ التبیح سے متعلق احادیث اور اس کے طرق کو ذکر کرنے کے بعد ان تمام احادیث کی تضعیف کی ہے، اور اس کی کمزوریوں کو واضح کرتے ہوئے اسے اپنی کتاب ”الموضوعات ۱/۱۳۳“ میں ذکر کیا ہے۔

امام حافظ ابوالحسن دارقطنی کی روایت ہمیں پہونچی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سورتوں کے فضائل کے باب میں سب سے زیادہ صحیح قول ”قل هو اللہ احد“ کی فضیلت اور نقل نمازوں کی فضیلت کے باب میں سب سے صحیح صلاۃ التبیح کی فضیلت کا قول ہے۔ میں نے ان کی یہ بات انہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے ”طبقات الفقہاء“ میں ابو حسن بن علی بن عمر الدارقطنی کے سوانحی خاکہ میں ذکر کیا ہے۔ (۱)

ان کی اس عبارت سے ضروری نہیں کہ صلاۃ التبیح کی حدیث صحیح ہی ہو، کیونکہ محدثین و

فقہاء عام طور پر یوں کہتے ہیں کہ ”ہذا اصح ما جاء في الباب“ کہ اس باب میں وارد احادیث میں یہ سب سے اقرب الی الصواب ہے، اور ان کی مراد اس سے زیادہ راجح کی طرف اشارہ کرنا اور ضعیفوں میں سب سے کم ضعیف ہونے کی وضاحت کرنا ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) علماء شوافع کی ایک متعدد بڑی جماعت نے اس صلاۃ التسبیح کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے، مثلاً امام بغوی نے شرح اللعۃ ج ۴/۱۵۸ میں اور ابو الحسن الرویانی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔

نوٹ : حق بات یہ ہے کہ صلاۃ التسبیح مستحب ہے اس سے متعلق وارد احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر متعدد احادیث ایک دوسرے کی نوید و شاہد ہیں جس سے اس کے ضعف کی تلافی ہوتی اور اس کا استحباب ثابت ہوتا ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں ”الترجیح لحديث صلاة التسبیح“ تالیف ابن ناصر الدین الدمشقی متوفی ۸۴۲ھ۔

(باب-۱۶)

زکاة سے متعلق دُعا و اذکار :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ .

(التوبہ : ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک و صاف کر دیں اور ان کے لئے دعا کیجئے۔

۵۲۹- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم آپ کے پاس صدقہ کا مال لے کر آتی تو آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ اے اللہ تو اس پر رحمت نازل فرما۔

چنانچہ ایک بار ابواونی اپنا صدقہ لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى. (۱)

اے اللہ تو ابواونی کے آل و اولاد پر رحمت نازل فرما،

امام شافعیؒ اپنی کتاب ”الام“ میں اور دیگر علماء شوافع فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے لئے بہتر ہے کہ ادا کرنے والے کو یہ دعائیہ کلمات کہے:

أَجْرَكَ اللَّهُ فِيمَا أَعْطَيْتُ وَجَعَلَهَا لَكَ طَهُورًا وَبَارَكَ لَكَ فِيهَا
أَبْقَيْتُ

جو تم نے دیا اللہ اس پر تمہیں اجر دے اور اسے تمہارے لیے پاکی کا
ذریعہ بنائے اور تم نے اپنے پاس جو باقی رکھا ہے اللہ اس کے اندر
تیرے لیے برکت دے۔

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا یہ دعائیہ کلمات کہنا مستحب ہے خواہ وہ فقیر و مسکین ہو یا زکوٰۃ کی وصولی پر
مامور و ملازم، البتہ کسی بھی مذہب کے مشہور قول میں دُعا واجب نہیں

بعض علماء شوافع کا خیال ہے کہ یہ دُعا واجب ہے، کیونکہ امام شافعی کے الفاظ جو الام
[۶۰/۲] میں مذکور ہیں کچھ اس طرح ہیں:

”والی برحق بنتا ہے کہ وہ اس کیلئے دعا کرے“

اور وجوب کی دلیل امر کا صیغہ ہے اپنے ظاہر میں وجوب کے لئے ہوتا ہے، علماء
فرماتے ہیں کہ دعا کے اندر ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى فُلَانٍ“ کہنا مناسب نہیں اور آیت قرآنی میں وارد
”صَلِّ عَلَيْهِمْ“ سے مراد ان کے لئے دعا کرنا ہے، البتہ نبی کریم ﷺ کا ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ“ کہنا
بایں معنی ہے کہ ”صلوة“ کا لفظ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، اس لئے آپ کو اختیار ہے کہ
آپ اس لفظ کے ذریعہ جسے چاہیں مخاطب کریں، بخلاف ہم لوگوں کے ہمارے لئے نبی کے علاوہ
کسی اور کو اس کے ذریعہ مخاطب کرنا درست نہیں۔

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا باوجود عزیز و جلیل ہونے کے جس طرح ”محمد عزوجل“ کہنا درست نہیں، اسی طرح ابو بکر یا عمر یا علی ﷺ کہنا درست نہیں، بلکہ ان اصحاب کے ساتھ یوں کہا جائے ”علی رضی اللہ عنہ۔ یا رضوان اللہ علیہم“ یا اسی جیسے دیگر الفاظ۔

اگر کوئی شخص علی یا ابو بکر ﷺ کہتا ہے تو مشہور شوافع کا صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کہنا مکروہ تنزیہی ہوگا، اور بعض کے نزدیک خلاف اولیٰ ہوگا اور بعضوں کے نزدیک قطعی جائز نہیں، اور بظاہر ان کے نزدیک حرام ہے۔

اسی طرح غیر انبیاء کے لئے ”علیہ السلام“ یا اس کے مشابہ الفاظ کہنا مناسب نہیں، اور ان کے خطاب یا جواب ہو، کیونکہ سلام سے ابتدا کرنا سنت اور اس کا جواب واجب ہے۔ پھر غیر انبیاء کے لئے صلاۃ و سلام کا کہنا اس وقت تک جائز ہے جبکہ انفرادیت کے ساتھ ہو اور اسی کا قصد و ارادہ ہو، البتہ اگر غیر انبیاء کو نبی کے تابع بنا کر صلاۃ و سلام کہا جائے تو یہ بلا خلاف جائز و درست ہے، جیسے کہا جاتا ہے،

اللہم صل علی محمد و علی الہ واصحابہ وازواجه
وذریاتہ واتباعہ“

کیونکہ سلف صالحین نے ایسا کرنے سے منع نہیں کیا، بلکہ ہمیں تشہد وغیرہ میں اس کا حکم دیا گیا ہے اس کے برخلاف انفرادی طو پر صلاۃ و سلام صرف انبیاء کے لئے مختص ہے۔ اس کی مکمل تفصیل نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے باب میں گذر چکی ہے۔

(فصل)

زکاۃ نکالتے وقت نیت کا حکم :

یاد رکھیں کہ زکاۃ کی نیت کرنا واجب ہے، اور نیت بعض دیگر عبادتوں کی طرح دل سے

ہوگی اور زبان سے الفاظ کے ذریعہ اپنی نیت کا اظہار دیگر عبادتوں کی طرح مستحب ہے لہذا اگر دل سے نیت کرنے کے بجائے صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی پر اکتفاء کرتا ہے تو اس کے درست ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ دل کی نیت کے بغیر صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی درست نہیں۔

زکات ادا کرنے والا جب زکات کی نیت کرے تو یہ کہنا واجب نہیں کہ یہ زکات ہے بلکہ مستحق کو ادا کر دینا ہی کافی ہے اور اگر زبان سے اس کا تلفظ بھی کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں۔

(فصل)

زکات کی ادائیگی کے وقت کی دعا:

جو شخص زکات یا صدقہ یا نذر یا کفارہ وغیرہ ادا کر رہا ہو اس کیلئے مستحب ہے کہ یہ دعا کرے۔

”رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ (البقرہ: ۱۲۷)

اے ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما بیشک تو خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کا تذکرہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اور حضرت مریم کی دعا کے طور پر کیا ہے۔

کتاب اذکار الصیام

(روزوں کے اذکار کا بیان)

(باب-۱)

پہلی تاریخ کا چاند نظر آتے وقت کی دعا :

۵۳۰- سند داری و سنن ترمذی میں حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِهْلِهٖ عَلَيْنَا بِالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبَّنِيْ
وَرَبُّكَ اللّٰهُ. (۱)

اے اللہ، تو اس چاند کو برکت و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال
(اے چاند) میرا اور میرا دونوں کا پروردگار اللہ ہے۔

۵۳۱- سند داری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی
تاریخ کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اِهْلِهٖ عَلَيْنَا بِالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ
وَالسَّلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا یُحِبُّ رَبَّنَا وَیَرْضٰی رَبَّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ
(۲)

اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ تو اس چاند کو امن و ایمان اور سلامتی و اسلام
کے ہر اس عمل کی توفیق کے ساتھ مجھ پر نکال جو تجھے پسند ہو اور جس
سے راضی ہو (اے چاند) ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار اللہ ہی ہے۔

۵۳۲- سنن ابی داؤد و کتاب الادب میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب
مہینہ کا پہلا چاند دیکھتے تو فرماتے:

هَلَالٌ خَیْرٌ وَرُشْدٌ هَلَالٌ خَیْرٌ وَرُشْدٌ، هَلَالٌ خَیْرٌ وَرُشْدٌ،

(۱) سند داری ۳۷۷ سنن ترمذی ۳۳۵۱ و قال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سند داری ۳۶۲-۳۶۴، حدیث ضعیف

أَمِنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي

یہ خیر و برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، یہ خیر و برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، یہ خیر و برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، میں ایمان لایا اللہ پر جس نے (اے چاند) تجھے پیدا کیا۔

اسے تین بار کہتے پھر فرماتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا. (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو فلاں مہینہ کو لے گیا اور فلاں مہینہ لایا، (پہلے کذا کی جگہ مہینہ اور دوسرے کذا کی جگہ داخل ہونے والے کا نام لے)

قتادہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے تو اپنا رخ اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ (۲)

ابی داؤد کے بعض نسخوں میں ابوداؤد کا یہ قول مذکور ہے کہ ”اسباب میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح و سند حدیث منقول نہیں۔“

نوٹ: ابوداؤد نے ان دونوں روایتوں کو اسی طرح مرسل نقل کیا ہے پہلی روایت کے رجال صحیحین کے رجال ہیں ورنہ ہیں، اسے ابن سنی نے [عمل الیوم واللیلہ ۲۴۷] مرفوعاً نقل کیا ہے، اور دوسری مرسل روایت میں ایک راوی محمد بن سلیم الزاسبی ہیں جن کے اندر قدرے ”دین“ ہے، حافظ متذری فرماتے ہیں کہ ان سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا، مگر چونکہ اس روایت کی دیگر شواہد موجود ہیں اس لئے اس سے اس کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔

۵۳۳۔ یہی حدیث ابن سنی کی کتاب میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا الخ۔ (۱)

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۹۲ رجالہ ثقات رجال البخاری

(۲) سنن ابی داؤد: ۵۰۹۳

عام دنوں کے چاند نظر آنے پر:

۵۳۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر دیکھا کہ چاند نکل رہا ہے تو فرمایا:

تَعَوَّذِي بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ هَذَا الْفَاسِقِ إِذَا وَقَبَ. (۲)

اللہ کی پناہ مانگو اس چاند کے اندھیرے کے شر سے جبکہ (اس میں گرہن لگ کر) وہ پھیل جائے۔

۵۳۵- حلیہ الاولیاء میں بسند ضعیف نے زیاد الثمری سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. (۳)

اے اللہ تو رجب و شعبان میں ہمارے لئے برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

یہ روایت تھوڑی زیادتی کے ساتھ ابن سنی کی کتاب میں بھی منقول ہے۔ (۴)

نوٹ: مگر یہ حدیث بھی قابل کی طرح ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی زائدہ بن ابی الرقاع ہیں جن کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ ”منکر الحدیث“ ہیں وہ زیادتی اس طرح ہے:

إِنَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ عَرَاءٌ، وَيَوْمُهَا يَوْمٌ أَزْهَرُ.

جمعہ کی شب پر رونق شب اور جمعہ کا دن پر بہار دن ہے،

(باب-۲)

(۱) دیکھیں عمل الیوم لابن سنی : ۶۴۷ قال الحافظ: حدیث غریب (۲) عمل الیوم لابن سنی : ۶۵۳

(۳) دیکھیں عمل الیوم لابن سنی : ۶۶۴

(۴) حلیہ الاولیاء : ۲۶۹/۶

روزوں کے مستحب اذکار :

روزوں کی نیت دل اور زبان دونوں سے کرنا اس طرح مستحب ہے جس طرح دیگر عبادات کے بارے میں میں نے پہلے گوش گزار کیا، اگر صرف دل سے نیت کرنے پر اکتفا کرے تو بھی کافی ہوگا، مگر دل سے نیت کئے بغیر صرف زبان سے نیت کرنا بالاتفاق درست نہیں۔
روزے کی حالت میں اگر کوئی اسے گالی دے یا بدکلامی کرے یا بدسلوکی و حماقت کرے تو سنت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ بار اسے کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۵۳۶- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصَّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا صَامَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنْ

أَمْرًا قَاتِلَةً أَوْ شَاعَةً فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ، مَرَّتَيْنِ. (۱)

روزہ ڈھال ہے، لہذا تم سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ برائی و بدگوئی کرنے

اور نہ نادانی کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی گلوں کرے

تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں، میں روزہ سے ہوں، دو

بار۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ کلمات زبان سے باوازا بلند کہے اور جواسے گالی دے رہا ہے اسے سن کر کہے تاکہ وہ اس سے شاید باز آجائے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ یہ کلمات دل ہی دل میں کہے تاکہ (روزہ کہ احتضار سے) وہ اس کے ساتھ الجھنے یا احقانہ عمل کرنے سے بچا رہے اور اپنے روزہ کی حفاظت کر سکے، مگر پہلا قول زیادہ قرین قیاس اور اظہر ہے۔

۵۳۷- ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتَهُمْ، الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطَرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ،
وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ. (۱)

تین شخص کی دعا رد نہیں کی جاتی روزہ دار کی افطار کرنے تک، امام عادل کی اور مظلوم کی۔

”الصائم حتی یفطر“ میں صحیح روایت کے اندر اس طرح ”حتی“ ہے۔ (جبکہ بعض روایتوں میں ”حین“ بھی آیا ہے، یعنی افطار کے وقت، واللہ اعلم۔

(باب-۳)

افطار کے وقت کی دعا :

۵۳۸- ابو داؤد و نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے :

ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. (۲)

پیارا بجھ گئی اور رگیں تر ہو گئی اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا

۵۳۹- سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے :

اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ. (۳)

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا، اور ہی رزق سے افطار کیا۔

۵۴۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے :

(۱) سنن ترمذی: ۵۳۹۲، ابن ماجہ: ۵۲، وقال ترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ابی داؤد: ۲۳۵۷، عمل الیوم واللیلہ للنسائی: ۲۹۹ حدیث حسن

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۳۵۸، ابو داؤد نے اسے اسی طرح مرسل نقل کیا ہے، معاذ بن زہرہ مقبول ارسال کرنے والے راوی

ہیں، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں، وضحیٰ مرسلہ: ۹۹

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ (۱)
تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری دھگیری کی تو میں نے
روزہ رکھا اور مجھے روزی دیا تو میں نے افطار کیا۔

۵۴۱۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُیْمًا، وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا، فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۲)

اے اللہ ہم نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا، اور تیرے ہی رزق سے افطار
کیا، پس تو ہم سے قبول فرما، بیشک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

نوٹ : اس کی سند میں ایک راوی ہارون بن غنترہ ہیں، محدثین نے انہیں جھوٹا قرار دیا مگر اس
کے باوجود چونکہ اس کے شواہد موجود ہیں، اس لئے معنوی اعتبار سے اس میں جان آگئی ہے۔

۵۴۲۔ سنن ابن ماجہ و ابن سنی کی کتاب میں عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا:

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةٍ مَا تُرَدُّ (۳)

روزہ دار کیلئے افطار کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ٹھکرائی نہیں جاتی

ابن ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کو افطار کے وقت یہ کہتے سنا:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الْکَثِیْرَةِ وَ سِعَتِ کُلِّ شَیْءٍ ، اَنْ
تَغْفِرَ لِّیْ“

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۴۸۰ یہ ضعیف ہے اس کے اندر ایک راوی مجہول ہیں

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۴۸۱ قال الحافظ، حدیث غریب و سندہ وہ جدا

(۳) سنن ابن ماجہ : ۵۳۷ عمل الیوم لابن سنی : ۴۸۷

(باب ۴)

کسی قوم یا جماعت کے پاس افطار کرتے وقت کی دُعا:

۵۴۳- سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے روٹی اور کشمش حاضر کیا، آپ ﷺ نے اسے نوش کیا پھر فرمایا:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ ، وَ أَكَلَ طَعَامُكُمْ الْإِبْرَارُ ، وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ . (۱)

تیرے پاس روزہ دار روزہ کھولیں اور نیک وصالح لوگ تیرا کھانا کھائیں، اور فرشتے تیرے لئے دُعا رحمت کریں۔

نوٹ: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام نووی اگر سند کی صحت کے بجائے متن کی صحت کا ذکر کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ متن کی کئی شواہد حدیث موجود ہیں جس سے اس کی تقویت ہوتی ہے، البتہ سند کی صحت محل نظر ہے، کیونکہ معمر سے اگرچہ شیخین نے روایت کیا ہے مگر ”ثابت“ سے ان کی روایت مجروح ہے، ابن مدینی فرماتے ہیں کہ ”روایۃ معمر عن ثابت عزائب منکرہ“ نیز ابوداؤد میں ”زیب“ کی جگہ ”زیت“ ہے یعنی کشمش کی جگہ زیتون کے تیل کا ذکر ہے، ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے۔

ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی جماعت کے پاس افطار کرتے تو ان کے لئے دُعا کرتے اور فرماتے:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ . اِرْحَ (۲)

تیرے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔

(باب-۵)

شب قدر کی دُعا:

۵۴۴- ترمذی، نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قولی: کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا. (۱)

اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا، عفو و درگزر کو پسند کرنے والا ہے

، لہذا آپ ہمیں معاف فرمادیں۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اس رات میں بکثرت یہ دُعا کرنا مستحب ہے، اس طرح قرآن کی تلاوت اور بابرکت گھڑیوں میں کبھی جانے والی مختلف دُعاؤں کا بھی اس رات میں اہتمام کرنا چاہیے (ان دُعاؤں کا ذکر یکجا یا متفرق طور پر پہلے آچکا ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دن میں بھی اسی طرح سخت و لگن سے دُعا میں مشغول رہنا چاہیے جس طرح رات میں مشغول رہا جاتا ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ اس رات تمام مسلمانوں کے مسائل و مشکلات اور ان کے مصائب و آلام کے بارے میں دُعا کی جائے، کیونکہ یہی صالحین کا شعار اور اللہ کے بندہ عارفین کا وظیرہ رہا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(باب-۶)

اعتکاف کی دُعا:

اعتکاف کی حالت میں بکثرت تلاوت کرنا، ذکر و اذکار کرنا اور ادو وظائف کا اہتمام کرنا

مستحب ہے۔

(۱) سنن ترمذی ۳۵۱۳، عمل الیوم للنسائی: ۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۰ و قال الترمذی: حسن صحیح

کتاب اذکار الحج :

(حج کے اذکار کا بیان)

حج کے اذکار اور اس کی دعائیں بے شمار ہیں، ان میں سے بعض اہم اور اصل مقصود کی طرف اس جگہ ہم اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

اس کی دعائیں دو قسم کی ہیں، یعنی سفر حج کے اذکار، اور نفس حج کے اذکار، سفر حج کے اذکار کو ہم مؤخر کر رہے ہیں کیونکہ اس کا ذکر انشاء اللہ اذکار سفر کے ضمن میں آئیگا، ہاں جو اذکار نفس حج سے متعلق ہیں اسے ہم اس جگہ اعمال حج کی ترتیب کی رعایت کے ساتھ انشاء اللہ بیان کریں گے، دلائل و احادیث کو اکثر جگہوں پر طوالت کے خدشہ اور مطالعہ کر نیوالوں کی اکتاہٹ یا بددی کے خوف سے حذف کر دیں گے، کیونکہ یہ باب بہت طویل ہے، اس لئے اختصار کا راستہ ہی انشاء اللہ مفید ہوگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے، وضو کرے، تہبند باندھے اور چادر اوڑھے۔

نوٹ : صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے ”انہ“ صلی اللہ علیہ وسلم احرم فی ازار و رداء“ کہ آپ ﷺ نے تہبند اور چادر میں احرام باندھا یہ تو آپ کا عمل تھا، آپ ﷺ نے تو لا بھی اسی طرح حکم فرمایا ہے، ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”لب حرم احدکم فی ازار و رداء و نعلین“، کہ تم میں سے کوئی تہبند چادر اور چپل ہی میں احرام باندھے، سنت یہ ہے کہ یہ دونوں چادریں سفید ہوں، نیز اس کا نیا یا صاف ہونا بھی سنت ہے، اگر نیا نہ ہو تو صاف ہو، ناپاک کپڑوں میں احرام باندھنا یا اس کا رنگین ہونا مکروہ ہے، زعفران یا کسم وغیرہ میں رنگا ہوا کپڑا احرام کے لئے جائز نہیں۔

وضو اور غسل میں کیا کہنا چاہئے اور کپڑا پہنتے وقت کی دعا کیا ہے؟ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، پھر دو رکعت نماز پڑھے اور نماز کے اذکار بھی پہلے آچکے ہیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ”قل یا ایہا الکافرون“ اور دوسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھنا مستحب ہے، نماز سے فراغت کے بعد جو بھی چاہے دعا کرے اور نماز کے بعد کی دعاؤں اور اذکار کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہے۔

پھر جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو دل سے احرام کی نیت کرے، زبان سے کہہ کر اس کی تائید کرنا مستحب ہے، لہذا نیت کرتے ہوئے یوں کہے:

نَوَيْتُ الْحَجَّ وَآخَرَمْتُ بِهِ لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ، لَيْسَكَ اَللّٰهُمَّ الْخ
میں نے حج کی نیت کی اور اللہ عزوجل کے واسطے میں نے حج کے لئے
احرام باندھا، پھر پورا تلبیہ کہے۔

دل سے نیت کرنا واجب اور زبان سے اس کا ادا کرنا سنت ہے، لہذا اگر دل کی نیت پر اکتفا کرے تو کافی ہے، (دل سے نیت کئے بغیر) اگر صرف زبانی نیت پر اکتفا کرے تو یہ درست نہیں ہوگا، امام ابوالفتح سلیم بن ایوب رازی فرماتے ہیں کہ (نیت کے مذکورہ الفاظ کے علاوہ) اگر یہ بھی کہے تو بہتر ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَحْرَمَ نَفْسِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشْرِيْ وَلَحْمِيْ
وَِدَمِيْ. (۱)

اے اللہ تیرے ہی واسطے میرے نفس، میرے بال، میری کھال، اور
میرے گوشت و خون نے احرام باندھا ہے۔

دیگر علماء نے یہ کہنا بھی بہتر سمجھا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ نَوَيْتُ الْحَجَّ فَاعِنِّيْ عَلَيْهِ، وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ
اے اللہ میں نے حج کی نیت کی ہے، (اس کی ادا کیگی پر) تو میری

اعانت فرما اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔

پھر تلبیہ کہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ
النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ ، لَا شَرِيكَ لَكَ .

حاضر ہوں ، اے اللہ حاضر ہوں ، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں
بیشک ساری تعریفیں اور رحمتیں تیرے ہی لئے ہیں ، اور ساری بادشاہی
بھی ، تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہی رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے۔ اگر حج کا احرام ہے تو پہلا تلبیہ اس طرح کہنا
مستحب ہے ”لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِحُجَّةٍ“ اور اگر عمرہ کا احرام ہے تو پہلا تلبیہ اس طرح کہے ”لَبَّيْكَ
بِعُمْرَةٍ“ تلبیہ میں حج یا عمرہ کا ذکر اس کے بعد دوبارہ نہ کرے ، یہی صحیح و مختار مذہب ہے۔

یاد رکھیں کہ تلبیہ کہنا سنت ہے ، لہذا اگر کوئی اسے ترک کر دے تو اس کا حج یا عمرہ درست
ہو جائے گا ، اس کی تلافی کے لئے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہیں ، مگر بہت بڑی فضیلت کو ترک
کر نیوالا اور رسول اللہ ﷺ کی اقتدار و اتباع کا تارک ہوگا ، یہی شوافع کا مسلک اور مشہور علماء کا
مذہب ہے۔

بعض علماء شوافع نے اسے واجب اور بعض نے حج کی صحت کے لئے شرط قرار دیا ہے
، مگر پہلا قول ہی صحیح ہے (کہ یہ سنت ہے) اور (واجب نہ ہونے کے باوجود) رسول اللہ ﷺ کی
اقتدار و اتباع کی خاطر ، نیز علماء کے اختلاف سے بچنے کے لئے تلبیہ کی پابندی کرنا از حد ضروری و
مستحب ہے۔

اور اگر کسی دوسرے کی طرف سے احرام باندھ رہا ہے تو نیت کرتے ہوئے یوں کہے:

نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاجَرَمْتُ بِهِ لِلّٰهِ تَعَالٰی ، عَنْ فُلَانٍ ، لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ
عَنْ فُلَانٍ .

میں نے حج کی نیت کی اور حج کا احرام اللہ کے واسطے فلاں شخص کی

طرف سے باندھا ہے۔

پھر تلبیہ میں ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ“ کے بعد اس شخص کا نام لے اور باقی تلبیہ اسی طرح کہے جس طرح اپنے لئے احرام باندھنے کی صورت میں کہتا ہے۔

(فصل)

تلبیہ کے بعض احکام:

تلبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا، اپنے اور دوسروں کے لئے دنیا و آخرت کی دعا کرنا، اللہ رب العزت سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرنا اور جہنم سے پناہ مانگنا مستحب ہے اور ہر حال میں خواہ بیٹھا ہو، کھڑا ہو، چل رہا ہو، سواری پر ہو، لیٹا ہو، سواری سے اتر رہا ہو، رواں دواں ہو، ٹھہرا ہوا ہو، محدث (بلا وضو) ہو، جنبی (ناپاکی کی حالت میں) ہو، حیض و نفاس سے ہو، ہر حال میں بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

نیز حالتوں کی تبدیلی، جگہ کی تبدیلی، اوقات کی تبدیلی مثلاً صبح و شام کی آمد، وقت سحر، ساتھیوں کے اجتماع اٹھتے بیٹھتے چڑھتے اترتے، سوار ہوتے اور پڑاؤ رکھتے، نمازوں کے بعد، تمام مساجد میں اور دیگر اوقات و احوال میں بھی تلبیہ کہتے رہنا مستحب ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ طواف و سعی کی حالت میں تلبیہ نہ کہے، کیونکہ طواف و سعی کے اذکار علاحدہ مخصوص ہیں اور مستحب ہے کہ تلبیہ میں آواز اتنا بلند کرے جس سے دوسروں کو الجھن یا پریشانی نہ ہو، عورتوں کے لئے آواز بلند کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے، اور مستحب ہے کہ ہر تلبیہ کو ہر بار کم از کم تین مرتبہ دہرائے اور اسے متواتر پے درپے کہے اس کے درمیان بات چیت یا کسی اور چیز کے ذریعہ فصل پیدا نہ کرے، اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دے مگر اس حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے اور کوئی ناپسندیدہ چیز اس دوران نظر آئے تو رسول اللہ ﷺ کی اقتدار و اتباع کرتے ہوئے یہ کہے:

لَبَّيْكَ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ. میں حاضر ہوں، جینا تو دراصل آخرت کا جینا ہے۔

تلبیہ مسلسل کہتے رہنا مستحب ہے، تا آنکہ قربانی کے دن (یوم النحر) جمرہ عقبی (بڑا شیطان) کو کنکری مارے یا طوافِ افاغہ کرے، (حج کا طواف، طوافِ زیارت، اگر اسے کنکری مارنے پر مقدم کر رہا ہو تو) جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی ابتداء کرے (کنکری مارنے کی یا طوافِ زیارت کی) تو شروع کرتے ہی تلبیہ بند کر دے اور تکبیر (اللہ اکبر) میں مشغول ہو جائے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں عمرہ کرنے والا رکنِ یمانی کے استلام تک تلبیہ کہے۔

[فصل]

مکہ کے حدودِ حرم میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

محرم جب مکہ کے حدودِ حرم میں پہنچے تو بہتر ہے کہ یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ هَذَا حَرَمُكَ وَ اَمْنُكَ فَحَرِّمْْنِيْ عَلٰى النَّارِ وَ اَمْنِيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَاءِكَ وَ اَهْلِ طَاعَتِكَ

اے اللہ یہ تیرا حرم اور تیرا مقام امن ہے، لہذا تو مجھے آگ پر حرام کر دے اور جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے ولیوں اور اطاعت گزاروں میں سے بنا۔

پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(فصل)

کعبہ پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا:

جب مکہ میں داخل ہو اور اس کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑے اور وہ مسجدِ حرام میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ اپنا دونوں ہاتھ اٹھا کر کوئی دعا کرے (حدیث میں) آیا ہے کہ کعبہ پر نظر پڑتے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے، اور اس وقت یہ دعا بھی کہے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيْمًا وَتَكْرِيْمًا وَمَهَابَةً ،
وَزِدْ مَنْ شَرَفَهُ وَكَرَّمَهُ وَعَظَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوْ اَعْتَمَرَهُ تَشْرِيفًا
وَتَكْرِيْمًا وَتَعْظِيْمًا وَبِرًا .

اے اللہ تو اس گھر کی عزت، عظمت، کرامت اور اس کے رعب و دبدبہ
میں اضافہ فرما، اور حج و عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی تعظیم و تکریم
کرے اس کی عزت اور تعظیم و تکریم اور نیکی و خیر میں اضافہ فرما۔

پھر یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ، وَمِنْكَ السَّلَامُ ، حَيَّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ .
اے اللہ تو سلام ہے، (السلام تیرا نام ہے) تجھ ہی سے سلامتی ہے،
میرے پروردگار مجھے سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

اس کے بعد دنیا و آخرت کی بھلائی کے متعلق جو چاہے دعا کرے اور مسجد حرام میں
داخل ہوتے ہوئے وہی دعا کرے جو عام مساجد میں داخل ہونے کے وقت کہی جاتی ہے جس کا
ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے۔

(فصل)

طواف کی دعائیں:

حجر اسود کے پہلے استلام اور ابتدائے طواف کے وقت یہ دعا مستحب ہے:
بِاسْمِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِيْقًا بِكِتَابِكَ
، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ ، وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ، تجھ پر
ایمان رکھتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے
وعدے کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے

ہوئے۔

پھر ہر طواف میں ہجر اسود کے سامنے آنے کے وقت اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے اور پہلے تین چکر کے رمل میں (اکڑ کر چلنے میں) یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَ ذَنْبًا مَغْفُورًا وَ سَعْيًا مَشْكُورًا
اے اللہ تو اسے حج مبرور بنا گناہوں کو بخشا ہوا بنا اور مقبول سعی بنا۔

اور طواف کے باقی چار چکروں میں یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ، اِنَّكَ اَنْتَ
الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ فِی
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ تو (مجھے) بخش دے رحم فرما اور (ان تمام خطاؤں کو) معاف فرما جسے تو جانتا ہے، بیشک تو بڑا عزت و عظمت والا ہے، اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور مجھے نار جہنم کے عذاب سے بچالے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طواف میں کبھی جانے والی سب سے محبوب دعا، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةٌ الْخ ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ طواف میں یہ دعا کہنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ دوران طواف دنیا و آخرت کے بارے میں جو اسے پسند ہو دعا کرے اور اگر ایک شخص دعا کرے اور پوری جماعت اور دوسرے لوگ اس پر آمین کہیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ حضرت حسنؑ سے منقول ہے کہ یہاں پندرہ مقامات پر دعائیں قبول ہوتی ہیں:

(۱) دوران طواف (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب رحمت کے نیچے (۴) خانہ کعبہ کے اندر (۵) چاہ زمزم کے پاس (۶) کوہ صفا کے اوپر (۷) مروہ کے اوپر (۸) معسیٰ یعنی سعی کے مقام پر (۹) مقام ابرہیم کے پیچھے (۱۰) میدان عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منیٰ میں (۱۳)

جرمہ اولی کے پاس (۱۴) جرمہ وسطی کے پاس (۱۵) جرمہ عقبہ کے پاس۔

امام شافعی اور جمہور شوافع کا مذہب ہے کہ طواف کے اندر قرآن کی تلاوت مستحب ہے، کیونکہ طواف بمقام ذکر ہے، اور سب سے افضل ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔

البتہ علماء شوافع میں ابو عبد اللہ الحلیسی کا اختیار کردہ قول یہ ہے کہ طواف میں قرآن کی تلاوت مستحب نہیں، مگر پہلا قول ہی درست ہے۔

کچھ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت غیر ماثور دعاؤں سے افضل ہے، البتہ ماثور دعائیں تلاوت قرآن سے صحیح قول کے مطابق افضل ہے، بعض حضرات نے تلاوت قرآن کو ماثور دعاؤں سے بھی افضل کہا ہے۔

شیخ ابو محمد جوینی فرماتے ہیں کہ موسم حج میں پورا قرآن طواف میں ختم کرنا بہتر ہے، اس سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

جب طواف اور دو رکعت نماز طواف سے فارغ ہو تو جو بہتر سمجھے دعا کرے اور اس وقت کی ماثور دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ اَتَيْتُكَ بِذُنُوبٍ كَثِيْرَةٍ وَاَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ، وَهٰذَا مَقَامُ الْعَاثِلِيْنَ مِنَ النَّارِ، فَاعْفِرْ لِيْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

اے اللہ، میں تیرا بندہ تیرے بندہ کا لڑکا ہوں، ڈھیر سارے گناہ اور بہت سے برے اعمال لیکر تیرے پاس آیا ہوں، اور یہ جہنم سے تیری پناہ لینے والوں کا مقام ہے، لہذا تو مجھے بخش دے، بیشک تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ملترم کی دعا :

(ملترم خانہ کعبہ کا دروازہ اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ ہے)

پہلے گزر چکا ہے کہ اس جگہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس جگہ کی ماثور دعا یہ ہے، (ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں)

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يُوَافِي نِعَمَكَ ، وَيُكَافِي مَزِيدَكَ ،
أَحْمَدُكَ بِجَمِيعِ مُحَامِدِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَعَلَى
جَمِيعِ نِعَمِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَعَلَى كُلِّ حَالٍ ،
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، اللَّهُمَّ اَعِزَّنِي
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، وَاعِزَّنِي مِنْ كُلِّ سُوءٍ وَقِنِي بِمَا
رَزَقْتَنِي ، وَبَارِكْ لِي فِيهِ ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ أَكْرَمِ وَفِدِكَ
عَلَيْكَ ، وَآكِرِ مَنْ سَبِيلَ الْإِسْتِقَامَةِ حَتَّى الْفَاكِ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ .

اے اللہ تیرے ہی لئے حمد ہے ایسا حمد جو تیری نعمتوں کے برابر اور تیری
طرف سے مزید دئے جانے کے ہم پلہ ہو، میں تیری تعریف ان تمام
حمدوں کے ذریعہ کرتا ہوں جس کا مجھے علم نہ ہو سکا تیری ان تمام نعمتوں
پر جس کا مجھے علم ہوا اور اسے ہم نہیں جان سکے، اور تیری ہم تعریف
کرتے ہیں ہر حال میں، اے اللہ تو رحمت و سلامتی نازل فرما محمد ﷺ پر
اور محمد کے آل پر، اے اللہ تو مجھے مردود شیطان سے اپنی پناہ دے، اور
ہر برائی سے تو اپنی پناہ دے، اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس پر مجھے
قانع بنا اور اس میں برکت عطا فرما، اے اللہ، تیرے پاس آنے والے
وہدوں میں مجھے سب سے افضل لوگوں میں سے بنا، اور استقامت کی
راہ پر باقی رکھ کر مجھ پر مہربانی فرما، یہاں تک کہ میں آپ سے روز

قیامت ملوں، اے سارے جہانوں کے پروردگار۔
پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(فصل)

حجر اسود کے پاس کی دعا :

”حجر“ حار کے زیر اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے اور یہ بیت اللہ کا جز ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس جگہ دعا قبول کی جاتی ہے، اس جگہ کی ماثور دعا یہ ہے:

يَا رَبِّ، اَتَيْتُكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ مُؤَمِّلًا مَعْرُوفَكَ فَاَنْلِنِي مَعْرُوفًا
مِنْ مَعْرُوفِكَ تُغْنِنِي بِهِ عَنْ مَعْرُوفٍ مِنْ سِوَاكَ، يَا مَعْرُوفًا
بِالْمَعْرُوفِ

اے میرے پروردگار میں دور دراز مقام سے تیرے پاس آیا ہوں
تیرے حسن سلوک کی امید لے کر، تو اپنے احسانات میں سے ہمیں بہتر
عطا فرما، جو تیرے احسان کے ماسوا دوسروں کے احسان و بھلائی سے
مجھے بے نیاز کر دے اے بھلائی و احسانات سے معروف۔

(فصل)

خانہ کعبہ کے اندر کھڑی جانے والی دعا :

پہلے آچکا ہے کہ اس کے اندر دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

۵۴۵- سنن نسائی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو سیدھے اس مقام کو آئے جو آپ کے سامنے یعنی خانہ
کعبہ کا پچھلا حصہ تھا، پھر آپ نے اس پر اپنی پیشانی اور اپنا رخسار رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان
کی، اور اللہ سے سوال و استغفار کیا، پھر پیچھے ہٹ کر اس کے ہر گوشہ کے پاس گئے، آپ اس کا

استقبال تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الہ الا اللہ) تسبیح (سبحان اللہ) اور اللہ عز و جل کی حمد
اثنا اور سوال و استغفار سے کرتے تھے پھر آپ باہر نکل آئے۔ (۱)

(فصل)

صفا و مروہ کے درمیان سعی کی دعا :

پہلے گزر چکا ہے کہ سعی کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے، صفا پر طویل قیام کرنا (دیر تک
رکنا) اور کعبہ کا استقبال کرنا سنت ہے، اس جگہ تکبیر کہے، دعا کرے پھر یہ کہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ
اَكْبَرُ عَلٰی مَا هَدَاَنَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ يُحْيٰی وَيُمِیْتُ،
بِيْدِهٖ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَنْجَزْ
وَعْدَهٗ وَنَصْرَ عِبْدِهٖ، وَهَزِمِ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ،
اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ، اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَّكُمْ (المومن: ۶۰) وَاِنَّكَ
لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، وَاِنِّیْ اَسْأَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ
لَا تُنْزِعَنِّیْ عَنْهُ مِنْیْ حَتّٰی تَتَوَقَّأَنِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ.

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے
لئے ساری تعریفیں ہیں، اللہ کی بڑائی ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت دی،
اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں فضیلت و فوقیت
بخشی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں،
اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہے، وہی زندہ کرتا

اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا اسی نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے دین میں اخلاص کے ساتھ خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار لگے، اے اللہ بیشک تو نے کہا ہے ”مجھے پکارو میں تیری پکار کو قبول کروں گا“ اور تو وعدہ خلائی نہیں کرتا، اور جیسا کہ تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دیدی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے مجھ سے مت سلب فرما یہاں تک کہ میری موت آئے اور میں مسلمان ہی رہوں۔

اس دعا کے مختلف حصے حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔ (۱)

پھر دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا کرے اور اس ذکر و دعا کا تین بار اعادہ کرے اس دوران تلبیہ نہ کہے، جب مروہ کو پہنچے تو اس کے اوپر چڑھے اور وہی دعا واذا کار کہے جسے اس نے صفا کی پہاڑی پر کہا تھا۔

۵۴۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ کوہ صفا پر یہ دعا چڑھا کرتے تھے،

اَللّٰهُمَّ اَعِصْمْنَا بِدِينِكَ وَطَوَاعِيَتِكَ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِكَ ،
وَجَنِّبْنَا حُدُوْدَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا نَجِيْبَكَ وَنُجْبُ مَلَائِكَتِكَ
وَانْبِيَاكَ وَرَسُوْلِكَ ، وَنُجْبُ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنَا
اِلَيْكَ وَاِلَى مَلَائِكَتِكَ وَاِلَى اَنْبِيَائِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاِلَى عِبَادِكَ
الصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لَنَا الْيُسْرَى وَجَنِّبْنَا الْعُسْرَى ،
وَاعْفِرْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاَوَّلَى ، وَاجْعَلْنَا مِنْ اُمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ .

اے اللہ تو اپنے دین کے ساتھ اپنی اطاعت کے ساتھ اور اپنے رسول

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم ۲۱۸، سنن ابی داؤد: ۱۹۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۳، مستدرک دارمی: ۳۶۷۳

کی اطاعت کے ساتھ میری حفاظت فرما اور اپنے حدود کو توڑنے سے مجھے بچا، اے اللہ تو مجھے اپنے سے محبت کرنے والا اپنے فرشتے سے محبت کرنے والا اور اپنے انبیاء اور رسولوں سے محبت کرنے والا اور اپنے نیک بندوں سے محبت کرنے والا بنا، اے اللہ تو مجھے اپنے فرشتوں کا اپنے انبیاء و رسول کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنا، اے اللہ تو آسانی و سہولت کو میرے لئے آسان فرما اور سختی و تنگی سے مجھے بچا لے، اور دنیا و آخرت میں میری بخشش فرما دے اور مجھے ائمہ متقین میں سے بنا۔

صفا و مردہ کے درمیان آتے جاتے ہوئے یہ کہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنْتَ
الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ
حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .

اے میرے پروردگار تو مغفرت فرما اور رحم فرما، اور میرے جن گناہوں کا تجھے علم ہے ان گناہوں سے درگزر فرما، بیشک تو بڑا عزت و شرف اور تعظیم و تکریم والا ہے، اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

(اس اثر کی تخریج سعید بن مفصور نے بسند صحیح اپنی سنن میں حضرت ابن عمر سے کی ہے)

سعی کے دوران اور ہر مقام پر پسندیدہ دعا یہ ہے:

اللَّهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ (۱)

اے اللہ، اے دلوں کو پھیرنے والے، تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبه کیف شاء کہ مومن کا دل اللہ کے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ اسے جس طرح چاہتا پھیرتا ہے، اور یہ دعا بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مُوَجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَغَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ
وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ
وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ.

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے قطعی اسباب اور تیری مغفرت کے پختہ وسائل طلب کرتے ہیں اور ہر گناہ سے سلامتی اور ہر نیکی کی دولت مانگتے ہیں اور جنت تک رسائی اور دوزخ کی آگ سے نجات کی دعا کرتے ہیں۔

(یہ حدیث نمبر ۵۴۶ پر گزر چکی ہے، اور آگے بھی حدیث نمبر ۱۱۶۸ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتَّقٰی وَالعَفَاةَ وَالعِزِّی
اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پارسائی اور مخلوق سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔

(یہ دعا بھی حدیث نمبر ۱۹۹ پر گزر چکی ہے اور آگے نمبر ۸۶۴ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

اے اللہ تو میری مدد فرما اپنا ذکر کرنے اور اپنا شکر ادا کرنے پر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر۔

(یہ دعا بھی حدیث نمبر ۱۹۹ پر گزر چکی ہے اور آگے ۸۶۴ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ

(۱) سنن ترمذی: ۴۱۳۰ وقال حدیث حسن، عن انس، وام سلمہ، نسائی نے اس کی تخریج حضرت عائشہؓ سے، اور حاکم نے

حضرت جابرؓ سے اور امام احمد نے ام سلمہؓ سے کی ہے

وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَأَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ
أَوْ عَمَلٍ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ
عَمَلٍ .

اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی خیر و خوبی جلد آنے والی بھی اور دیر میں آنے
والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو میں نہیں جانتا وہ بھی طلب کرتا
ہوں اور میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر قسم کے شر سے جو جلد آنے والا ہو اس
سے بھی اور جو دیر میں آنے والا ہو اس سے بھی اور میں جو جانتا ہوں اس
سے بھی اور جو میں نہیں جانتا ہوں اس سے بھی، اور میں تجھ سے سوال کرتا
ہوں جنت کا اور ہر اس قول یا عمل کا جو مجھے جنت سے قریب تر
کر دے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول و عمل
سے جو مجھے جہنم سے قریب تر کر دے۔

(بیہد عار آگے بھی حدیث نمبر ۱۱۶ پر آئیگی)

اس وقت قرآن کی تلاوت کرنا زیادہ بہتر و افضل ہے، مناسب ہے کہ ان دعاؤں کے
ساتھ دیگر اذکار اور تلاوت قرآن کا بھی اہتمام کرے، البتہ اگر کسی ایک پر اکتفا کرنا چاہے تو جو
اہم ہے اسی پر اکتفا کرے۔

(فصل)

مکہ سے عرفات جاتے وقت کی دعا:

مکہ مکرم سے جب منی کی طرف روانہ ہو تو مستحب ہے کہ یہ دعا کرے:
اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُجُوْا ، وَلَكَ اَدْعُوْا ، فَبَلِّغْنِيْ صَالِحَ اَمَلِيْ ،
وَاعْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ ، وَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَهْلِ
طَاعَتِكَ ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ،

اے اللہ میں تجھ ہی سے لولگاتا ہوں، اور تجھ ہی سے دعا کرتا ہوں، تو مجھے صالح تمناؤں تک پہنچا دے (میری نیک خواہشات پوری فرما دے) اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اس طرح احسان فرما جس طرح، تو نے اپنے فرمانبرداروں پر احسانات کئے ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(حافظ ابن حجر نقل کرتے ہیں کہ بعض علماء نے اس دعا کی تحسین و تعریف کی ہے، اور یہ اچھی بات ہے مگر اس کی (حدیث میں) کوئی اصل نہیں، اس کے بعد آگے آنے والی دعائیں بھی اسی طرح باعتبار ثبوت کے بے اصل ہیں) اور جب منی سے عرفات کے لئے روانہ ہو تو یہ دعا کہ:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ ، وَوَجْهَكَ الْكَرِيْمُ اَرَدْتُ ، فَاجْعَلْ
ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا ، وَحُجَّتِيْ مَبْرُوْرًا ، وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ اِنَّكَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

اے اللہ، میں نے تیری ہی طرف رخ کیا ہے اور تیرے ہی روئے کریم کا قصد کیا ہے، تو میرے گناہوں کو بخشا ہوا بنا دے، اور میرے حج کو حج مبرور و مقبول بنا دے، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے مایوس مت کر، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس دوران تلبیہ بھی کہتا رہے، اور قرآن کی تلاوت بھی کرتا رہے، اور تمام اذکار و دعاؤں کا بکثرت و درود رکھے، اور یہ دعا بھی کرے:

اَللّٰهُمَّ اَتْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .
اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

(فصل)

عرفات کی مستحب دعائیں :

اذکار عید کے ضمن میں حدیث رسول پہلے گزر چکی ہے (نمبر ۵۰۰ پر) کہ سب سے بہتر دعاء یوم عرفہ کی دعاء ہے، اور سب سے بہتر ذکر جو میں نے اور مجھ سے پہلے کے انبیاء نے کیا ہے یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سارا حمد و ثناء ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لہذا عرفہ میں یہ ذکر بکثرت کرنا چاہئے اور خوب لگن و دل جمعی سے دعاء کرنی چاہئے، کیونکہ دعاء کے لئے یہ دن سال کے تمام دنوں سے افضل ہے، اور یہی وقوف عرفہ حج کا رکن عظیم اور مقصود و مطلوب ہے، لہذا انسان کو چاہئے کہ حتی المقدور اپنے آپ کو دعاء و اذکار اور تلاوت قرآن کے لئے فارغ کرے اور اس دن خود کو اسی کے لئے وقف کر دے۔ اور ہر طرح کے اذکار اور ہر قسم کی دعائیں کرے، اپنے لئے بھی کرے اور دوسروں کے لئے بھی، ہر جگہ اور ہر مقام پر کرے، تنہا بھی کرے اور جماعت کے ساتھ بھی، اپنے لئے، والدین کے لئے، رشتہ داروں کے لئے، علماء و مشائخ اور اساتذہ کے لئے، دوستوں اور ساتھیوں کے لئے (بیوی بچوں کے لئے، آباء و اجداد کے لئے) اور ان تمام لوگوں کے لئے دعاء کرے جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی کرے، اس میں غفلت و کوتاہی سے حد درجہ پرہیز کرے کیونکہ اس دن کا تدارک دیگر ایام کی طرح ممکن نہیں۔

دعاء میں ہم وزن الفاظ اور مرتب کلمات کی رعایت کا تکلف نہ کرے کیونکہ یہ دنوں کو مشغول کر دیتا اور عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع، اور افتقار و مسکنت کو دور کر دیتا ہے۔

اگر اعراب کی رعایت، جملوں کی ترتیب، اور تہج کی رعایت کے تکلف میں وہ نہ الجھ رہا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ ان دعاؤں کے علاوہ جو مسجع و مقفی دعائیں یا اذکار اسے یاد ہوں اس کے ذریعہ دعا کرے، سنت ہے کہ دھیمی آواز سے دعا کرے اور دل کی گہرائیوں سے پورے خلوص کے ساتھ تمام خلاف شرع باتوں سے توبہ و استغفار کا تلفظ کرے اور خوب گڑگڑا کر اور بار بار دہرا کر دعا کرے اور اس کی مقبولیت سے مایوس نہ ہو، دعا کی ابتداء بھی اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر کرے اور ختم بھی اس پر کرے اور کوشش کرے کہ دعا کے وقت با وضو و طاہر ہو اور قبلہ کا استقبال کئے ہوا ہو۔

۵۴۷- سنن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عرفہ کے دن مقام وقوف پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تر دعا یہ ہوتی تھی:

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي نَقُولُ وَخَيْرٌ أَمَّا نَقُولُ، اللَّهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي، وَآلِكَ مَا بَيْنِي وَكَ
رَبِّ تُرَائِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَاسَةِ
الصُّدُورِ، وَشَتَاتِ الْأُمُورِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِبُنِي
بِهِ الرِّيحُ (۱)

اے اللہ، تیرے ہی لئے تعریفیں ہیں، اس طرح جس طرح ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس طرح ہم کہتے ہیں اے اللہ تیرے ہی لئے میری نماز، میری عبادتیں میرا جینا اور میرا مرنا ہے، اور تیرے ہی پاس میرا اٹھکانا ہے، اور تیرے ہی لئے میری وراثت ہے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب اور سینے کے وسوسے اور معاملات میں انتشار و افتراق سے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس شر سے جسے ہوا میں لیکر آتی ہیں۔

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۳۰، وقال الترمذی، حدیث غریب ولیس اسنادہ بالقوی

اس جگہ بکثرت تلبیہ پڑھتے رہنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہنا، اور دعاء و ذکر میں خوب گریہ و زاری کے ساتھ محو ہو جانا مستحب ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں آنسو بہایا جاتا بغزٹیں معاف کی جاتیں، اور مرادیں پوری ہونے کی امید کی جاتی ہیں، بلاشبہ یہ نہایت عظیم مقام و قوف، اور بلند پایہ بابرکت اجتماع ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے صالحین و مخلصین بندے اور لوگوں کے برگزیدہ حضرات یکجا ہوتے ہیں، اور یہ دنیا کے دیگر اجتماعات کے بہ نسبت نہایت عظیم و مقدس اجتماع ہے۔ اس مقام پر کی جانے والی دعاؤں میں چند پسندیدہ دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ، وَوَقْنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّى ظَلَمْتُ نَفْسِى ظُلْمًا كَثِيْرًا وَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الدُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاغْفِرْ لِىْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَاَرْحَمْنِى اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

اے اللہ بیشک میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے، اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا، لہذا اپنے پاس سے خاص مغفرت کے ذریعہ تو مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما، بیشک تو بڑا مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ مَغْفِرَةً تُصْلِحْ بِهَا شَاْئِىْ فِى الدَّارَيْنِ، وَاَرْحَمْنِى رَحْمَةً اُسْعِدْ بِهَا فِى الدَّارَيْنِ، وَتُبْ عَلٰى تَوْبَةٍ نَّصُوْحًا لَا اَنْكَبْتُهَا اَبَدًا، وَالزَّمْنِى سَبِيْلَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا اَزِيْعُ عَنْهَا اَبَدًا.

اے اللہ تو مجھے اپنی مغفرت کے ذریعہ بخشش عطا فرما جس سے دونوں

جہاں میں میرے امور کی اصلاح کر دے، اور مجھ پر ایسا رحم فرما کہ جس سے میں دونوں جہاں کی سعادت پاسکوں، اور تو میری ایسی پختہ توبہ قبول فرما جسے میں کبھی نہ توڑ سکوں، اور مجھے راہ استقامت پر اس طرح لگا دے کہ میں اس سے کبھی نہ مڑ سکوں۔

اللَّهُمَّ انْقِلِبْ لِي مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِيَةِ إِلَى عِزِّ الطَّاعَةِ، وَاعْزِئْ بِي بِحِلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ، وَنُورِ قَلْبِي وَقَبْرِي وَاعْزِلْنِي مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ وَاجْمَعْ لِي الْخَيْرَ كُلَّهُ.

اے اللہ تو مجھے معصیت کی ذلت سے اطاعت کی عزت کی طرف منتقل فرما دے، اور اپنے حلال کے ذریعہ حرام سے، اور طاعت کے ذریعہ نافرمانی سے اور اپنے فضل کے ذریعہ غیروں سے مجھے بے نیاز کر دے، اور میرے دل اور میری قبر کو منور کر دے، اور مجھے ہر طرح کے شر سے اپنی پناہ دے اور ہر طرح کی خیر و اچھائی میرے لئے جمع فرما دے۔

(فصل)

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف کوچ کرتے وقت کی مستحب دعائیں:

پہلے گزر چکا ہے کہ ہر مقام پر بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے، اور یہ مقام اس میں سب سے اہم و مؤکد ہے، اس وقت بکثرت قرآن کی تلاوت کرنا خصوصاً مندرجہ ذیل دعا کرنا مستحب ہے۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ (اسے بار بار دہرائے پھر کہے):

إِلَيْكَ اللَّهُمَّ ارْغَبْ، وَإِيَّاكَ أَرْجُو فَتَقَبَّلْ نُسُكِي وَوَفِّقْنِي وَارْزُقْنِي فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ أَكْثَرَ مَا أَطْلُبُ، وَلَا تُخَيِّبْنِي، إِنَّكَ

أَنْتَ اللَّهُ الْجَوَادُ الْكَرِيمُ

اے اللہ میں تیری ہی طرف مائل ہوتا ہوں تجھ ہی سے لو لگتا ہوں، اس لئے تو میری عبادت کو قبول فرما، مجھے توفیق دے، اور جتنا میں طلب کر رہا ہوں اس سے بڑھ کر مجھے اس کے اندر خیر عطا فرما، اور تو مجھے مایوس مت کر بیشک تو ہی اللہ ہے جو بڑا بخشنے والا اور کریم ہے۔

یہ رات عید کی رات ہے، اور اس کے اذکار عید کے اذکار کے ضمن میں نماز و اذکار کے ساتھ شب بیداری کی فضیلت کے بیان میں گزر چکا ہے۔

حاجیوں کے لئے اس رات کی فضیلت کے علاوہ، اس مقام کی فضیلت حرم و احرام، اجتماع حجاج، اس عظیم عبادت کا صلہ، اور ان مبارک دعاؤں کی فضیلت بھی یکجا و شامل ہو گئی ہے، جو ان مقامات پر کی جاتی ہیں۔

(فصل)

مشعر حرام اور مزدلفہ کی مستحب دعائیں :

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ،
وَادْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ، وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّالِّينَ

(البقرہ: ۱۹۸)

جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الہی کرو اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔

اس لئے اس شب میں مزدلفہ کے اندر کثرت سے دعاء، ذکر الہی، تلبیہ اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے کیونکہ یہ عظیم و بابرکت شب ہے۔ اس شب میں کی جانے والی دعاؤں میں سے

ایک یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اَنْ تَرْزُقْنِیْ فِیْ هٰذَا الْمَكَانِ جَوَامِعَ
الْخَيْرِ كُلِّهِ وَاَنْ تُصَلِّحَ شَأْنِیْ كُلَّهُ وَاَنْ تُصَرِّفَ عَنِّی الشَّرَّ كُلَّهُ
فَاِنَّهُ لَا یَفْعَلُ ذٰلِكَ غَیْرُكَ وَلَا یَجُودُ بِهِ اِلَّا اَنْتَ .

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اس مقام پر مجھے تمام خیر کا
نچوڑ عطا فرمادیں اور میرے تمام احوال کو درست فرمادیں اور تمام شر کو
مجھ سے دور فرمادیں کیونکہ یہ تیرے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا اور اس کی
سزاوت صرف تو ہی کر سکتا ہے۔

اس دن صبح کی نماز اول وقت میں پڑھے، اول وقت ہی میں اسے ادا کرنے کی حد درجہ
کوشش کرے، پھر مشر حرام کی طرف روانہ ہو جائے مشر حرام مزدلفہ کے آخری حصہ میں ایک
چھوٹی سی قُزَح نامی پہاڑی کے قریب ہے اگر اس پر چڑھنا ممکن ہو تو اس پر چڑھے ورنہ اس کے
نیچے ہی قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے وقوف کرے دوران اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے
اور تکبیر و تہلیل کرے اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی تسبیح بیان کرے اور بکثرت تہلیل پڑھے اور
دعا میں کہے اس جگہ یہ دعائیں بھی مستحب ہے:

(۱) اَللّٰهُمَّ كَمَا وَفَّقْتَنَا فِيْهِ ، وَاَرْبَتَنَا اِيَّاهُ فَوَقِّفْنَا لِدُكْرِكَ كَمَا

هَدَيْتَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَقَوْلِكَ

الْحَقُّ . فَاِذَا اَفْضَيْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ

الصّٰلِحِيْنَ ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (البقرہ: ۱۹۹/۱۹۸)

اے اللہ جس طرح تو نے مجھے اس جگہ ٹھہرایا ہے اور مجھے اس
کی زیارت کرایا ہے تو مجھے اپنے ذکر کی توفیق اس طرح دے جس طرح

تو نے مجھے ہدایت دی اور میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما جس طرح
تو نے اپنے قول کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے کہ
جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الہی کرو اور اس کا ذکر
کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے حالانکہ تم اس سے پہلے راہ
بھولے ہوئے تھے پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا
مہربان ہے۔

اور یہ دعا بھی کثرت سے کرتا رہے:

(۲) رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ۔ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت
میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے۔

اور یہ دعا بھی مستحب ہے:

(۳) اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ ، وَلَكَ الْكَمَالُ كُلُّهُ ، وَلَكَ الْجَلَالُ
كُلُّهُ وَلَكَ الْقُدُّيسُ كُلُّهُ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جَمِيعَ مَا سَلَفْتُهُ ،
وَاعْصِمْنِيْ فِيمَا بَقِيَ وَارْزُقْنِيْ عَمَلًا صَالِحًا تَرْضٰى بِهِ عَنِّيْ
يَا ذَا الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

اے اللہ ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں سارا کمال تیرے ہی لئے
ہے سارا جلال تیرے ہی لئے ہے، ساری تقدیس و پاکی تیرے ہی
لئے ہے، اے اللہ تو میرے تمام سابقہ گناہوں کو بخش دے اور جو آگے
باقی بچا ہے اس میں میری حفاظت فرما اور اے فضل عظیم کے مالک مجھے
اپنے نیک عمل کی روزی عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَشْفِعُ بِكَ بِخَوَاصِّ عِبَادِكَ ، وَ اَتَوَسَّلُ

بِكَ إِلَيْكَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَرْزُقَنِي جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَأَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهِ عَلَيَّ أَوْلِيَاءِكَ، وَأَنْ تُصَلِّحَ حَالِي فِي الْآخِرَةِ وَالْدُّنْيَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

اے اللہ میں تیرے خاص بندوں کے ذریعہ تجھ سے شفاعت طلب کرتا ہوں، اور تجھ ہی سے تیرا وسیلہ پکڑتا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر طرح کے خیر کا خلاصہ عطا فرما، اور مجھ پر ان چیزوں کے ذریعہ احسان فرما جس کے ذریعہ تو نے اپنے ولیوں پر احسان کئے ہیں، اور اے ارحم الراحمین دنیا و آخرت میں تو میرے حال کی اصلاح فرما دے۔

(فصل)

مشعر حرام سے منی کی طرف کوچ کے درمیان کی مستحب دعائیں:

جب صبح روشن ہو جائے تو مشعر حرام سے منی کا رخ کرے، اور اس روانگی کا شغار اور خاص ذکر خوب خوب تلبیہ پڑھنا اور دعا کرنا ہے، اس وقت تلبیہ کا خاص اہتمام رکھے کیونکہ یہ اس کا آخری وقت ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد زندگی میں دوبارہ تلبیہ پڑھنا مقدر نہ ہو۔

(فصل)

قربانی کے دن منی میں کہی جانے والی دعائیں:

مزدلفہ سے رخصت ہو کر منی پہنچنے کے بعد یہ دعا مستحب ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَلَّغَنِيهَا سَالِمًا مُعَافًى، اَللّٰهُمَّ هَذِهِ مِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُهَا وَاَنَا عَبْدُكَ وَفِي قَبْضِكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهِ عَلَيَّ اَوْلِيَاءِكَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجَرْمَانِ، وَالْمَصِيْبَةِ فِيْ دِيْنِيْ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سلامتی و عافیت کے ساتھ یہاں (منی) پہنچا دیا، اے اللہ یہ منی ہے میں یہاں آیا ہوں، اور میں تیرا بندہ اور تیرے قبضہ قدرت میں ہوں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر احسان فرما جس کے ذریعہ تو نے اپنے ولیوں پر احسان کئے ہیں، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں محرومی اور اپنے دین میں ابتلا و آزمائش سے، اے رحم کرنے والوں میں خوب رحم کرنے والے۔

اور جب جمرہ عقبی (بڑا شیطان) کی رمی شروع کرے تو پہلے کنکری کے ساتھ ہی تبلیہ بند کر دے اور تکبیر کہنے میں مشغول ہو جائے، ہر کنکری پر تکبیر کہے، اس جگہ دعا کے لئے ٹھہرنا سنت نہیں ہے اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور (ہدی) ہے تو اسے ذبح یا نحر کرے، اور ذبح یا نحر کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاِلَيْكَ، تَقَبَّلْ مِنِّيْ .

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اور اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ تو رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کے آل و عیال پر، اور سلام بھی بھیج، اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیری ہی طرف جا رہا ہے تو اسے میری طرف سے قبول فرما۔

اور اگر کسی دوسرے کی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اسے اس طرح کہے: ”اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ“ اے اللہ اسے تو فلاں کی طرف سے قبول فرما لے۔ اور جب ذبح کے بعد سر منڈائے تو بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے کہ سر منڈاتے وقت اپنی پیشانی کے بال کو ہاتھ سے پکڑ کر تین بار تکبیر کہے پھر دعا کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا هَدَانَا ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا اَنْعَمَ عَلَيْنَا ، اَللّٰهُمَّ هِدْهُ نَاصِيَتِيْ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ ، اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْ لِي، وَلِلْمُحَلِّقِينَ وَالْمَقْصُرِينَ، يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ آمِينَ۔
 تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اس بات پر کہ اس نے ہمیں ہدایت دی
 اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس بات پر کہ اس نے ہم پر انعامات
 کئے، اے اللہ یہ میری پیشانی ہے، تو میری طرف سے قبول فرما، اور
 میرے گناہوں کو بخش دے، اے اللہ تو مجھے بھی بخش دے اور تمام خلق
 کرنے والوں اور قصر کرنے والوں کو بھی، اے وسیع مغفرت کرنے
 والے، آمین۔

اور جب سرمنڈا کر یا چھوٹا کر اگر فارغ ہو تو تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے:
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي قَضَىٰ عَنَّا سُكْنًا اللَّهُمَّ زِدْنَا إِيْمَانًا وَتَوْفِيقًا
 وَعَوْنًا وَاغْفِرْ لَنَا وَلِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَجَمِيعَ الْمُسْلِمِينَ
 أَجْمَعِينَ“

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہماری اس عبادت
 کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، اے اللہ تو ہمارے ایمان و یقین اور توفیق و
 دیکھری میں اضافہ فرما، اور ہماری اور ہمارے آبا و اجداد اور ماؤں اور
 تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما دیجئے۔
 (فصل)

ایام تشریق میں منی کے مستحب اذکار:

۵۳۸۔ صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت نبی شہداء الخیر الہدلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں
 کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى“ (۱)
 ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الہی کا دن ہے۔

لہذا یہاں کثرت سے ذکر و اذکار کرنا مستحب ہے، اور اس میں بھی سب سے افضل ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔ رومی کے دنوں میں ہر دن سنت ہے کہ جب حجرہ اولیٰ کی رومی کرے تو اس کے بعد استقبال قبلہ کرے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے، تکبیر و تہلیل کرے، اللہ کی تسبیح و پاکی بیان کرے پھر حضور قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے دعا کرے، اور سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے کے بعد وہاں پر ٹھہرا رہے (مگر ان دنوں ازدحام کی وجہ سے یہاں بالکل نہ ٹھہرنا ہی افضل ہے) اور حجرہ ثانیہ یا حجرہ وسطیٰ کے پاس بھی اسی طرح کرے، البتہ تیسرے حجرہ یعنی حجرہ عقبیٰ کے پاس بالکل نہ ٹھہرے۔

نوٹ : صحابی رسول پیشہ کا پورا نام ”نبیۃ الخیر بن عبد اللہ الہدنی“ ہے کچھ لوگوں نے ان کا نام عبشہ بن عمرو بن عوف ذکر کیا ہے، مروی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ کے پاس کچھ جنگلی قیدی تھے، تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یا تو آپ ان سے فدیہ لے لیں یا انہیں رہا کر کے ان پر احسان فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”امرت بخیر“ تو نے خیر کا مشورہ دیا ہے، تو نبیۃ الخیر ہے، اس وقت سے ان کا نام یہ پڑ گیا، امام مسلم نے ان سے یہ روایت نقل کیا ہے، امام بخاری نے ان کی روایت کی تخریج نہیں کی ہے، البتہ امام ترمذی ابوداؤد و نسائی وغیرہ نے ان کی روایت نقل کی ہے انہی سے مروی یہ حدیث بھی ہے ”مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحَسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ“ جس نے کسی پیالہ میں کھانا پھر اسے انگلیوں سے چاٹ لیا تو پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے :

(فصل)

حج سے فراغت کے بعد ذکر الہی کرتے رہنے کی تاکید :

منی سے کوچ کر جانے کے بعد اس کا حج پورا ہو جائے گا، اس کے بعد حج سے متعلق کوئی ذکر نہیں، البتہ ابھی وہ مسافر ہے، اس لئے مستحب ہے کہ وہ تکبیر و تہلیل، اور اللہ کی حمد و ثناء بزرگی و پاکئی، اور مسافروں والے دیگر اذکار بکثرت کرتا رہے۔ حالت سفر کے اذکار کا بیان آگے آئے گا۔

منی سے نکلنے کے بعد جب مکہ میں داخل ہوا اور عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اس عمرہ میں وہی تمام اعمال کرے جو اس نے حج میں کئے ہیں اور جو حج و عمرہ دونوں میں مشترک ہیں، یعنی احرام، طواف سعی اور حلق یا قصر۔

(فصل)

آب زمزم پیتے وقت کی دعا :

۵۴۹- حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مَاءُ زَمْزَمٍ

لِمَا شَرِبَ لَهُ، "زمزم کا پانی ان تمام مقاصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔ (۱)

یہ وہ حدیث ہے جس پر علماء و بزرگان دین کا ہمیشہ سے عمل رہا ہے، ان لوگوں نے بڑے بڑے مقاصد کے لئے اسے پیا تو مرادیں پوری ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اسے مغفرت یا بیماری سے شفا یابی کی نیت سے پیتا ہے تو پیتے وقت اس طرح دعا کرنا چاہئے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْرَبُ لِتَغْفِرْ لِّیْ وَلِتَفْعَلَ بِّیْ کَذَا وَ کَذَا (اس جگہ

مقصد کا خیال کرے) فَاغْفِرْ لِّیْ اَوْ اَفْعَلْ یا یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اَشْرِبْهُ

مُتَشَفِّیًا بِہٖ فَاشْفِیْ

اے اللہ میں اسے پی رہا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے، اور تو

(۱) دیکھیے: مستدرج: ۳/۳۵۷، ابن ماجہ: ۳۰۶۲، قال الحافظ: یہ حدیث غریب ہے مگر شواہد کی وجہ سے حسن درج کی ہے،

اس کے شواہد دیکھیں: شعب الایمان للبخاری: ۴۱۲۷، عن ابن عمر و الدارقطنی: ۸۹۲۳، عن ابن عباس

میرے ساتھ اس طرح کر (مقصد کا خیال کرے) اس لئے تو مجھے بخش دے، یا وہ کام کر دے، یا یوں کہے، اے اللہ میں اسے شفا یا بی کی غرض سے پی رہا ہوں، تو مجھے شفا دے۔
یا اسی طرح جو مقصد ہو اس کا خیال کر کے دعا کرے، واللہ اعلم۔
(فصل)

وداع یعنی رخصت ہوتے وقت کی دعا:

جب مکہ سے اپنے وطن جانے کے لئے نکلنے کا ارادہ کرے تو طواف وداع کرے پھر ملتزم پرا کر اس سے چٹ کر یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ الْبَيْتُ بَيْتُكَ، وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ،
حَمَلْتَنِيْ عَلٰی مَا سَخَّرْتَ لِيْ مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰى سَيَّرْتَنِيْ فِىْ
بِلَادِكَ، وَبَلَّغْتَنِيْ، بِرِعْمَتِكَ حَتّٰى اَعْتَنِيْ، عَلٰى قَضَاءِ
مَنَاسِكَكَ فَاِنْ كُنْتَ رَضِيتَ عَنِّيْ فَارْزُقْ عَنِّيْ رَحْمًا وَّ اَلَا فَمِنْ
اِلَآنَ قَبْلَ اَنْ يَّنَآءَ عَنْ بَيْتِكَ دَارِيْ، هَذَا اَوْ اَنْ اِنْصِرَافِيْ، اِنْ
اُذِنْتَ لِيْ غَيْرَ مُبَدِّلٍ بِكَ وَّلَا بَيْتِكَ، اَللّٰهُمَّ فَاصْحَبْنِيْ الْعَافِيَةَ
فِيْ بَدَنِيْ، وَالْعِصْمَةَ فِيْ دِيْنِيْ، وَاحْسِنْ مُنْقَلَبِيْ وَارْزُقْنِيْ
طَاعَتَكَ مَا اَبْقَيْتَنِيْ وَاجْمَعْ لِيْ خَيْرِيْ الْآخِرَةَ وَالدُّنْيَا، اِنَّكَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“

اے اللہ یہ گھر تیرا ہی ہے، اور یہ بندہ تیرا ہی غلام ہے، تیرے غلام کا لڑکا اور تیری کینہ کا لڑکا ہے، تو نے اپنی مخلوق میں سے اس سواری پر مجھے سوار کیا جسے تو نے میرے لئے مسخر کر دیا، یہاں تک کہ تو اسے اپنے شہر چلا کر لایا، اور اپنی نعمتوں کے سہارے مجھے یہاں پہنچا دیا حتیٰ کہ تو

نے اپنی عبادت کی ادائیگی کے لئے میری مدد کی، اگر تو مجھ سے راضی ہے تو اس رضا میں اضافہ فرما، اور اگر ایسا نہیں تو اسی وقت میرے گھر کا تیرے گھر سے دور ہونے سے قبل تو راضی ہو جا، یہ میری واپسی کا وقت ہے، اگر تو مجھے اس کی اجازت دے، میرے اندر تیرے یا تیرے گھر کے بارے میں تبدیلی آئے بغیر، اے اللہ تو میرے جسم کے ساتھ عافیت متعین کر دے، اور میرے دین کی حفاظت فرما، اور میری واپسی بہتر بنا اور مجھے جب تک باقی رکھ اپنی فرمانبرداری کی دولت عطا فرما، اور میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کر دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔

اور جیسا کہ دوسری دعاؤں کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے، اس دعا کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر کرے اور اسی پر دعا کو ختم کرے، اور اگر عورت حالت حیض میں ہو تو مسجد حرام کے دروازہ پر کھڑی ہو کر یہ دعا کرے پھر لوٹ کر وطن روانہ ہو جائے۔ واللہ اعلم

(فصل)

روضہ اطہر کی زیارت اور اس کے اذکار:

یاد رکھیں کہ ہر حاجی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جانا چاہئے خواہ اس کا راستہ ادھر سے ہو یا نہ ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہم ترین قربات اور سب سے نفع بخش کاوش اور سب سے افضل مرادوں میں سے ایک ہے، جب زیارت کے لئے چل پڑے تو راستہ میں کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے اور جب اس کی نگاہ مدینہ کے درختوں، جھاڑیوں، حرم، اور ہر اس شے پر پڑے جس سے مدینہ کی پہچان ہوتی ہو تو درود و سلام میں اور اضافہ کر دے، اور اللہ تعالیٰ سے زیارت رسول کی سعادت سے مستفید ہونے اور اس زیارت کی

وجہ سے دونوں جہاں میں سعادت حاصل ہونے کی درخواست کرے اور یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَاَرْزُقْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ
مُحَمَّدٍ صَلَّيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَهُ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ
طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَاَرْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِ.

اے اللہ ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور اپنے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت میں وہی رزق و توفیق عطا فرما جو
تو نے اپنے ولیوں اور اطاعت گزاروں کو دے ہیں، اور اے سوال
کئے جانے والوں میں سب سے برتر و بہتر تو میری مغفرت فرما اور مجھ
پر رحم فرما۔

اور جب مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہی دعا کرے جو دیگر مساجد میں
داخلے کے وقت کی جاتی ہے، اور جس کا ذکر شروع کتاب میں پہلے آچکا ہے۔

اور جب دور کھت تحیۃ المسجد پڑھنے قبر اطہر کے پاس آئے اس کا استقبال اس طرح
کرے کہ پشت قبلہ کی طرف ہو۔ قبر مبارک کی دیوار سے چار گز کے فاصلہ پر رہے، اور بلند
آواز کے بجائے دھیمی آواز میں صلاۃ و سلام پڑھے، اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا خَيْرَةَ اللّٰهِ مِنْ
خَلْقِهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا حَبِیْبَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا سَيِّدَ
الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِكَ
وَاصْحَابِكَ وَاَهْلِ بَيْتِكَ وَعَلٰی النَّبِیِّیْنَ وَسَائِرِ الصَّالِحِیْنَ،
اَشْهَدُ اَنْكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَذِیْتَ الْاِمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ،
فَبَرَكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰی رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهِ.

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، اے مخلوق میں اللہ کے سب
سے برگزیدہ آپ پر سلام، اے اللہ کے محبوب آپ پر سلام، اے

رسولوں کے سردار اور خاتم النبیین آپ پر سلام اور آپ کے آل و اولاد پر، آپ کے صحابہ پر، اور آپ کے اہل بیت پر اور تمام نبیوں اور صالحین پر سلام، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دیا، اور امت کو نصیحت کر دی، اللہ آپ کو ہماری طرف سے اس سے افضل و بہتر بدلہ عطا فرمائے جو اللہ کسی رسول کو ان کی امت کی طرف سے دیتے ہیں۔

اگر کسی دوسرے نے اسے سلام پیش کرنے کی وصیت یا فرمائش کی ہے تو وہ یوں کہے:

”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ“

اے اللہ کے رسول فُلاں ابن فُلاں کی طرف سے آپ پر سلام

پھر ایک گز کے بقدر اپنی داہنے جانب بٹے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرے اس کے بعد پھر ایک گز اپنے داہنے جانب بٹے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام کرے۔ پھر اپنی سابقہ جگہ پر واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے سامنے آپ کا وسیلہ اپنے لئے پکڑے اور آپ کے ذریعہ اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ سے شفاعت طلب کرے، اور اپنے لئے والدین کے لئے، دوست و احباب، اور ساتھیوں کے لئے (بیوی بچوں کے لئے) اور جس نے بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور خوب گز گڑا کر دعا کرے اس بابرکت مقام کو غنیمت جانے۔ اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کرے، تکبیر و تہلیل کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور اس کا خوب ورد رکھے، پھر قبر اور منبر کے درمیان روضہ میں آئے اور اس جگہ خوب دعائیں کرے۔

۵۵۰۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

نے ارشاد فرمایا:

”مَا بَيْنَ قَبْرِیْ وَمَنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ“ (۱)

میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری

(باغ کا ٹکڑا) ہے۔

نوٹ : امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کی تخریج حضرت ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن زید المازنی سے کی ہے، اس روایت میں قبری کے بجائے ”بیتی“ کا لفظ ہے، کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان الخ ”قبری“ کے الفاظ درست نہیں اگرچہ اس وقت قبر اس کے اندر موجود ہے۔

اور جب مدینہ سے نکلنے اور سفر کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسے وداع کرے، اور جو چاہے دعا کرے، پھر قبر انور کے پاس آئے اور جس طرح پہلے سلام پیش کیا تھا اسی طرح سلام پیش کرے اور دوبارہ دعا کرے اور نبی کریم ﷺ سے رخصت ہوتے ہوئے یوں کہے:

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ بِحَرَمِ رَسُولِكَ، وَيَسِّرْ لِي
الْعُودَ إِلَى الْحَرَمَيْنِ سَبِيلًا سَهْلَةً بِمَنْكَ وَفَضْلِكَ، وَارْزُقْنِي
الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَرَدِّدْنَا سَالِمِينَ غَانِمِينَ
إِلَى أَوْطَانِنَا آمِنِينَ .

اے اللہ تو اسے اپنے رسول کے حرم میں میرا آخری عہد مت بنا اور
حرمین کی طرف دوبارہ واپسی کے لئے اپنے فضل و احسان سے
راستوں کو سہل و آسان بنادے اور مجھے عفو و درگزر اور دنیا و آخرت میں
عافیت کی روزی عطا فرما، اور ہمیں اپنے وطن امن و سلامتی اور خیر
و برکت کے ساتھ واپس فرما۔

یہ وہ چند کلمات ہیں جسے اللہ رب العزت نے مجھے حج کے اذکار سے متعلق جمع کرنے کی
توفیق دی، اور اس کتاب کے بہ نسبت اگرچہ اس میں قدرے طوالت ہے، مگر جس قدر مجھے اس
کے بارہ میں محفوظ ہے اس کے بہ نسبت یہ بہت مختصر ہے اللہ رب کریم سے میری دعا ہے کہ وہ اپنی
اطاعت و بندگی کی ہمیں توفیق دے، اور ہمیں اور ہمارے تمام مسلمانوں کو اپنے دار کرامت

(جنت) میں یکجا کرے۔

ان اذکار سے متعلق مختلف جزئیات، فوائد و تتمہ کی وضاحت میں نے اپنی کتاب ”کتاب الناسک“ میں تفصیل سے کی ہے، حق اور درست کو اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے اسی کے لئے حمد و ثناء ہے اور اسی کا احسان ہے اور اسی سے توفیق و حفاظت ہے۔

حضرت عیسیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء: ۶۴) وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِي مُتَشَفِّعًا بِكَ إِلَى رَبِّي. (ثم انشد يقول)

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے سنا ہے ”اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے، اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے، اور اب میں آگیا ہوں اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے پاس شفاعت بنا کر شفاعت طلب کرتے ہوئے۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے :

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنْتُ بِالْقَاعِ أَعْظَمُهُ
فَطَابَ مِنْ طَيِّبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْآكُمُ
اے افضل ترین جس کی ہڈیاں اس ہموار زمین میں مدفون ہیں،
اور جس کی خوشبو سے سارا ٹیلہ اور ہموار زمین سب معطر ہوگئی
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ

فِيهِ الْعَفَاةُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ سکونت پذیر ہیں

اور جس کے اندر عفت سخاوت اور جود و کرم ہے

عتی کہتے ہیں کہ اسکے بعد وہ شخص چلا گیا اور میری نگاہیں اسے دیکھتی رہیں پھر میں نے

خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ فرما رہے تھے، اے عتی اس اعرابی (دیہاتی) کا تعاقب کر

اور اس سے مل اور اسے خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے، واللہ عزوجل واعلم

اس حکایت کو بعضوں نے بلا سند حضرت عتی سے نقل کیا ہے، مگر امام بیہقی نے اپنی ”

شعب الایمان“ میں اسے بسند مظلم روایت کیا ہے۔

کتاب اذکار الجہاد

(جہاد سے متعلق دُعا و اذکار کا بیان)

جہاد کے سفر اور اس سے واپسی کے اذکار، سفر کی دعاؤں کے ضمن میں انشاء اللہ آگے آئے گا، البتہ جو صرف جہاد ہی سے متعلق اور جہاد ہی کے لئے مخصوص ہیں اس میں سے جو اس وقت متحضر ہے اسے مختصر اذکر کر رہا ہوں۔

(باب -۱)

شہادت پانے کی دُعا کرنا مستحب ہے :

۵۵۱- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ "ام حرام" کے پاس تشریف لائے اور سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرام نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول: کس بات سے آپ کو ہنسی آئی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَاسٌ مِنْ أُمَّيْ عَرَضُوا عَلَيَّ غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَرْكَبُونَ
ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسْرِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ. (۱)
میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستہ میں غزوہ (جہاد) کرتے
ہوئے میرے سامنے پیش کئے گئے، وہ لوگ سمندر کے بڑے حصہ پر
تخت کے اوپر بادشاہ ہو کر یا بادشاہوں کی طرح سوار ہوئے۔

۵۵۲- سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، وابن ماجہ میں حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ فَإِنَّ لَهُ
أَجْرَ شَهِيدٍ. (۱)

جس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی جان کی قربانی کی درخواست سچے دل سے
کی پھر اس کی موت آگئی یا اسے قتل کر دیا گیا تو اس کے لئے شہید کا
ثواب ہے۔

۵۵۳۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا:

مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ. (۲)
جو کوئی صدق دل سے شہادت طلب کرے تو اسے اس کا ثواب دیدیا
جاتا ہے اگرچہ وہ شہید نہ ہو۔

۵۵۴۔ صحیح مسلم ہی میں حضرت بھل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَنَازِلَ
الشَّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ. (۳)

جس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت پانے کی درخواست کی تو
اللہ اسے شہیدوں کے مرتبہ کو پہونچا دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے بستر پر
وفات پائے۔

(باب-۲)

امیر لشکر کو تقویٰ اور جنگی اُمور کی ہدایت دینا :

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۵۴۱، سنن ترمذی: ۱۶۵۴، سنن نسائی: ۳۱۴۱، سنن ابی ابن ماجہ: ۷۹۳، اذکار الترمذی حسن صحیح

(۲) صحیح مسلم: ۱۹۰۹

(۳) صحیح مسلم: ۱۹۰۸

مستحب ہے کہ امام وقت امیر لشکر کو تقویٰ و پرہیزگاری پر ابھارے اور روانگی سے قبل جنگی امور نیز مصالحت وغیرہ جیسے امور کی تعلیم دے۔

۵۵۵- صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو امیر لشکر یا امیر جنگ بناتے تو اسے خاص طور پر تقویٰ اور اللہ سے ڈرتے رہنے کی ہدایت دیتے اور ان کے ساتھ شامل تمام مسلمانوں کو خیر کی تعلیم دیتے پھر فرماتے:

اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَعْدُوا وَلَا تُمْقِلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَذْغُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ (۱)

اللہ کا نام لیکر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس سے جنگ کرو، جہاد کرو اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، نہ عہد شکنی کرو اور نہ ہی کسی کو مٹلی کرو (ناک، کان کاٹو) نہ کسی نو مولود (چھوٹے بچوں) کو قتل کرو، اور جب اپنے دشمن مشرکین کے مد مقابل ہو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو (پھر آگے پوری حدیث نقل کی ہے)۔

(باب-۳)

امام یا امیر لشکر کا جہاد کے موقع پر توریہ کرنا :

۵۵۶- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور چیز کے اظہار کے ذریعہ توریہ کیا کرتے تھے۔ (۲)

نوٹ : توریہ ایسا طریقہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں جس سے ظاہری صورت میں مقصود کے بجائے کسی اور چیز کی طرف ذہن جائے یہ عملاً بھی ہو سکتا ہے اور قولاً بھی۔

(باب-۴)

جذبہ جہاد پیدا کرنا اور مجاہدین کیلئے دعا کرنا:

جہاد کرنے والوں اور جہاد کے لئے اعانت کرنے والوں کے لئے دعا کرنا اور ایسی باتوں کا ذکر کرنا جس سے ان کے دلوں میں جہاد کا جذبہ پیدا ہوا فضل اور مطلوب شرعی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ“ (انفال)

اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلائیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ (النساء: ۸۴)

اور ایمان والوں کو رغبت دلاتے رہیں۔

۵۵۷۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے پاس گئے تو مہاجرین و انصار کو ٹھنڈی رات میں کھدائی کے کام میں مشغول پایا، ان کی تکان اور بھوک و پیاس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشَ الْاٰخِرَةِ، فَاَغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۱)

اے اللہ آرام دہ زندگی تو صرف آخرت ہی کی زندگی ہے، تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

(باب-۵)

جنگ کے وقت کی دعا:

جنگ کے وقت دعا، گریہ وزاری، تضرع اور اللہ کی کبریائی بیان کرنا، اور اللہ نے ایمان والوں کی نصرت کا جو وعدہ کر رکھا ہے، اس کو پورا کرانے کی درخواست و التجار کرنا مستحب ہے۔
اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ وَلَا تَسْكُنُوا كَمَا لَبِيتُمْ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. (انفال: ۴۵-۴۶)

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی اور صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے، اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ آداب جنگ سے متعلق سب سے جامع و مکمل آیت ہے۔

۵۵۸۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جبکہ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعَبِّدْ بَعْدَ الْیَوْمِ

اے اللہ، میں آپ کو آپ کا وعدہ اور آپ کا عہد یاد دلارہا ہوں اے اللہ

، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔

اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور بولے، اے اللہ کے رسول، بس کیجئے
آپ نے اپنے رب سے خوب اصرار کر لیا، تو رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے :

سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ
وَالسَّاعَةُ أَذْهَبِي وَأَمْرٌ . (القمر: ۴۵-۴۶) (۱)

عنقریب (کفار کی) یہ جماعت شکست دی جائے گی، اور پیٹھ پھیر کر
بھاگے گی، بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے، اور
قیامت بڑی سخت اور کڑوی چیز ہے۔

ایک اور روایت میں ہے ”كَانَ ذَلِكَ يَوْمَ بَدْرٍ“ کہ یہ غزوہ بدر کا دن تھا یہ بخاری کی
روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کا استقبال کیا پھر اپنا دونوں ہاتھ پھیلا یا، پھر باواز
بلند اپنے پروردگار کو پکار کر کہتے رہے :

”اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ اَللّٰهُمَّ اَتِيْنِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ ، اَللّٰهُمَّ
اِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْاَرْضِ .

اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کر رکھا ہے اسے پورا فرما، اے اللہ تو نے

مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا کر، اے اللہ اگر تو نے اہل اسلام کی

اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی

آپ اسی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے مسلسل دعا کرتے رہے اور اپنے رب کو پکارتے

رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر کندھے سے کھسک کر گر پڑی۔

۵۵۹- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ان بعض ایام میں جبکہ آپ کی مڈ بھیڑ دشمنوں سے ہوئی، سورج ڈھلنے تک آپ نے

انتظار کیا پھر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

إِيَّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُّوْا اللّٰهَ الْعَاقِبَةَ وَإِذَا لَقِيتُمْهُمْ فَاَصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ .

لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو مت کرو، اور اللہ سے عاقبت طلب کرو، اور اگر ان سے مقابلہ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اَهْزِمْهُمْ وَانْصِرْنَا عَلَيْهِمْ . (۱)

اے اللہ، کتاب (قرآن) کو اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے اور دشمنوں کے لشکروں کو شکست دینے والے ان دشمنوں کو شکست دیدے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

ایک اور روایت میں یوں ہے :

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، سَرِيعَ الْحِسَابِ ، اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَذَلِّزْلِهِمْ . (۲)

اے اللہ کتاب (قرآن) کو اتارنے والے، بہت جلد حساب کر دینے والے، ان دشمنوں کی فوجوں کو شکست دیدے، اے اللہ تو ان کو پسپا کر دے اور ان میں ہلچل پیدا کر کے (انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دے)

۵۶۰- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن خیبر میں صبح کی جب وہاں والوں نے آپؐ کو دیکھا تو بولے، محمد اور لشکر؟ پھر وہ

لوگ قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے، آپ ﷺ نے اپنا دونوں ہاتھ بلند کیا اور فرمایا:
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ، خَرَبْتُ خَيْبَرَ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ
 صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ . (۱)

اللہ بہت بڑا ہے، خیبر تباہ و برباد ہو، بیشک ہم جب کسی قوم کے علاقہ
 میں اتریں تو اس وارننگ دی ہوئی (ڈرائی ہوئی) قوم کی صبح بھیانک
 ہوتی ہے۔۔

۵۶۱- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول
 اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنْسَانٌ لَا تُرَدَّ اَنْ، اَوْ قَلِمًا تُرَدَّ اَنْ الدُّعَاءُ عِنْدَ النَّدَاءِ وَعِنْدَ
 الْبَلَاءِ، حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . (۲)
 دو دعائیں رونہیں کی جاتی ہیں یا یہ کہا کہ کم ہی رد کی جاتی ہیں، اذان کے
 وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جبکہ ایک دوسرے میں پیوست
 ہو جائیں۔

(یہ حدیث پہلے بھی نمبر ۱۱۲ پر آچکی ہے)

(يُلْحِمُ بعض معتمد نسخوں میں حار کے ساتھ اور کسی میں جیم کے ساتھ ہے مفہوم ایک
 ہی ہے)

۵۶۲- ابو داؤد، ترمذی و نسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
 جب کسی غزوہ میں ہوتے تو فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَصْدِيْ وَنَصِيْرِيْ بِكَ اَحْوَلُ وَبِكَ اَصْوَلُ وَبِكَ
 اَقَاتِلُ . (۱)

(۱) صحیح بخاری: ۳۷۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۵

(۲) ابو داؤد: ۲۵۴۰

اے اللہ تو ہی میرا بازو (قوت) اور تو ہی میرا مددگار ہے میں تیری ہی مدد سے تدبیر جنگ کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑتا ہوں۔

امام خطابی (۹۶۳) فرماتے ہیں کہ ”أَحْوُلُ“ بمعنی اَحْتَالَ یعنی کوشش و حیلہ کرنے کے ہیں اور دوسرا معنی لفظی بھی ہو سکتا ہے، یعنی روکنا اور منع کرنا و دفع کرنا، ”حَالٌ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ“ کے طور پر کہ دو چیزوں کے درمیان حائل ہو گئے جس سے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گیا اور ملنے سے رک گیا، اس وقت اس کا معنی ہوگا، کہ ہم صرف تیرے ہی ذریعہ دشمنوں کو روکتے اور اسے باز رکھتے ہیں۔

۵۶۳۔ ابو داؤد و نسائی میں بسند صحیح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو فرماتے :

اللَّهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ (۲)

اے اللہ بیشک ہم آپ کو ان کے سامنے (مقابلے میں) سپر بناتے ہیں، اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں۔

۵۶۴۔ ترمذی میں حضرت عمارہ بن زکریٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ : اِنَّ عَبْدِيْ كُلَّ عَبْدِي الَّذِيْ يَذْكُرُوْنِيْ وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهٗ (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا بندہ میرا مکمل بندہ ہے جو دشمنوں سے مڈ بھڑ کے وقت مجھے یاد کرتا ہے۔

۵۶۵۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

(۱) ابو داؤد: ۲۶۱۳، ترمذی: ۳۵۸۳، عمل الیوم للنسائی: ۶۰۳ و قال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ابی داؤد: ۱۵۳۷، تہذیب: ۹۱۲۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، عمل الیوم للنسائی: ۶۰۱

اللہ ﷻ نے خیر کے دن فرمایا :

لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا تَبْتَغُونَ بِهِ مِنْهُمْ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَقُولُوا : [اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّهُمْ وَقُلُوبُنَا وَقُلُوبُهُمْ بِيَدِكَ؟ وَ اِنَّمَا يَعْلَمُهُمْ اَنْتَ] (۲)

دشمن سے مقابلہ کی تمنائت کرو کیونکہ تمہیں پتہ نہیں کہ ان کے ذریعہ تمہیں کس آزمائش میں مبتلا کیا جائے، اور جب مقابلہ ہو ہی جائے تو کہو: اے اللہ تو ہی ہمارا رب اور ان لوگوں کا رب ہے ہمارا دل اور ان دشمنوں کا دل تیرے ہی دست قدرت میں ہے، اور انہیں تو ہی مغلوب کر سکتا ہے۔

نبوت : اس کی سند میں خلیل بن مروہ ضعیف راوی ہیں، اس کی تخریج طبرانی نے معجم صغیر میں: ۹۰ء یہ کی ہے، طبرانی کی روایت میں ”لما کان خبیر“ ہے حافظ بن حجر فرماتے ہیں: ابن سنی کی کتاب کے ایک نسخہ میں ”یوم حنین“ ہے جو کتابت کی قدیم غلطی ہے ”لا تاتمنوا لقاء العدو“ والی روایت ابن ابی اونی کی حدیث: ۵۵۹، پر گزر چکی ہے۔

۵۶۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دشمن سے آپ کا آمنا سامنا ہو گیا، تو میں نے آپ کو کہتے سنا:

يَا مَالِكَ يَوْمَ الدِّينِ، اِيَاكَ اَعْبُدُ وَاِيَاكَ اَسْتَعِينُ

اے روز جزاء کے مالک، میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

تو میں نے لوگوں کو ڈھیر ہوتے دیکھا، فرشتے آگے سے اور پیچھے سے ضربیں لگا کر ڈھیر

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۸۰، قال الترمذی: ليس اسنادہ بالقوی، وقال الحافظ حسن غریب لہ شواہد قویہ

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۶۷۳ حدیث ضعیف

کئے جا رہے تھے۔ (۱)

(یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ نمبر ۴۷۳ پر گزر چکی ہے)

امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الام“ میں بسند مرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

أُطْلَبُوا اسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّقَافِ الْجُيُوشِ، وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ

و نَزُولِ الْغَيْثِ. (۲)

دعاء کی قبولیت کی امید رکھو دشمن کے لشکروں سے مقابلہ کے وقت، نماز کی اقامت کے وقت، اور نزول بارش کے وقت۔

(حدیث نمبر ۱۱ پر اس کا ذکر آچکا ہے)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: جس حد تک قرآن کی تلاوت آسان ہو، اس

وقت تلاوت کرنا مؤکد طور پر مستحب ہے، نیز پریشانی کے وقت کی دعا بھی کرے جس کا ذکر حدیث نمبر ۳۵۹ میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے آچکا ہے، اور وہ یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ

الْعَرْشِ الْكَرِيمِ. (۳)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت ہی بزرگ اور بڑا ہی بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار اور عرش کریم کا مالک ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث کے اندر مذکور دعا بھی کہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ

السَّبْعُ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ
ثَنَّاكَ.

(اس کا ذکر نمبر: ۳۷۳ پر آچکا ہے)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑا بردبار و کریم ہے اللہ کی ذات پاک
ہے جو ساتوں آسمان کا رب اور عرش عظیم کا مالک ہے، تیرے سوا کوئی
معبود نہیں، تیری پناہ مضبوط اور تیری تعریف عظیم ہے۔

نیز یہ بھی کہے:

”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“

اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

(اس کا ذکر بھی پہلے حدیث نمبر: ۳۷۸ میں آچکا ہے)

نیز یہ بھی کہے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ مَا شَاءَ اللَّهُ، لَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ اعْتَصِمْنَا بِاللَّهِ اسْتَعْنَا بِاللَّهِ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ
کوئی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے سوا میسر نہیں جو غلبہ والا اور حکمت
والا ہے، اللہ جو چاہے وہی ہو ساری طاقت اللہ ہی سے ہے ہم نے اللہ
کو مضبوطی سے تھاما، اللہ سے مدد چاہا، اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

اور یہ بھی کہے:

حَصَّنْتُنَا كُلَّنَا أَجْمَعِينَ بِالْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا،
وَدَفَعْتُ عَنَّا الشُّوْءَ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
ہم نے اپنے سبھوں کی حفاظت کر لی حسی قیوم کی ذات کے ذریعہ،
جسے کبھی موت نہیں آسکتی، اور ہم نے ہر برائی کو دور کر دیا، لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ کے ذریعہ۔

اور یہ بھی کہے:

يَا قَدِيمَ الْإِحْسَانِ يَا مَنْ أَحْسَنَهُ فَوْقَ كُلِّ إِحْسَانٍ يَا مَالِكَ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا مَنْ
لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ وَلَا يَنْعَظُمُهُ شَيْءٌ أَنْصَرْنَا عَلَى أَعْدَائِنَا
هَؤُلَاءِ وَغَيْرِهِمْ وَأَظْهَرْنَا عَلَيْهِمْ فِي عَافِيَةٍ وَسَلَامَةٍ عَامَةٍ
عَاجِلًا

اے ازل سے احسان کرنے والے، اے وہ ذات جس کے احسانات
تمام احسانوں سے برتر ہیں، اے دنیا و آخرت کے مالک، اے ازل
سے باحیات و کارساز، اے جاہ و جلال و عزت و شرف والے، اے وہ
ذات جسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا اور کوئی چیز اس کے لئے بڑی نہیں، تو
ہماری مدد فرما ان دشمنوں پر بھی اور دیگر تمام دشمنوں پر بھی، اور ہمیں ان
پر غلبہ و فتح نصیب فرما، عافیت و سلامتی کے ساتھ ایسا علیہ جو عام ہو اور
جلد حاصل ہونے والا ہو۔

یہ تمام اذکار مجرب ہیں اور اس کی تاکید آئی ہے (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ان ذکار
میں سے بعض مرفوع اور بعض مقطوع السند ہیں)

(باب-۶)

جنگ کے وقت بلا ضرورت آواز بلند کرنے کی ممانعت:

۵۶۷- سنن ابی داؤد میں حضرت قیس بن عباد تابعیؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ
رسول جنگ کے وقت آواز نکالنے کو ناپسند کرتے تھے، نیز ابو داؤد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً
بھی نقل کیا ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے (۱)

(باب-۷)

جنگ کے وقت دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے ”میں فلاں ہوں“ کہنا:

۵۶۸- صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے دن فرمایا:

”انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب“ میں نبی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا لڑکا ہوں۔ (۲)

۵۶۹- بخاری و مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ جب خیبری (خیبر والوں) کو لاکارتے ہوئے جنگ میں صف سے آگے بڑھے تو فرمایا: ”اَنَا الَّذِي سَمَّيْنِي اُمِّي حَيْدَرَه“ میں وہی ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر (شیر) رکھا ہے۔ (۳)

۵۷۰- بخاری و مسلم میں حضرت سلمہ ہی سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے اونٹنی پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار چاہا تھا ان کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

اَنَا ابْنُ الْاَكُوْع ☆ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضْع

میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اور آج کا دن تو کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ (۴)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کی بیس دودھ دینے والی اونٹنی تھی، قبیلہ غطفان والوں نے اس پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا اور چلتے بے، مگر حضرت سلمہ بن اکوع نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور شدید معرکہ کے بعد تمام اونٹنیوں کو ان سے چھڑا لیا تھا۔

(باب-۸)

جنگ میں رجزیہ اشعار کہنا :

جنگ چھڑ جانے کے بعد مقابلہ میں نکلتے ہوئے رجزیہ اشعار کہنے میں کوئی حرج نہیں

(۲) صحیح بخاری: ۴۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۷۷۶

(۳) صحیح بخاری: ۳۰۳۱، مسلم: ۱۸۰۶

(۱) دیکھئے: ابوداؤد: ۲۶۵۷

(۳) بخاری: ۴۱۹۶، مسلم: ۱۸۰۳

اس باب میں بھی وہی احادیث ہیں جو اس سے قبل والے باب میں ذکر کی گئیں اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیث بھی قابل ذکر ہیں۔

۵۷۱۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا، غزوہ حنین کے دن کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگے تھے؟ تو حضرت برادر نے جواب دیا، مگر رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے، میں نے آپ ﷺ کو ان کے سفید نچر پر دیکھا تھا، ابوسفیان بن حارث اس کا لگام تھامے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ. انا ابن عبد المطلب. میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا لڑکا ہوں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ نچر سے اترے، دعا کی اور اللہ سے مدد کی

درخواست کی۔ (۱)

۵۷۲۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت برادر ہی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ غزوہ خندق (احزاب) کے موقع پر ہمارے ساتھ مٹی ڈھور رہے تھے، مٹی سے آپ کے شکم کی سفیدی ڈھک گئی تھی اور آپ فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اِهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ اگر تو نہ ہوتا ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے

فَاَنْزَلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَتَبَّتْ الْاَقْدَامُ اِنْ لَا قِيْنَا

اس لئے تو ہم پر اطمینان و سکون نازل فرما اور اگر (دشمنوں سے) ہمارا مقابلہ ہو جائے

تو ہمیں ثابت قدم رکھ

اِنْ اِلَّا لِيْ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَيُّنَا

بے شک فریق ثانی (فریق مخالف) جب اس نے فتنہ برپا کرنا چاہا تو ہم نے

انکار کیا۔ (۱)

ہمارے اوپر چڑھا یا ہے

۵۷۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار

خندق کھود رہے تھے، مٹی اپنی پیٹھوں پر منتقل کر رہے تھے اور کہتے جاتے تھے :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

ہم وہی لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے تاخت اسلام پر ہمیشہ باقی رہنے کی بیعت کی ہے (۲) اور دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

اس روایت میں اسلام پر بیعت کرنے کے بجائے جہاد پر بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ (۳) اور نبی کریم ﷺ جواب میں فرما رہے تھے:

اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَأَخِيرُ الْأَخِيرِ لِآخِرَةِ . فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ تو انصار و مہاجرین میں برکت دے۔

(باب-۹)

اختتام جہاد کے اذکار:

جہاد میں زخمی ہونے والوں سے ہمدردی کرنا اور صبر و استقامت کا اظہار کرنا مستحب ہے، بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستے میں زخمی ہونے اور شہید ہونے کے انجام پر اظہار مسرت کرے، اور یقین جانے کے اس سے نقصان نہیں بلکہ بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے، اور جو اسے گزند پہنچا ہے وہی اس کا مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ، وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا لَهُمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَنْ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ، يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ ، وَأَنَّ اللَّهَ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ، الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ
بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ،
الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ
مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمَسَّ لَهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ“

(آل عمران: ۱۶۹-۱۷۴)

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے، اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منارہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ہیں، ان کے پیچھے ہیں، اس بات پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے، وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا، جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے، ان میں سے جنہوں نے نیکی اور پرہیزگاری برتی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے، وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلہ پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ یہ لوگ، انہیں کوئی برائی نہ پہونچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑا فضل والا ہے۔

۵۷۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے قراء صحابہ کی شہادت یعنی بییر معونہ والوں کے واقعہ والی حدیث میں جس میں کفار نے ان قراء کے ساتھ غداروں کی پھر انہیں شہید کر دیا تھا، مروی ہے کہ کفار کے ایک شخص نے حضرت انس کے ماموں جن کا نام حرام بن ملحان ہے کو نیزہ مارا تو حضرت حرام نے کہا، اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں نے کامیابی حاصل کر لی (یعنی شہادت پالیا) (۱)۔ مسلم کی روایت میں ”اللہ اکبر“ کا لفظ حذف ہو گیا ہے۔

خوف: بییر معونہ بنی سلیم کی سرزمین میں مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستر قراء صحابہ کو اہل نجد کی خواہش پر روانہ کیا تاکہ وہ اہل نجد کو اسلام کی دعوت دیں اس بییر معونہ کے پاس بنی سلیم کے دو قبائل رعل و ذکوان نے ان تمام صحابہ کو سازش کر کے بے رحمی سے قتل کر دیا تھا، یہ واقعہ ماہ صفر ۴ھ میں پیش آیا تھا۔

(باب -۱۰)

فتیابی کے وقت کی دعا:

جب مسلمان اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر کے فتیاب ہو جائیں تو بہتر ہے کہ اس وقت بکثرت اللہ کا شکر اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کریں، اور اقرار و اعتراف کریں کہ یہ محض اسی کے فضل اور اسی کی قدرت و طاقت سے حاصل ہوا ہے، اور یہ کہ فتح و کامرانی اللہ کی جانب سے ہے، تعداد کی کثرت پر ناز کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے انسان کے عاجز و بے بس ہو جانے کا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتَكُمْ كُفِّرْتُكُمُ فَلََم تَغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا
وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّذَبِّرِينَ.

(التوبہ: ۲۵)

اور حنین کی لڑائی والے دن بھی (اللہ نے تمہیں فتح دی) جبکہ تمہیں اپنی

کثرت پر ناز ہو گیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین
باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔

(باب - ۱۱)

العیاذ باللہ اگر مسلمانوں کو شکست کھاتے دیکھے تو کیا کہے :

جب یہ منظر دیکھے تو مستحب ہے کہ اللہ کے ذکر و دعا اور استغفار میں دل جمعی سے لگ
جائے، اور اللہ سے وہ وعدہ پورا کرنے کی دعا کرے جو اللہ نے مؤمنین کی مدد و نصرت اور اپنے
دین کو غلبہ دینے کے لئے کر رکھا ہے، اور مصائب و مشکلات کے وقت کی دعا کرے۔
(جس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۳۵۹ پر آچکا ہے)

یعنی یہ دعا کرے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ
الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور مستحب ہے کہ ان تمام دعاؤں کا اہتمام کرے جو مصائب سے متعلق پہلے گزر چکی
ہیں، یا جو خوف و وحشت اور ہلاکت خیزی کے باب میں آئندہ آئیگی۔

۱۵۷۴- رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کی ہزیمت و پسپائی دیکھی تو (خچر سے) اترے اور
اللہ سے نصرت و مدد طلب کی اور دعا فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول میں عمدہ نمونہ ہے۔

۵۷۵- صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جس روز غزوہ احد تھا اور مسلمان کھلے پڑ

گئے تھے تو میرے بچا اُس بن نصر نے دعا کرتے ہوئے کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِیْ اَصْحَابَهُ، وَ اَبْرَأُ
اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ، یَعْنِیْ الْمُشْرِکِیْنَ. (۱)

اے اللہ میں تجھ سے معذرت کرتا ہوں اس پر جو انہوں نے کیا، یعنی صحابہ
نے، اور اپنی برات ظاہر کرتا ہوں اس سے جو ان لوگوں نے کیا یعنی
مشرکین نے، پھر وہ آگے بڑھے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید
کر دیئے گئے، ہم نے ان کے جسم پر اسی سے زائد تلوار یا نیزوں کے یا
تیر کے زخم و نشان پائے۔

(باب-۱۲)

جانبا زوں کی ہمت افزائی کرنا:

جنگ کے دوران جن مجاہدین میں بہادری و دلیری اور جانبا زی نظر آئے، امیر کو چاہئے
کہ اس کی تعریف و تحسین اور ہمت افزائی کرے۔

۵۷۶- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے
ضمن میں جس میں کفار کا مدینہ کے چرگا گاہوں پر حملہ آور ہو کر اونٹوں کو ہٹکا لیجانا، پھر حضرت سلمہ و
الوقادہ کا انکا پیچھا کرنا مذکور ہے، اس کے اندر حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا:

كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ وَ خَيْرَ رَجَا لَتِنَا سَلَمَةُ. (۱)

آج کے دن ہمارے سواروں میں سب سے بہتر الوقادہ اور پیادوں
میں سب سے بہتر سلمہ تھے۔

(باب-۱۳)

غزوہ سے واپسی کے بعد کیا ہونا چاہئے:

اسی باب میں وہ احادیث ہیں جو عنقریب انشاء اللہ مسافروں کے اذکار اور سفر سے واپسی کی دعاؤں کے باب میں آئیں گی۔

کتاب اذکار المسافر

(مسافروں کے اذکار کے بیان میں)

یاد رکھیں کہ وہ دعائیں جو صبح و شام اور مختلف احوال میں مقیم کے لئے مستحب ہے وہی مسافروں کے لئے بھی مستحب ہیں، اس کے علاوہ بھی مسافروں کے لئے کچھ دعائیں وارد ہوئی ہیں، اور یہی اس باب کا مقصود ہے اور یہ بے شمار پھیلا ہوا ہے، ہم اس کے اہم اور بامقصد حصہ کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کریں گے، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کے مناسب ابواب قائم کریں گے۔

(باب-۱)

استخارہ اور مشاورت:

جس کے ذہن میں سفر کا خیال پیدا ہو، اسے چاہئے کہ ایسے شخص سے مشورہ کرے جس کے بارے میں اسے ناصح و شفیق اور تجربہ کار ہونے کا علم ہو اور اس کی قابلیت و دیانتداری پر مکمل بھروسہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ (آل عمران: ۱۵۹) اور ان سے کام کا مشورہ کیا کرو اس کے دلائل (کتاب و سنت میں) بی شمار ہیں، اور جب مشورہ کرے اور اس میں مصلحت نظر آئے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں استخارہ کر لے، یعنی فرض کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد دعاء استخارہ پڑھے، جس کا ذکر (حدیث نمبر: ۳۵۶ پر) پہلے آچکا ہے۔

استخارہ کرنے کی دلیل صحیح بخاری کی وہی سابقہ حدیث (نمبر: ۶۳۸۲) ہے جو دعاء استخارہ کے آداب اور نماز استخارہ کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے واللہ اعلم

(باب-۲)

سفر کا پختہ ارادہ ہو جانے کے بعد کی دعاء:

جب سفر کا پختہ ارادہ ہو جائے تو تمام امور کی انجام دہی کی سعی کرے مثلاً جس کے بارے میں وصیت کرنے کی ضرورت ہو اس کے بارے میں وصیت کرے اس وصیت پر لوگوں کو گواہ بنائے، اگر کسی کے ساتھ کوئی معاملہ یا روابط و تعلقات یا لین دین ہو تو اس سے (معافی تلافی کے ذریعہ) مباح و حلال کرے) اپنے والدین و شیوخ کو راضی کرے، اور جس جس سے بروصلہ کا معاملہ کرنا مطلوب و مستحب ہے اس سے بروصلہ اور خیر سگالی کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ سے تمام گناہوں اور خلاف شرع باتوں سے توبہ و استغفار کرے، اور اللہ سے سفر میں اعانت و مدد طلب کرے، اور سفر کی ضروریات کی جانکاری حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے۔

اگر غزہ و جہاد کے لئے نکل رہا ہے، تو ان باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کا علم ہر غازی کو ہونا ضروری ہے، یعنی جنگی امور، دعائیں، غنیمت کے مال کا مسئلہ، جنگ میں پسپائی کی حرمت کی تعظیم وغیرہ۔

اگر حج یا عمرہ کے لئے نکل رہا ہے تو مسائل حج و عمرہ دیکھے یا اپنے ساتھ اس سے متعلق کتاب رکھے، اگر دیکھے بھی اور کتاب بھی ساتھ رکھے تو زیادہ بہتر ہے، اسی طرح غازی وغیرہ بھی (مسائل نماز سیکھنے کے بعد اگر ساتھ میں کتاب بھی رکھے تو بہتر ہے) اور افضل ہے کہ اپنے ساتھ ایسی کتاب رکھے جس میں وہ تمام باتیں ہوں جس کی اس سفر کے دوران ضرورت پیش آسکتی ہو۔ اور اگر تاجر ہے اور بغرض تجارت سفر پر نکل رہا ہے تو تجارت کے مسائل دیکھے یعنی کس طرح خرید و فروخت درست ہے اور کس طرح درست نہیں، کن باتوں سے بیع باطل ہوتی ہے؟ اس میں کیا حلال ہے اور کیا حرام؟ کیا مستحب ہے اور کیا مکروہ؟ کیا مباح و جائز ہے؟ اور کس کس پر ترجیح حاصل ہے۔

اگر عبادت و ریاضت و سیاحت، اور لوگوں سے یکسوئی و تنہائی حاصل کرنے کے لئے (ملاقات کے لئے) نکل رہا ہے تو دینی امور میں اسے جن چیزوں کی ضرورت پیش آسکتی ہے اسے سیکھنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہی اس کا مطلوب اور اسی کی جستجو اس کے لئے سب سے اہم ہے۔ اگر شکار کی غرض سے نکل رہا ہے تو شکاریوں کو جن باتوں کی ضرورت پیش آتی ہے اس

کی جانکاری حاصل کرے، اور سمجھے کہ کونسا جانور حلال اور کونسا حرام ہے اور کس سے شکار حلال اور کس سے حرام ہوتا ہے، اور ذبح کے لئے اور حلال ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور شکاری کتابیا تیر سے شکار میں حلت کے لئے کیا کافی (شرط) ہے، وغیرہ۔

اور اگر چرواہا ہے، تو وہ باتیں سیکھے جو دوسروں کے لئے اور تنہائی کے لئے نکلنے والوں کے لئے اوپر بیان کی گئیں، نیز جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور اس کے مالکوں کے ساتھ نصیحت و بہتری اور اس کی حفاظت پر توجہ و بیداری وغیرہ جیسی باتوں سے واقفیت حاصل کرے، اور کسی عارضہ کے پیش نظر آنے کی صورت میں اگر کسی جانور کو ذبح کرنے کی ضرورت و نوبت پیش آئے تو اس سلسلے میں پیشگی اس کے مالک سے اجازت حاصل کرے۔

اور اگر کسی حکمران کا کسی حکمران کے لئے قاصد وغیرہ ہے تو ان باتوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لئے ضروری ہے مثلاً بڑوں سے مخاطب ہونے کے آداب، اور گفتگو و محاورات میں پیش آنے والی باتوں کا جواب اور یہ کہ کونسا ہدیہ، تحفہ یا ضیافت حلال ہے، اور کونسا حرام، اور یہ کہ کہاں مصلحت کی رعایت ضروری ہے، اور کہاں نہیں، اور کہاں دل کی بات کا اظہار کرنا مناسب ہے اور کہاں نہیں، اور یہ کہ نہ خیانت کرے نہ دھوکہ دے، نہ منافقانہ چال چلے۔ خیانت یا غداری کے اسباب پیدا کرنے سے یا کسی بھی ناجائز و حرام وغیرہ امور سے سختی سے پرہیز کرے۔

اور اگر کسی کا وکیل ہے یا قرض وغیرہ کی وصولی پر مامور ہے تو وہ ان باتوں کی واقفیت حاصل کرے جس کی اس میں ضرورت پیش آسکتی ہے، کہ کون سی چیز خریدی جاسکتی ہے اور کون سی نہیں کونسی چیز بیچی جاسکتی ہے، اور کون سی نہیں، کس چیز میں تصرف کر سکتا ہے اور کس میں نہیں، کس چیز میں گواہ بنانا شرط ہے اور کس میں نہیں، کس میں واجب ہے اور کس میں واجب نہیں، کس چیز کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے، اور کس کے لئے نہیں۔

ان تمام لوگوں پر جو بحری سفر کرنا چاہتے ہوں، ضروری ہے کہ وہ ان احوال کا علم حاصل کریں جس میں بحری سفر کرنا جائز اور کس میں ناجائز ہیں اور یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں، یہ کتاب اس لائق نہیں کہ ان تمام مسائل کا اس میں احاطہ کیا جاسکے۔

اس جگہ میرا مقصد صرف اذکار و دعاؤں کو بیان کرنا ہے اور مذکورہ باتوں کا علم حاصل کرنا اور اس سے واقفیت حاصل کرنا بھی مجملہ ان اذکار میں سے ہے جن کا ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے۔
 میں اللہ تعالیٰ سے توفیق اور اپنے لئے، دوستوں و احباب کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے خاتمہ بالخیر کی دعا و درخواست کرتا ہوں۔

(باب-۳)

گھر سے نکلنے کے وقت کے اذکار :

۵۷۷۔ جب گھر سے نکلنے کا ارادہ ہو تو اس حدیث کی روشنی میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے، پھر دعا کرے۔ مطعم بن مقدم الصنعانیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 مَا خَلَفَ أَحَدٌ عِنْدَ أَهْلِهِ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ
 حِينَ يُرِيدُ سَفَرًا (۱)
 کسی نے اپنے اہل خانہ میں اس دو رکعت سے افضل چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑا جو دو رکعت نماز وہ ان کے پاس سفر کے ارادہ کے وقت پڑھتا ہے۔

بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ ان دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ اور دوسری رکعت میں ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی رکعت میں ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور دوسری رکعت میں ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ پڑھنا چاہئے اور سلام پھیرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھنا چاہئے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے گھر سے نکلنے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لیا وہ اپسی تک اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

نوٹ : حافظ ابن حجر فرماتے ہیں : اس لفظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی، البتہ امام

(۱) المناسک للطبرانی: کنز العمال: ۶: ۵۳۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ عن المعظم مرسل

ترمذی نے اپنی سنن کے اندر اور ابن سنی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَحَمَّ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى إِلَهِ الْمَصِيرِ
حِينَ يُمَسِّي حُفْظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا مُصْبِحاً
حُفْظَ بِهِمَا حَتَّى يُمَسِّي،

نیز امام ترمذی نے ابویوب کی ایک طویل حدیث بسند حسن نقل کی ہے جس کے اندر:
آيَةُ الْكُرْسِيِّ اقْرَأْهَا فِي بَيْتِكَ لَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ وَلَا غَيْرُهُ“
(۱)۔

اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لو شیطان یا اس کے علاوہ اور کوئی چیز تم
سے قریب نہیں ہوگی۔

نیز ”لایلف قریش“ بھی پڑھنا مستحب ہے۔

مسلم شافعی کے فقیہ وقت، ظاہری کرامات کے مالک، حیران کن احوال کی برگزیدہ
شخصیت، مقام معرفت کے چراغ امام ابوالحسن قزوینی فرماتے ہیں:

إنها امان من كل سوء یہ ہر ناگوار بات اور مضرتوں سے امن و امان دینے کی ہے۔
ابوطاہر حنظلہ فرماتے ہیں: میں نے سفر کا ارادہ کیا، مگر میں سفر سے خائف تھا، میں
نزدینی کے پاس گیا اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے (میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی) اپنی
طرف سے پہل کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے اور دشمن کا خطرہ محسوس
کرے، یا سفر سے متوحش ہو تو اسے ”لایلف قریش“ پڑھنا چاہیے، کیونکہ یہ سورت ہر ناگوار
باتوں اور مضرتوں سے امان دینے والی ہے، چنانچہ میں نے اسے پڑھا تو اب تک میرے ساتھ کوئی
حادثہ پیش نہیں آیا۔

جب اس کی قراءت سے قارح ہو تو مستحب ہے کہ نہایت رقت و اخلاص کے ساتھ

دعا کرے، اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ دعا میں کہے :

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَسْتَعِيْنُ وَعَلَيْكَ اَتَوَكَّلُ اَللّٰهُمَّ ذَلِّلْ لِّىْ صُعُوْبَةَ
اَمْرِىْ وَسَهِّلْ عَلٰى مَشَقَّةِ سَفَرِىْ ، وَارْزُقْنِىْ مِنَ الْخَيْرِ اَكْثَرَ
مِمَّا اَطْلُبُ ، وَاصْرِفْ عَنِّىْ كُلَّ شَرٍّ ، رَبِّ اشرحْ لِّىْ صَدْرِىْ
وَيَسِّرْ لِّىْ اَمْرِىْ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَحْفِظُكَ وَاسْتَوْدِعُكَ نَفْسِىْ
وَدِيْنِىْ وَاَقَارِبِىْ وَكُلَّ مَا اَنْعَمْتَ عَلَیْ وَاَعْلِيْهِمْ بِهٖ مِنْ اٰخِرَةٍ
وَدُنْيَا فَاحْفَظْنَا اَجْمَعِيْنَ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ يَّا كَرِيْمُ .

اے اللہ میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں، تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اے
اللہ تو میرے کام کی مشکلات کو آسان کر دے، اور میرے سفر کی
مشقتوں کو ہلکا کر دے، اور جتنا میں مانگ رہا ہوں، اس سے بڑھ کر
مجھے خیر نصیب فرما، اور ہر شر و برائی کو مجھ سے دور کر دے، اے اللہ تو
میرے سینہ کو کھول دے، میرے کام کو آسان بنا دے، اے اللہ میں
تیری حفاظت میں آتا ہوں، اور اپنی جان، اپنا دین، اپنے اہل و عیال
اور اپنے رشتہ دار، اور دنیا و آخرت کی وہ تمام نعمتیں جو تو نے مجھ پر یا ان
پر کئے ہیں، سب کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اے اللہ تو ہم سمجھوں کی ہر
نقصان و برائی سے حفاظت فرما، اے بڑے کرم کرنے والے۔

حمد باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر دعا شروع کرے اور اسی پر ختم بھی

کرے، اور جب جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو (مندرجہ ذیل دعا) کہے :

۵۷۸- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی سفر کا
ارادہ کیا تو اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے یہ کلمات کہے :

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اِعْتَصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِىْ مَا
اَهْمَنِىْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ لَهٗ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِىْ التَّقْوٰى وَاغْفِرْ لِّىْ ذُنُبِىْ

وَوَجَّهْنِي لِلْخَيْرِ آيْمًا تَوَجَّهْتُ. (۱)

اے اللہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہو رہا ہوں، اور تیرا ہی سہارا لے رہا ہوں، اے اللہ تو کفایت کر ان باتوں سے جو میرے لئے ضروری ہیں اور ان باتوں سے جس کی میں پروا نہیں کرتا، اے اللہ تو مجھے پرہیزگاری کی روزی دے، اور میرے گناہ بخش دے اور میں جدھر جاؤں مجھے خیر کی طرف راغب رکھ۔

(باب-۴)

سفر کیلئے گھر سے نکلنے کے بعد کی دعا :

گھر سے نکلنے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا ذکر شروع کتاب میں (حدیث نمبر: ۵۵ پر) آچکا ہے، وہی دعا مسافر کو بھی نکلنے وقت کرنی چاہئے، بلکہ کثرت سے اس کا ورد رکھنا مسافر کے لئے مستحب ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال دوست و احباب، پڑوسیوں و رشتہ داروں کو رخصت کرے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے اور خود ان کے لئے دعائیں کرے۔
۵۷۹- مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ إِذَا اسْتُودِعَ بِشْيٍ حَفِظَهُ“ (۲)

کہ اللہ کے سپرد جب کوئی چیز کر دی جاتی ہے، تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۸۰- ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۴۹۶، حدیث ضعیف عمر بن مسعود مکتب

(۲) مسند امام احمد: ۸۷۴، قال الحافظ: حدیث صحیح

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسَافِرَ فَلْيَقُلْ لِمَنْ يُخَلِّفُ [أَسْتَوْدِعُكُمْ اللَّهُ
الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ] (۱)

جو سفر کا ارادہ کرے وہ اپنے پیچھے چھوڑنے والے قائم مقام کو کہے میں تم
لوگوں کو اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی امانت کبھی ضائع نہیں
ہو سکتی۔

۵۸۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ سَفْرًا فَلْيَوَدِّعْ إِخْوَانَهُ ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
جَاعِلٌ فِي دُعَائِهِمْ خَيْرًا.

جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائیوں کو رخصت کرے
، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں میں خیر رکھتا ہے۔

نوٹ: امام طبرانی نے ”الاوسط“ میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس کے الفاظ یوں ہیں: ”إِذَا
أَرَادَ أَحَدٌ مِنْكُمْ سَفْرًا فَلْيَسْلَمْ عَلَى إِخْوَانِهِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَاعِلٌ فِي دُعَائِهِمْ
خَيْرًا“ جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائیوں کو سلام کرے، کیونکہ وہ لوگ اس کی
دعا کے ساتھ جواباً اپنی دعا میں خیر کا اضافہ کریں گے۔ (۲) اور جو لوگ اسے رخصت کریں انہیں
یہ کہنا چاہئے۔

۵۸۲۔ سنن ابی داؤد میں حضرت قزعة سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہما نے ان سے کہا، آؤ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے
رخصت کیا تھا:

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِمَ عَمَلِكَ (۱)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور

(۱) عمل الیوم لابن ہی: ۵۰۶، وقال الحافظ: حدیث صحیح

(۲) دیکھئے طبرانی: ۲۸۶۳، بقول صحیحی یہ حدیث ضعیف ہے: ۲۱۰۳۳

تمہارے عمل کے خاتمہوں (یعنی انجام سفر) کو۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس جگہ امانت سے مراد اس کے اہل و عیال مال و اسباب اور وہ تمام چیزیں ہیں جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، اور جسے وہ کسی امانت دار شخص کے پاس رکھ کر اس کی حفاظت کر سکتا ہے، اور دین کا ذکر اس جگہ محض اس لئے ہے کہ دوران سفر مشقت کا اندیشہ ہے، اور اس کی وجہ سے دینی امور میں کوتاہی کا امکان یا مبتلا رفتہ ہونے کا خطرہ ہے۔ (۲)

۵۸۳۔ سنن ترمذی میں نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ جدا نہیں کرتے جب تک کہ رخصت ہونے والا خود اپنا ہاتھ الگ نہ کر لیتا، پھر آپ ﷺ فرماتے :

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَآخِرَ عَمَلِكَ. (۳)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور

تمہارے آخری عمل (یعنی انجام سفر) کو

۳۸۴۔ ترمذی ہی میں حضرت سالم سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے کہتے: ”مجھ سے قریب ہو جاؤ، تاکہ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ میں رخصت کرتے تھے، پھر کہتے:

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ“ (۴)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے عمل

کے خاتمہوں کو۔

۵۸۵۔ سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح صحابی رسول حضرت عبداللہ بن یزید الحظمیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لشکروں کو روانہ کرتے تو فرمایا کرتے تھے :

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكُمْ“ (۱)

(۲) دیکھئے: خطابی: ۷۶۳

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۶۰۰، قال الحافظ: حدیث حسن

(۳) سنن ترمذی: ۳۴۴۳، وقال الترمذی: حسن صحیح

(۴) سنن ترمذی: ۳۴۴۳، وقال الترمذی: حسن صحیح

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور تمہارے اعمال کے خاتمہ کو۔

۵۸۶- سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول، میرا ارادہ سفر کا ہے، آپ مجھے زاد راہ دیں (یعنی راستے کے لئے کچھ ہدایات اور تعلیمات و نصائح عنایت فرمائیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: **رَوَّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى** "اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کو تیرا توشہ سفر بنائے، اس شخص نے عرض کیا، تھوڑا اور اضافہ فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا **"وَعَفَرَ ذَنْبَكَ"** اور تیرے گناہوں کو بخش دے، اس نے پھر عرض کیا کچھ اور اضافہ فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **وَيَسِّرْ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ** "تو جہاں کہیں بھی رہے اللہ تیرے لئے خیر و برکت کو آسان فرمادے۔ (۲)

(باب-۵)

اہل خیر سے وصیت کی درخواست کرنا:

۵۸۷- سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے، آپ مجھے کچھ ہدایات دیں، وصیت کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ تَعَالَى وَالتَّكْوِينِ عَلَى شَرِّ

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ و پرہیزگاری (اللہ سے خوف) کو لازم پکڑو، اور ہر بلندی پر تکبیر کہو۔

جب وہ شخص لوٹے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اطْوِلْهُ الْبَعِيدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ (۱)

اے اللہ تو اس کے لئے دوری کو لیٹ دے (مسافت کم کر دے) اور

اس کے لئے سفر کو آسان بنادے۔

(باب-۶)

مسافر سے دعا کی درخواست کرنا:

مقیم اگرچہ مسافر سے افضل ہو اس کا مسافر سے مقدس و بابرکت مقامات پر دعا کرنے کے لئے کہنا مستحب ہے۔

۵۸۸- سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے کہا: لَا تَنْسَنَا يَا أَحْيَىٰ مِنْ دُعَائِكَ، میرے بھیا اپنی دعا میں ہمیں مت بھولنا، حضرت عمر فرماتے ہیں، آپ نے وہ بات کہی کہ اس کے بدلے اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، اُشْرِ كُنَا يَا أَحْيَىٰ فِي دُعَائِكَ، میرے بھیا اپنی دعا

میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔ (۲)

نوٹ: ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں، اَيُّ أَحْيَىٰ اُشْرِ كُنَا فِي دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا، او میرے بھائی، اپنی دعا میں ہمیں بھی شامل رکھنا اور ہمیں مت بھلانا۔

(باب-۷)

جب اپنی سواری پر سوار ہو تو کیا کہے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

(۱) دیکھئے: سنن ترمذی: ۳۳۳۵، و سنن ابن ماجہ: ۴۷۱، و قال الترمذی: حدیث حسن

(۲) ابوداؤد: ۱۳۹۸، ترمذی: ۳۵۶۳، و قال الترمذی: حدیث حسن صحیح

وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْإِنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لَتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ
(الزخرف: ۱۳-۱۴)

اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار ہوتے ہو، تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ، اور کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔

۵۸۹- ابو داؤد، ترمذی و نسائی میں باسانید صحیحہ حضرت علی بن ربیعہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا، جب حضرت علیؓ نے اپنا پاؤں رکاب میں ڈالا تو کہا: بسم اللہ (شروع اللہ کے نام سے) اور جب اس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا، ہم تو اسے قابو میں نہیں لاسکتے تھے، اور ہم تو اپنے رب ہی کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔

چوتھین بار ”الحمد لله“ اور تین بار ”اللہ اکبر“ کہا پھر فرمایا:

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ

تو پاک ہے بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے

کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

پھر حضرت علیؓ ہنسنے لگے، لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کو کس بات پر ہنسی آئی؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا، پھر آپ ﷺ اس کے بعد اسی طرح ہنس پڑے تھے، تو میں نے کہا تھا، اے اللہ کے رسول آپ کو کس بات پر ہنسی آئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

إِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ : اَغْفِرْ لِي
ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي (۱)

تیرا رب سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے جب وہ بندہ کہتا ہے
”اغفر لی ذنوبی“ (اے میرے رب) تو میرے گناہوں کو بخش
دے، بندے کو پتہ ہے کہ میرے سوا کوئی اور گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

۵۹۰۔ صحیح مسلم کتاب المناسک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لئے نکلتے ہوئے اپنی اونٹنی پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر فرماتے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ،
وَأَنَا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا
الْبِرَّ وَالتَّقْوَىٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَىٰ ، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا
سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِعْنَا بَعْدَهُ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ
وَالْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعَثَاءِ السَّفَرِ
وَكَآبَةِ الْمُنْظَرِ وَسَوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ .

پاک ہے وہ اللہ جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا
ورنہ ہم اس کو اپنے قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور بیشک ہم اپنے پروردگار

(۱) ابوداؤد: ۲۶۰۳، ترمذی: ۳۴۶۶، عمل الیوم للنسائی: ۵۰۳، وقال الترمذی: حدیث حسن اور بعض نسخوں میں: حدیث

حسن صحیح بھی ہے، مذکورہ الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں

کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ ہم اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کی اور جو عمل تجھے پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں، اے اللہ تو ہمارا یہ سفر ہم پر آسان کر دے، اور اس کی مسافت کو طے کر دے، اے اللہ تو ہی سفر میں ہمارا رفیق اور گھر بار میں ہمارا قائم مقام ہے، اے اللہ تجھ سے سفر کی سختیوں سے اور سفر میں کسی تکلیف دہ منظر سے اور بیوی بچوں اور مال و اسباب میں تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

اور جب سفر سے واپس آئے تو واپسی پر بھی یہ دعا پڑھے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے:

اَيُّوْنَ تَأْتِيُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. (۱)

ہم اب اس سفر سے لوٹ رہے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہر حال میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ جب پہاڑی راستوں کی بلندی کو چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نشیب کو اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔ (۲)

۵۹۱۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

جب سفر کرتے تو سفر کی سختیوں، تکلیف دہ واپسی، زیادتی کے بعد کمی، یا اچھائی کے بعد برائی، مظلوم کی بددعا، اہل و عیال اور مال و اسباب میں تکلیف دہ منظر دیکھنے سے پناہ مانگتے تھے۔ (۱)

خوات: ”نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْر“ خور کے معنی توڑنے اور کم کرنے کے ہیں اور ”کوْر“ کے معنی لپیٹنے کے ہیں، اور یہ دراصل ماخوذ ہے عمامہ کا لپیٹنے کے بعد کھولنے سے، اس کا مفہوم یا قول یہ ہے کہ ہم پناہ مانگتے ہیں زیادتی کے بعد نقصان و کمی سے یا کسی کام کی درنگی اور بہتری کے

(۱) صحیح مسلم ۱۳۳۲، یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں

(۲) دیکھئے: ابوداؤد: ۲۵۹۹

بعد بگاڑ و فساد ہے، یا جماعت میں ہونے کے بعد جماعت (ملت) سے نکلنے سے، ایک روایت میں ”کُور“ کے بجائے ”کُون“ ہے اس وقت مفہوم ہوگا اچھی حالت میں رہنے کے بعد بری حالت کی طرف واپسی ہے۔

۵۹۲۔ سنن ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ
اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ ، وَمِنْ
الْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْنِ ، وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوءِ الْمَنْظَرِ
فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ . (۲)

اے اللہ تو ہی میرا رفیق سفر اور بیوی بچوں میں میرا قائم مقام ہے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں سفر کی سختیوں، تکلیف دہ واپسی اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنے مظلوم کی بددعا، اور اہل و عیال اور مال و اسباب میں تکلیف دہ واپسی سے۔

”الحور بعد الکور“ بھی مروی ہے یعنی کسی روایت میں ”الکون“ ہے اور کسی میں ”الکور“ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ دونوں طرح درست ہے، اس کا مفہوم ہے ایمان سے کفر کی طرف واپسی، طاعت و بندگی سے گناہ و معصیت کی طرف واپسی یعنی کسی اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنا۔ یہ امام ترمذی کا کلام ہے، دیگر علماء محدثین نے بھی اسی طرح اس کا مفہوم نقل کیا ہے، خواہ توں کے ساتھ کون ہو یا راہ کے ساتھ کور، یعنی استقامت سے تزلزل اور زیادتی سے کمی کی طرف واپسی۔

علماء کہتے ہیں کہ راہ کی روایت ”تکویر العمامة“ (عمامہ لپیٹنے) سے ماخوذ ہے

جس کا معنی عمامہ لپیٹنا اور سر پر یکجا کرنا ہے، اور نون والی روایت ”کون“ (ہونا) سے ماخوذ ہے جس کا معنی کسی چیز کا ہونا اور اپنے وجود پر مستقر رہنا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نون والی روایت زیادہ صحیح ہے اور صحیح مسلم کے اصل نسخہ میں نون ہی کے ساتھ ہے اور یہی مشہور ہے۔
(باب-۸)

کشتی پر سوار ہونے کی دعا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِيهَا وَمُرسَاهَا“ (ہود: ۴۱)
(اور نوح علیہ السلام) نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے
اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ“ (الرحرف: ۱۲)
اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار
ہوتے ہو۔

۵۹۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت حسین بن علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَمَّا نَ لَا مَتَىٰ مِنَ الْغَرَقِ إِذَا رَكَبُوا أَنْ يَقُولُوا بِسْمِ اللَّهِ
مَجْرِيهَا وَمُرسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ، وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ
قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ
مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ [الزمر: ۶۷]
میری امت کو ڈوبنے سے (مندرج ذیل دعا) امان دینے والی ہے کہ

جب وہ (کشتی وغیرہ پر) سوار ہوں تو کہیں: اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے تھی نہ کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے وہ پاک وہ برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

تمام نسخوں میں اسی طرح ”اذا رکبو“ (جب سوار ہوں) ہے اور اس میں ”سفینہ“ کشتی کا ذکر نہیں ہے۔ (۱)

(باب-۹)

سفر میں دعاء کی فضیلت :

۵۹۴- سنن ابی داؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ
وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهِ. (۲)

تین دعائیں یقیناً قبول ہوتی ہیں، اس میں شک نہیں، مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعاء اور والد کی دعاء (یا بدعاء) اپنے لڑکے، کے لئے۔

ابوداؤد کی روایت میں صرف ”دعۃ الوالد“ (والد کی دعاء) ہے ”علی ولده“ (لڑکے کے لئے کا ذکر) نہیں ہے۔

(۱) ابن سنی: ۵۰۱، ابویعلیٰ: ۶۷۸، وشواحد فی الطبرانی فی الدعاء: ۸۰۳ ولسن الکبریٰ ۱۲/۱۳۲، والا وسط: ۹۷۳، عن ابن عباسؓ یہ سب کی سب ضعیف ہیں)

(۲) دیکھئے: سنن ابی داؤد: ۱۵۳۶، ترمذی: ۳۲۸۸، ابن ماجہ: ۳۸۶۲، قال الترمذی حدیث حسن

(باب - ۱۰)

بلندی و پستی کے اذکار :

پہاڑ وغیرہ کی بلندی پر چڑھتے ہوئے مسافر کا تکبیر کہنا (اللہ اکبر) کہنا اور وادی وغیرہ میں اترتے ہوئے تسبیح (سبحانہ اللہ) کہنا مستحب ہے۔

۵۹۵- صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا إِذَا صَعَدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا (۱)

ہم لوگ جب اوپر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔

۵۹۶- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کا لشکر جب پہاڑی راستوں کی بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔ (۲)

۵۹۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ کے لئے قافلہ بنا کر چلتے — راوی کہتے ہیں کہ مجھے صرف اتنا علم ہے کہ انہوں نے صرف غزوہ کا لفظ کہا تھا، کہ غزوہ میں تو جب بلندی پر آتے یا چڑھائی سے گزرتے تو تین بار تکبیر کہتے، پھر فرماتے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، أَتُوبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ
سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدُهُ
وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تھا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد و ثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم اب لوٹ رہے ہیں گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں، (اسی کے لئے) سجدہ کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کرتے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندہ کی مدد کی اور تھا اسی نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔

یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں، اور مسلم کی روایت اسی جیسی ہے، البتہ اس میں راوی کے یہ الفاظ نہیں ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے صرف اتنا علم ہے کہ انہوں نے صرف غزوہ کا لفظ کہا تھا۔ نیز مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔ ”جب فوج و لشکر، یا سریہ، یا حج یا عمرہ کے لئے بنا کر چلتے تو الخ (۱)

۵۹۸- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم لوگ جب کسی وادی میں پہنچتے تو تکبیر و تہلیل کرتے (اللہ اکبر، اور لا الہ الا اللہ الخ کہتے) ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی کریم ﷺ فرماتے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ، لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ. (۲)

اے لوگو! اپنے ساتھ نرمی برتو کیونکہ تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ ہی غائب کو (تم جسے پکار رہے ہو) وہ تمہارے ساتھ ہے وہ خوب سننے والا اور بالکل پاس ہے۔

۵۹۹- وصیت و ہدایات طلب کرنے کے بیان میں (نمبر: ۵۸۷ پر) ترمذی کی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ تَعَالَى وَالتَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ. (۱)

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ و پرہیزگاری لازم پکڑو اور ہر بلندی پر تکبیر کہو،
۶۰۰۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پست زمین سے بلند مقام کو آتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی كُلِّ حَالٍ (۲)

اے اللہ تیرے ہی لئے شرف و برتری ہے، ہر بلند ترین چیز پر اور تیرے ہی لئے ہر حال میں حمد و ثناء ہے۔

(باب-۱۱)

تکبیر وغیرہ میں مبالغہ کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت
اس کے اندر ابو موسیٰ اشعریؓ کی وہی حدیث ہے جو پچھلے باب میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے گزری۔ (۳)

(باب-۱۲)

رفتار میں تیزی جسم میں پھرتی اور سفر کو آسان بنانے کیلئے رجزیہ
اشعار کہنا:

(۱) سنن ترمذی: ۳۳۳۵

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۵۲۳، یہ حدیث ضعیف ہے بسبب عمرو بن راذان

(۳) صحیح بخاری: ۱۳۸۴، صحیح مسلم: ۲۷۰۴

(اس باب میں بہت سی مشہور احادیث وازد ہوئی ہیں)

فسوت: ابن علان فرماتے ہیں کہ حدی خانی کے جواز میں کسی کے اختلاف کا مجھے علم نہیں حافظ ابن عبد البر اور بہت سی جماعت نے بالاتفاق اس کے جائز ہونے کی صراحت کی ہے، امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضا کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے سرت عبد اللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوْنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهِ الْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهِ
ضَرْبًا یُزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِیْلِهِ وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهِ

اولاد کفار، ان کے راستے سے ہٹ جاؤ، آج کے دن ان کے نزول کے وقت ہم تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو سر کو دھڑ سے الگ کر دیگا اور ایک دوست کو دوسرے سے غافل کر دیگا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا، اے ابن رواحہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تم شعر کہہ رہے ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَلَّ عَنْهُ یَا عُمَرُ فَلْهٰی اَسْرَعُ فِیْهِمْ مِنْ نَضْخِ النَّبْلِ.

اے عمر انہیں چھوڑ دو (کہنے دو) کیونکہ یہ ان کفار کے لئے نیزوں کی بارش سے زیادہ تیز ہے۔

نبی کریم ﷺ کے لئے چند حدی خاں صحابہ کرام تھے جو سفر میں حدی اور شعر کہا کرتے تھے، مثلاً حضرت براء بن مالک مردوں میں اور حضرت انجشہ عورتوں میں ترنم سے شعر پڑھا کرتے تھے، حضرت انجشہ بڑے دلفریب و حسین آواز کے مالک تھے، جب وہ حدی گاتے تو اونٹ برق رفتاری سے چلنے لگتے تھے، ایک بار آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: وَیَذْکُ بِاَنَّجْشَہِ سَوْفَکَ بِالْقَوَارِیْرِ ..

اے انجشہ (ہمارے ساتھ عورتیں ہیں) عورتوں کے ساتھ آرام و آہستگی سے نہ جاؤ۔

(باب-۱۳)

۶۰۱۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا جانور یا بانوں میں چھوٹ کر بھاگ جائے تو اسے یوں پکارنا چاہئے [يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا، يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا] اے اللہ کے بندو! گھیرو، اے اللہ کے بندو! گھیر کر پکڑ لو، کیونکہ روز زمین پر اللہ کے گھیرنے والے بندے ہیں جو اسے گھیر کر پکڑ لیں گے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض بڑے شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کا جانور اور میرا خیال ہے کہ وہ خچر تھا، چھوٹ کر بھاگ گیا اور انہیں یہ حدیث معلوم تھی، چنانچہ انہوں نے اسی طرح کہا تو اللہ نے اس کے جانور کو فوراً روک دیا، میں خود ایک بار جماعت کے ساتھ تھا کہ جانور کھل کر بھاگ گیا اور لوگ اسے پکڑنے سے قاصر رہے، میں نے اسی طرح کہا تو وہ جانور فوراً اسی وقت رک گیا اور اس وقت ان کلمات کے علاوہ کوئی دوسرا ظاہری سبب بالکل نہیں تھا۔

نوٹ: ابن سنی کی روایت کردہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں معروف بن قاسم ہیں ان کے بارے میں ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہیں، ابن عدی انہیں منکر الحدیث قرار دیتے ہیں، البتہ اس کی ایک شاید وموید حدیث کی روایت امام طبرانی نے بروایت عتبہ بن غزوٰن کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: ”إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئاً أَوْ آرَا دَعْوَانَا وَهُوَ بَارِضٌ اِنْيَسُ بِهَا اَلْيَسُ“

فَلْيَقُلْ : [يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْنُوْنِيْ] اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى عِبَادًا اَلَا نَرَاهُمْ جَبْتُمْ مِّنْ سِوٰى كُوْنِيْ شَخْصٌ كَچھ گم کر دے یا کسی سے مدد درکار ہو، اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی معاون و انیس نہ ہو تو اسے اس طرح کہنا چاہئے: ”يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْنُوْنِيْ“ اے اللہ کے بند میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جسے ہم نہیں دیکھتے،

ہیشمی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں بعضوں کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی توثیق کی گئی ہے، البتہ یزید بن علی نے عتبہ کو نہیں پایا ہے۔

(باب-۱۴)

مشکل و سرکش جانور پر سوار ہوتے وقت کی دعا :

۶۰۲- جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبد اللہ یونس بن عبید بن دینار البصری جن کی جلالت شان ، حفظ و اتقان ، زہد و تقویٰ یا کبازی و پرہیز گاری ، ذہانت و فراست اور دیانت و امانت پر ساری امت کا اجماع ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کسی اذیل و سرکش جانور پر سوار ہو اور اس کے کان میں یہ الفاظ قرآنی کہہ دے تو وہ جانور اللہ کے حکم سے یقیناً رک جاتا اور مطیع ہو جاتا ہے آیت کریمہ یہ ہے :

اَفْغِيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَغُوْنُ ، وَلَهُ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ . (آل عمران-۸۳)

کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(باب-۱۵)

کسی آبادی پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا :

۶۰۳۔ نسائی وابن سنی کی کتاب میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی بستی یا آبادی کو دیکھتے اور وہاں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو دیکھتے ہی فرماتے :

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ، وَالْاَرْضَيْنِ السَّبْعِ
وَمَا اَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَّاحِ وَمَا
دَرَسْنَ، اَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ اَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا،
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا. (۱)

اے اللہ، ساتوں آسمانوں کے اور ان تمام مخلوق کے جس پر یہ سایہ فلک ہے اور ساتوں زمینوں کے اور ان تمام مخلوق کے پروردگار جس کو یہ اٹھائے ہوئی ہے، اور تمام شیاطین کے اور ان تمام مخلوق کے رب جن کو اس نے گمراہ کیا ہے، اور تمام ہواؤں کے اور ان چیزوں کے پروردگار جن کو ان ہواؤں نے منتشر کیا ہے، ہم تجھ ہی سے اس بستی کی اور اس بستی والوں کی اور جو کچھ اس بستی کے اندر ہے اس کی خیر و برکت کا سوال کرتے ہیں اور تیری ہی پناہ لیتے ہیں، اس بستی کے اور اس بستی والوں کے اور جو کچھ بھی اس بستی میں ہے اس کے شر سے۔

۶۰۴۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سرزمین میں نمودار ہوتے اور اس کی آبادی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو ارشاد فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ وَخَيْرِ مَا جَمَعْتَ فِيْهَا، وَاعُوْذُ
بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَمَعْتَ فِيْهَا، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَیٰهَا وَاعِزَّنَا

(۱) عمل الیوم للنسائی ۵۴۳، عمل الیوم لابن سنی ۵۲۵، حاکم ۴۳۶۱، ابن حبان ۲۳۷۷، حدیث حسن

وَبَاہَا، حَبِّبْنَا إِلَىٰ أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا. (۱)
 اے اللہ میں تجھ سے اس سرزمین کی خیر و بھلائی اور جن خیر و بھلائی کو
 اس نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے، اس کا سوال کرتا ہوں، اور میں تیری
 پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور ان تمام شر سے جس کو اس نے اپنے
 اندر جمع کر رکھا ہے، اے اللہ تو ہمیں اس کی شادابی کی روزی عطا فرما،
 اور اس کے وہار سے ہمیں محفوظ فرما، اور ہمیں یہاں والوں میں محبوب بنا،
 اور یہاں کے نیک و صالح لوگوں کو ہمارے نزدیک محبوب بنا۔

نوٹ: اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر حضرت ابن عمر کی روایت اس کی شاہد ہے جسے طبرانی نے
 نقل کی ہے، اور وہ بھی ضعیف ہے۔ (۲)

ابن عمر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كُنَّا سَافِرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآذَارَ أَرَى
 الْقَرْيَةِ يَرِيدُ أَنْ يَدْخُلَهَا قَالَ: [اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا،
 ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَّاهَا وَجَنِّبْنَا وَبَاہَا وَحَبِّبْنَا
 إِلَىٰ أَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا]

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے، اور آپ ﷺ
 کی نگاہ کسی بستی (یا آبادی) پر پڑتی جہاں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو
 تین بار فرماتے: ”اللہم بَارِكْ لَنَا فِيهَا“ اے اللہ تو ہمارے لئے
 برکت رکھ دے پھر فرماتے ”اللہم ارْزُقْنَا جَنَّاهَا الْخ“ اے اللہ تو
 ہمیں اس بستی کے باغوں کی روزی دے اور اس کے وہار سے ہمیں
 محفوظ رکھ، اور ہمیں یہاں والوں میں محبوب بنا اور یہاں کے نیک
 و صالح کو ہمارے نزدیک محبوب بنا دے۔

(باب-۱۶)

کسی سے خوف و اندیشہ کے وقت پڑھنے کی دعا :

۶۰۵- سنن ابی داؤد و نسائی میں باسانید صحیحہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو فرماتے :

اللَّهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. (۱)
(یہ حدیث نمبر: ۳۷۲ پر پہلے گزر چکی ہے)

نیز اس کے ساتھ مصائب و پریشانی کے وقت کی دعا بھی پڑھنا بہتر ہے (جس کا ذکر نمبر: ۳۵۹ پر آچکا ہے)

(باب-۱۷)

مسافر کو بھوت پریت کے گھیر لینے کے وقت کا عمل :

۶۰۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِذَا تَغَوَّلْتَ لَكُمْ الْغِيْلَانَ فَنادُوا بِالْاَذَانِ. (۲)

جب بھوت پریت (چڑیل) تمہیں گھیر لیں تو تم باواز بلند اذان دو،

نوٹ: طبرانی کی روایت اس کی شاہد ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، اور اس کے الفاظ یہ

ہیں: اِذَا تَغَوَّلْتَ لَكُمْ الْغَوْلَ فَنادُوا بِالْاَذَانِ، فان الشیطان اذا سمع النداء اذبر و له

حصاص، "اگر تمہیں بھوت و چڑیل گھیر لیں تو اذان کی آواز بلند کرو، کیونکہ شیطان جب اذان سنتا

تو سر پٹ بھاگتا ہے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں "الغیلان" جنات و شیاطین کی ایک خاص قسم

(۱) سنن ابی داؤد: ۱۵۳۷، تحفہ: ۹۱۲۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی،

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۵۲۳، عمل الیوم للنسائی: ۹۵۵۔ یہ حدیث ضعیف ہے

ہے اور یہ جن جادوگر ہوتے ہیں ”تغول“ کے معنی صورت بدلنے کے ہیں، یعنی نئی شکل میں آنا اور اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بھوت پریت، جن و شیاطین اور چڑیلوں کے شر کو اذان دیکر دفع کیا جائے، کیونکہ شیاطین اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔

اس باب سے مناسبت رکھنے والے اذکار، پیش آمدہ امور کی دعاؤں اور شیطانی وسوسوں کے پیش آنے کے وقت کی دعاؤں کے بیان میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور وہاں ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت ان آیات قرآنی کی تلاوت میں انسان کو مشغول ہو جانا چاہئے (مثلاً آیت الکرسی و معوذتین وغیرہ)

(باب-۱۸)

کسی مقام پر پڑاؤ رکھتے وقت کی دُعا :

۶۰۷۔ صحیح مسلم، موطا امام مالک اور سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ : [أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ] لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ. (۲)
جو کسی مقام پر پڑاؤ کرے (اترے) پھر کہے: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں، اس کے پیدا کردہ مخلوق کے شر سے، تو کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہونچا سکتی، یہاں تک کہ وہ اس مقام سے کوچ کر جائے۔

۶۰۸۔ سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہوتی تو فرماتے :

(۱) دیکھئے: الطبرانی فی الدعاء: ۲۰۰۹

(۲) صحیح مسلم: ۲۷۰۸، موطا امام مالک: ۹۷۸/۲، ترمذی: ۳۳۳۷

يَا اَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ مَا فِيْكَ،
وَشَرِّ مَا خَلَقَ فِيْكَ، وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَسَدٍ
وَاَسْوَدٍ وَمِنْ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ
وَمَا وَلَدَ. (۱)

اے زمین، میرا اور تیرا (سب کا) پروردگار اللہ ہے، میں اللہ
کی پناہ لیتا ہوں، تیرے شر سے اور اس کے شر سے جو تیرے اندر ہے
اور اس کے شر سے جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اور اس کے شر سے جو
تیرے اوپر ریختا ہے (اے اللہ) میں تیری پناہ لیتا ہوں شیر و انسان
سے، سانپ و بچھو سے اور علاقہ کے باشندے (غیر مری مخلوق) سے
اور والد (ابلیس) سے اور جسے اس نے جنا (جنات) اس سے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ ”ساکن البلد“ علاقہ کے باشندے سے مراد وہ جن ہیں جو
روئے زمین پر سکونت پذیر ہیں، اور البلد کا معنی اگرچہ شہر ہے، مگر اس جگہ اس سے مراد وہ زمین
ہے جو جانداروں کا مسکن، ٹھکانا اور پناہ گاہ بنا ہوا ہے، خواہ وہاں گھر مکان ہو یا نہ ہو۔ پھر
فرماتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ والد سے مراد ”ابلیس“ ہو اور ”وما ولد“ جسے اس نے جنا سے
مراد عام شیاطین ہوں، ”اسود“ کا لفظی ترجمہ اگرچہ کالا سیاہ ہے، مگر یہاں اس سے مراد افراد و
اشخاص ہیں، کیونکہ عربی میں لفظ ”اسود“ کا اطلاق ہر فرد بشر پر کیا جاتا ہے۔

(باب-۱۹)

سفر سے واپسی کے بعد کی دعاء:

سفر سے واپسی کے بعد وہی کہنا سنت ہے جس کا ذکر حضرت ابن عمر والی حدیث میں

پہلے (بحوالہ ابوداؤد: ۲۵۹۹) پہاڑیوں اور بلند یوں پر مسافر کے تکبیر کہنے کے بیان میں (حدیث نمبر: ۵۹۶ پر) آچکا ہے۔

۶۰۹۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابو طلحہ اور حضرت صفیہ جو آپ کی اونٹنی پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، سفر میں آپ کے شامل تھے، جب واپس آئے اور ہم لوگ مدینہ کے قریب اس کے مضافات میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَبُيْنَ تَابُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ (۱)

ہم اب سفر سے لوٹ رہے ہیں، گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہر حال میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔

(باب-۲۰)

مسافر کو نماز فجر کے بعد کیا کہنا چاہئے:

فجر کے بعد مسافر کے لئے بھی وہی کچھ کہنا مستحب ہے جو مقیم کے لئے مستحب ہے، اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے، اس کے علاوہ یہ دعا بھی مستحب ہے۔

۶۱۰۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے۔ روای کہتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں، شاید انہوں نے کہا کہ ”سفر میں“ تو اتنی بلند آواز سے یہ دعا کہتے کہ سارے شرکار اسے سن لیتے۔

اللَّهُمَّ اصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ عِصْمَةً أَمْرِي،
اللَّهُمَّ اصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي - ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ - اللَّهُمَّ اصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي جَعَلْتَ إِلَيْهَا مَرْجِعِي -
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْكَ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى

لَمَّا مَنَعْتَ وَلَا تَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. (۱)

اے اللہ تو میرے دین کی اصلاح فرما دے جسے تو نے میرے کام کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے، اور میری دنیا کو بھی سدھار دے جس میں تو نے میرے لئے معاش رکھا ہے (اے تین بار کہا) اے اللہ تو میری آخرت کی اصلاح فرما دے جس کی طرف میری واپسی تو نے طے کر رکھی ہے، (اے بھی تین بار کہا) اے اللہ میں تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں تیری ناراضگی سے اور تیری ہی پناہ لیتا ہوں تیرے (غیض و غضب) سے جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تجھ سے بچا نہیں سکتی (تیرے مقابلہ میں کارگر نہیں)

نوٹ: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے اندر اسحاق بن یحییٰ ہیں یا دداشت کے تعلق سے یہ بالاتفاق ضعیف شمار کئے جاتے ہیں، مگر اصل روایت صحیح مسلم میں مروی ہے اور اس کے ہم معنی شواہد بھی پائے جاتے ہیں اس لئے حدیث حسن ہے۔

(باب-۲۱)

اپنے شہر پر نظر پڑتے وقت کی دعاء :

اس وقت وہی کہنا مستحب ہے جو حدیث نمبر ۶۰۹ میں مذکور ہے، یعنی آئینون تائیون

الخ نمبر ۶۰۳ اور ۶۰۴ والی دعاء پڑھنا بھی بہتر ہے، اس کے علاوہ یہ دعاء بھی پڑھے :

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا“۔ ۶۱۱

اے اللہ تو اس کے اندر میرے لئے قرار اور عمدہ رزق مہیا فرما۔

نوٹ: امام نووی نے تخریج کے بغیر اسے ذکر کیا ہے، یہ نساہی کی روایت ہے جسے انہوں نے اپنی

کتاب عمل الیوم واللیلہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں ”قلنا یارسول اللہ، ماکان یتخوف القوم حیث کانو یقولون اذا شرفوا علی المدینہ [اجعل لنا فیہا رزقاً وقراراً]؟ قال: کماکانو یتخوفون جوار الولاۃ وقحوط المطر،، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: قوم کس چیز سے ڈرتی تھی کہ جب مدینہ کے قریب پہنچتی تو کہتی تھی،، [میرے لئے اس شہر میں رزق اور قرار مہیا فرما] تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگ حکام کے ظلم اور بارش کے رک جانے سے ڈرتے تھے۔

مصنف نے جو الفاظ ذکر کئے ہیں وہ ابن عباس کی روایت کے ہیں جس کی تخریج دیلمی نے کی ہے۔ (۱)

(باب-۲۲)

سفر سے واپسی کے بعد گھر میں داخل ہونے کے وقت کی دعا:

۶۱۴- ابن سنی کی کتاب حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے اور اہل خانہ میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

تَوْبًا تَوْبًا لِرُبِّنَا اَوْبًا لَا یُعَادِرُ حَوْبًا. (۲)

میں توبہ کرتا ہوں میں تائب ہوتا ہوں اپنے رب (کی عبادت) کے لئے واپس آیا ہوں (اللہ) کسی گناہ کو (میرے ذمہ باقی) نہ چھوڑے۔

(انام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ”توبہ“ بر بنائے مفعول مضوب ہے جس کی تقدیر یا تو ”تب علینا توبہ“ ہے یا ”تسئلتک توبہ“ ہے اور ”اوبہ“ بھی بر بنائے مفعول مضوب ہے جس کی تقدیر ناوب اوبہ، ہے ”یُعَادِر“ ترک کرنے کے معنی میں اور ”حوبہ“ گناہ کے معنی میں ہے۔ ”حوبہ“ حار کے پیش اور زبردوں طرح سے صحیح ہے۔

(۱) دیکھئے: عمل الیوم للنسائی: ۵۵۳، کنز العمال: ۳۸/۵۷، بحوالہ دیلمی، حدیث حسن

(۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۵۳۶

(باب-۲۳)

سفر سے واپس آنیوالوں کو دی جانے والی دعا:

جب کوئی سفر سے واپس آئے تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے یوں دعا دیں:

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَلَّمَكَ“

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں سلامتی سے رکھا۔

یا یوں کہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَمَعَ الشَّمْلَ بِكَ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہارے ذریعہ شراذہ یکجا و متحد کیا۔

یا اس جیسے کوئی اور کلمات کہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زِيدَنَّكُمْ. (برہم: ۷)

اگر تم نے شکر ادا کیا تو بیشک ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے۔

اس کے اندر وہ حدیث بھی ہے جو اگلے باب میں بروایت حضرت عائشہؓ آرہی ہے۔

(باب-۲۴)

غزوہ یا جہاد سے واپس آنے والوں کو دی جانے والی دعا:

۶۱۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک

غزوہ میں تھے، اور جب واپس آئے تو میں نے آپ کا (گھر میں) استقبال کیا، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَصَرَكَ وَأَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ. (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کی مدد و نصرت کی اور آپ

کو عزت و شرف بخشا۔

نوٹ: یہ ایک طویل صحیح حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث کی تخریج امام ابوداؤد و نسائی نے کی ہے۔ (۲)

(باب-۲۵)

حج سے واپس آنے والوں کی یا اسے دی جانے والی دعا :

۶۱۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ”انسی ارید الحج“ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ (تھوڑی دور) اس کے ساتھ چلے پھر فرمایا:

يَا غُلَامُ، زَوِّدَكَ اللَّهَ التَّقْوَىٰ وَوَجِّهَكَ فِي الْخَيْرِ، وَكَفَّاكَ
الْهَمَّ.

اے نوجوان، اللہ تجھے پرہیزگاری عطا کرے اور خیر کی رہنمائی کرے،
اور ہر فکر و تردد سے تیری کفایت کرے۔

جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو (آکر) سلام کیا، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا :

يَا غُلَامُ قَبِلَ اللَّهُ حَجَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَأَخْلَفَ نَفَقَتَكَ. (۳)
اے لڑکے، اللہ تیرا حج قبول کرے، تیرے گناہ بخش دے اور تیرے
اخراجات کا بہتر بدلہ عطا کرے۔

۶۱۵- سنن بیہقی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۵۳۷

(۲) دیکھئے سنن ابی داؤد: ۴۱۵۳، عمل الیوم للنسائی: ۵۵۸

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۵۳۸، حدیث غریب

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنْ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ (۱)
اے اللہ تو حاجیوں کو اور جس کیلئے حاجی دعا، مغفرت کریں سب کو بخش دے۔

کتاب اذکار الاکل والشرب (کھانے پینے کے اذکار کے بیان میں)

(باب-۱)

جس کے سامنے کھانا پیش کیا جائے اسے کیا کہنا چاہئے:

۶۱۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ، بِسْمِ اللّٰهِ. (۱)
اے اللہ تو نے جو رزق ہمیں دیا ہے اس میں برکت دے اور ہمیں نار
جہنم کے عذاب سے بچالے، میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔

(باب-۲)

کھانا پیش کرتے ہوئے میزبانوں کا مہمانوں سے
”تناول فرمائیں“ یا اس جیسے الفاظ کہنا:

یاد رکھیں کہ میزبان کے لئے کھانا پیش کرنے کے بعد مہمانوں سے ”بسم اللہ“ کریں،
”تناول فرمائیں“ ”الصلاة“ یا اس طرح کے کلمات جو کھانا شروع کرنے کی اجازت پر دلالت
کرتے ہوں، کہنا مستحب ہے، مگر یہ کہنا ضروری نہیں، بلکہ محض کھانا ان کے سامنے پیش کر دینا ہی
اجازت کے لئے کافی ہے، اور پیش کر دئے جانے کے بعد لفظی اجازت کے بغیر ہی مہمانوں کا
کھانا شروع کر دینا درست ہے، بعض علماء شوافع کی رائے ہے کہ الفاظ کے ذریعہ کھانے کی
اجازت دینا شرط ہے، مگر پہلا قول ہی رائج و صحیح ہے، اور صحیح احادیث کے اندر جو اجازت کے الفاظ
وارد ہوئے ہیں، وہ مستحب ہونے پر محمول ہیں۔

(باب-۳)

کھاتے پیتے وقت بِسْمِ اللہ کہنا :

۶۱۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا :

بِسْمِ اللّٰهِ وَكُلْ يَمِينُكَ (۱)

اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

۶۱۸- سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرْ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ ، فَإِنْ نَسِيَ
أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ
وَأَخْرَهُ

جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اس کے شروع میں اللہ کا نام لے اور اگر شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے: ”بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَأَخْرَهُ“ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اس کے شروع میں اور اس کے آخر میں۔

۶۱۹- صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ ، فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ ، لَأَمْسَيْتَ لَكُمْ وَلَا عِشَاءَ ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللّٰهِ عِنْدَ دُخُولِهِ ، قَالَ الشَّيْطَانُ : أَدْرَكْتُمُ الْمَمِيَّتَ ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالَى عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ : أَدْرَكْتُمُ

الْمَيْبِيتَ وَالْعِشَاءَ (۱)

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے ہوئے اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے تو شیطان کہتا ہے، نہ تمہاری شب خوابی خوشگوار ہو نہ کھانا، اور اگر وہ داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے، تم نے شب خوابی کی خوبی پالیا، اور جب کھاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے، تم نے شب خوابی اور خورد و نوش کی خوبی پالیا۔

۶۲۰۔ صحیح مسلم ہی کے اندر حضرت انسؓ کی حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ کے معجزوں میں سے ایک کھلے معجزہ پر مشتمل ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ و ام سلیم نے آپ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا تو (راوی کہتے ہیں کہ اس موقع سے) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اِنَّ ذٰلِكَ لَعَشْرَةٌ“ مجھے دس آدمیوں کو ساتھ لانے کی اجازت دو، تو انہوں نے اس کی اجازت دیدی، پھر سب کے سب ان کے گھر پہنچے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”كُلُّوْا وَ سَمُّوْا اللّٰهَ تَعَالٰی“ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو تو ان سبوں نے کھایا یہاں تک کہ آپ نے اس طرح اسی (۸۰) افراد کے ساتھ کیا (یعنی اسی طرح اسی افراد نے شکم سیر ہو کر کھایا) (۲)

۶۲۱۔ صحیح مسلم ہی کے اندر حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے شامل ایک کھانے (کی دعوت) میں حاضر ہوئے، ہم لوگ اپنا ہاتھ کھانے میں اس وقت تک نہیں ڈالا کرتے تھے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر شروع نہ کر دیتے، تو ہم لوگ ایک بار آپ ﷺ کے شامل ایک کھانے کی دعوت میں حاضر ہوئے تو ایک بچی اس طرح بھاگتی ہوئی آئی جیسے کوئی اسے بھگا رہا ہو، وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنے لگی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی (دیہاتی بدو) آیا جیسے وہ بھگا کر لایا جا رہا ہو، تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، پھر فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ إِلَّا يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَأَنَّهُ جَاءَ بِهِدْمُ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَأَخَذَتْ بِيَدِهَا فَجَاءَ
بِهَذَا الْإِعْرَابِي لِيَسْتَحِلَّ بِهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
إِنَّ يَدَهُ فِي يَدَيَّ مَعَ يَدِهِمَا .

بیشک شیطان کھانے کو اپنے لئے حلال کر لیتا ہے ((کھانے پر قادر ہو جاتا ہے)) اگر اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور اسی نے اس نیکی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ وہ اسے اپنے لئے حلال و تصرف میں کر کے، تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس اعرابی (دیہاتی) کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ وہ اسے حلال و تصرف میں کر لے، تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا (بسم اللہ کہا) پھر تناول فرمایا: (۱)

نوٹ: علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ترک کرنا گویا اللہ کی طرف سے شیطان کے لئے کھانے کی اجازت ہے جس طرح کہ بسم اللہ کہہ لینا گویا اللہ کی طرف سے اس کے لئے کھانے میں شریک ہونے سے روک اور ممانعت ہے، ابن علان (۱۸۸/۵) فرماتے ہیں کہ صحیح بات جو جمہور علماء کی رائے ہے یہ ہے کہ شیطان کا کھانے میں شریک ہونے والی احادیث و روایات اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور یہ کہ شیطان فی الواقع کھاتا ہے، اور شریک طعام ہوتا ہے، کیونکہ نہ تو عقل اسے محال تصور کرتا اور نہ ہی شریعت اس کی تردید کرتی ہے، اس لئے اس کے ظاہر ہی کو قبول کرنا اور اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

۶۲۲- ابو داؤد و نسائی نے صحابی رسول حضرت امیہ بن خثعمؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور ایک شخص کھا رہا تھا، اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تھا (بسم اللہ نہیں کہا)

تھا) اب صرف ایک ہی لقمہ کھانے کو باقی رہ گیا تھا کہ اس نے کہا ”بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ“ تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے، پھر فرمایا: ”مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ“

شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا، پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ اس کے پیٹ میں (گیا) تھا قے (اُٹی) کر کے اسے نکال دیا۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) مَحْشِيْ مِم کے زبرخا کے سکون، شین کے زیر اور یاء کے تشدید کے ساتھ ہے۔

یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کے بسم اللہ ترک کرنے کا علم بالکل آخر میں اس وقت ہوا جب، اس نے بسم اللہ پڑھا، کیونکہ اگر آپ کو اس کا علم پہلے ہوتا تو آپ خاموش نہیں رہتے، اور بسم اللہ کہنے کا حکم ضرور دیتے۔

۶۲۳- سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ اصحاب کے شامل کھانا تناول فرما رہے تھے، کہ ایک اعرابی آیا، تو آپ ﷺ نے اسے بھی دو لقمہ کھلایا پھر فرمایا: ”اَمَّا اِنَّهُ لَوْ سَمِعَ لَكَفَا كُمْ“ اگر اس نے بسم اللہ کہا ہوتا تو یہ تم سب کے لئے کافی ہوتا۔

۶۲۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ نَسِيَ اَنْ يُسَمِّيَ عَلٰی طَعَامِهِ فَلْيَقْرَأْ ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ“ اِذَا فَرَّغَ (۲)

جو اپنے کھانے پر بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب کھانے سے فارغ ہو تو ”قل هو اللہ احد“

(یوچی سورت) پڑھ لے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع و اتفاق ہے، اور اگر شروع میں جان بوجھ کر یا بھول کر یا مجبور کئے جانے کی وجہ سے یا دیگر عوارض کی وجہ سے بسم اللہ کہنے سے عاجز و لاچار رہے، اور یہ ترک ہو جائے، پھر

(۱) سنن ابی داؤد: ۶۸۰۷، عمل الیوم للنسائی: ۲۸۲، صحیح الحاکم: ۱۱۸/۴، دو افقہ الذہبی

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۶۲، یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے

کھانے کے دوران ہی یاد آجائے یا کہنے پر قدرت ہو جائے تو سابق والی حدیث کے پیش نظر اسی وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور (درمیان میں بسم اللہ یوں) کہے۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ“ حدیث نمبر ۶۲۳۰ پر اس کا ذکر آچکا ہے

پانی، دودھ، شہد، شوربا، اور تمام مشروبات کو پیتے وقت بسم اللہ کہنا اسی طرح مستحب ہے جس طرح کھاتے وقت۔

علماء شوافع اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ بسم اللہ باواز بلند کہنا مستحب ہے، تاکہ یہ دوسروں کے لئے تنبیہ اور بسم اللہ کی یاد دہانی ہو اور دوسرے بھی اس کی پیروی کریں۔ واللہ اعلم۔
(فصل)

کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کے احکام:

جس کا جانا سب سے اہم اور ضروری ہے وہ بسم اللہ کی صفت، اس کا طریقہ اور وہ مقدار ہے، جو بسم اللہ کے لئے کافی ہو سکے۔

یاد رکھیں کہ سب سے افضل اس طرح کہنا ہے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اس کے بجائے اگر کوئی صرف ”بسم اللہ“ کہے تو بھی کافی ہے اور اس سے سنت حاصل ہو جائیگی، بسم اللہ کہنے کے حکم میں جنبی، حائض، اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔

کھانے میں شریک تمام لوگوں کو بسم اللہ کہنا چاہئے، البتہ اگر اس میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ کہہ لے تو سب کی طرف سے یہ کافی ہوگا، خود امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور امام شافعی کے حالات زندگی کے ضمن میں ”کتاب الطبقات“ کے اندر میں نے علماء کی ایک جماعت کے حوالہ سے اسے بیان کیا ہے اور یہ سلام کا جواب یا چھینک کا جواب دینے کی طرح ہے کہ اس میں جماعت کی طرف سے کسی ایک کا جواب سبھوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔

نوٹ: مصنف علیہ الرحمہ نے طبقات میں امام شافعی رحمہ اللہ کی سیرت بیان کرنے کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس میں امام شافعی کے حالات زندگی کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ تصریح ہے، ممکن ہے انہوں نے

کسی اور کتاب میں ذکر کیا ہو۔

(باب-۴)

کھانے پینے کی عیب جوئی کرنے کی ممانعت:

۲۳۵- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی عیب جوئی نہیں کی اگر خواہش ہوتی تو کھاتے اور اگر ناپسند کرتے تو چھوڑ دیتے، مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر خواہش ہوتی تو کھاتے اور اگر خواہش یا رغبت نہ ہوتی تو خاموش رہتے۔ (۱)

۲۳۶- سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں صحابی رسول حضرت ہَلْبُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا، جبکہ ایک شخص نے آپ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا، بعض کھانے ایسے ہوتے ہیں جس سے مجھے الجھن ہوتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَتَحَلَّجَنَّ فِي صَدْرِكَ شَيْئٌ وَضَارَعَتْ بِهِ النَّصْرَانِيَّةُ. (۲)

تمہارے سینے میں ایسی بات پیدا نہ ہونی چاہئے جس سے تم شبہ کرنے میں نصرانیت سے قریب ہو جاؤ۔

(باب-۵)

کھانے سے بے رغبتی ظاہر کرنا:

ضرورت پیش آنے پر مجھے اس کھانے کی خواہش نہیں، یا میں اس کا عادی نہیں، یا اس جیسے الفاظ کہنا جائز ہے۔

۶۲۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت خالد بن ولیدؓ سے گوہ والی حدیث میں مروی ہے کہ جب بھنا ہوا گوہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے کھانے کے لئے، اس کی طرف اپنا ہاتھ

(۱) بخاری: ۵۴۰۹، مسلم: ۲۰۶۳

(۲) ابوداؤد: ۳۷۸۳، ترمذی: ۱۵۶۵، ابن ماجہ: ۲۸۳۰، قال الحافظ: حدیث حسن

بڑھایا، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول، یہ گوہ ہے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا (اٹھالیا)
حضرت خالد نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا گوہ حرام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا، وَلَكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَارِضَ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ. (۱)

نہیں، لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں پایا جاتا، اس لئے میں
اپنے آپ کو اس سے متفر پاتا ہوں۔

(باب-۶)

کھانیوالوں کا کھانے کی تعریف کرنا :

۶۲۸- صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے
سالن کے بارے میں دریافت کیا، تو جواب ملا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہے، آپ نے منگوایا
اور کھانے لگے، آپ کہہ رہے تھے:

نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ. (۲)

سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے، سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے۔

(باب-۷)

روزہ کی حالت میں کوئی کھانے پر حاضر ہو اور روزہ نہ توڑے تو کیا کہے:

۶۲۹- صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا:

إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ

كَانَ مُفْطَرًا فَلْيَطْعَمْ (۱)

جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے ضرور قبول کرنا

چاہئے، پھر اگر وہ روزہ سے ہو تو دعا کرے، اور اگر روزہ سے نہ ہو تو کھائے۔

یُصَلِّ اس جگہ دعا کے معنی میں ہے۔

۶۳۰۔ ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَأْكُلْ وَإِنْ كَانَ صَائِمًا دَعَا لَهُ بِالْبَرَكَاتِ (۲)
اگر وہ روزہ سے نہ ہو تو اسے کھانا چاہئے اور اگر روزہ سے ہو تو اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔

(باب-۸)

مدعوین کے ساتھ طفیلی کا لگ جانا:

اگر کسی کو کھانے کی دعوت دی گئی ہو اور کوئی طفیلی اس کے ساتھ لگ جائے تو داعی سے اس کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔

۶۳۱۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا، جسے اس نے پانچ افراد کے لئے تیار کیا تھا، آپ ﷺ پانچویں شخص تھے، کھانے کے لئے جاتے ہوئے ایک شخص ان حضرات کے ساتھ لگ گئے، جب سب لوگ داعی کے دروازہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ هَذَا اتَّبَعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذُنَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ رَجِعْ. (۳)

یہ ہم لوگوں کے پیچھے لگ آیا ہے اگر چاہو تو اسے اجازت دیدو، یا چاہو تو یہ لوٹ جائے۔

تو اس نے کہا ہم اسے اجازت دیتے ہیں انے اللہ کے رسول۔

(۱) صحیح مسلم: ۱۴۱۳-۱۴۲۲ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۲۹۰، عمل الیوم للنسائی: ۳۰۰، عن عبد اللہ بن مسعود حدیث صحیح

(۳) صحیح بخاری: ۵۴۳۳، صحیح مسلم: ۲۰۳۶

(باب ۹)

غلط ڈھنگ سے کھانے والوں کو تنبیہ و نصیحت کرنا :

۶۳۲- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالہ میں گھوم رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا غُلَامُ سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ (۱)

اے لڑکے اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور

اپنے سامنے ہی سے کھاؤ۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھا رہا تھا، اور میں پیالے کے چاروں طرف سے لیکر کھانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”كُلْ مِمَّا يَلِيكَ“ اپنے سامنے سے کھاؤ۔

۶۳۳- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جبہ بن حمیمؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ میں قحط سالی کا سامنا ہوا، تو ہمیں کھجور کی روزی میسر آئی، حضرت عبد اللہ بن عمر کا جب ہمارے پاس سے گزر رہا تھا اور ہم لوگ کھا رہے ہوتے تو وہ فرماتے:

لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهَى عَنِ

الْإِفْرَاقِ

دو کھجور ملا کر بیک لقمہ مت کھاؤ، بیک لقمہ دو کھجور کھانے سے رسول اللہ

ﷺ نے منع کیا ہے۔

پھر فرماتے:

إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ (۱)

الا اینکد وہ اپنے بھائی (شریک) سے اس کی اجازت لے لے۔

نوٹ: شیخ الاسلام زکریا انصاری فرماتے ہیں، یہ ممانعت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، البتہ اگر کھجور میں دو آدمیوں کی شراکت ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ کھانا حرام ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ کراہت کیلئے ہے یا تحریم کے لئے؟ صحیح قول میں قدرے تفصیل سے اور وہ اس طرح کہ اگر وہ ان کے درمیان مشترک ہو تو دو کو ملا کر ایک لقمہ بنانا اس کی اجازت کے بغیر حرام ہے۔

۶۳۴- صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”كُلْ بِيَمِينِكَ“ اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے جواب دیا کہ میں (داہنے ہاتھ سے) اس کی قدرت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا: ”لَا اسْتَطَعْتَ“ تم قدرت نہ رکھ سکو ”مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ“ اسے صرف غرور و تکبر نے اس سے باز رکھا ہے، پھر وہ اپنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا۔ (۲)

نوٹ: بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے، بعضوں نے حرام کہا ہے، بشرطیکہ مرض وغیرہ کی وجہ سے کوئی عذر نہ ہو، امام نووی شرح مسلم ۱۹۲/۱۳ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بغیر عذر کے حکم شرعی کی مخالفت کرنے والوں پر بدعوار کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، نیز ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یعنی نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس شخص کا نام بسر بن راعی العیر ہے، یہ صحابی رسول ہیں ان کی حالات زندگی اور اس حدیث کی تشریح میں نے شرح مسلم میں کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(باب-۱۰)

کھانے پر باتیں کرنے کا استحباب

اس کے اندر وہی حدیث ہے جو کھانے کی تعریف کے سلسلہ میں پہلے مسلم کے حوالہ سے حدیث نمبر: ۶۲۸ میں آچکی ہے۔

امام ابو حامد الغزالی فرماتے ہیں کہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ کھانے کے دوران نیک اور اچھے اعمال کے بارے میں اور صالحین و بزرگان دین وغیرہم کے بارے میں گفتگو ہوتی رہنی چاہئے۔

(باب-۱۱)

کھانے کے باوجود اگر شکم سیر نہ ہو تو اسے کیا کہنا اور کیا کرنا چاہئے؟

۶۳۵۔ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں وحشی بن حربؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: ہم کھاتے ہیں، اور شکم سیر نہیں ہوتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: **فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرُقُونَ** "شاید تم الگ الگ کھاتے ہو۔"

صحابہ نے عرض کیا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا:

فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى يُبَارِكَ لَكُمْ

فِيهِ (۱)

اکٹھا کھایا کرو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو (اس طرح) اس میں تمہارے لئے

برکت دی جائے گی۔

(باب-۱۲)

کسی جذامی یا آفت رسیدہ کے ساتھ کھاتے وقت کیا کہنا چاہئے؟

(۱) سنن ابی داؤد: ۶۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸۶، یہ حدیث بوجہ شواہد حسن ہے

۶۳۶- سنن ابی داؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی (کوڑھی) کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اسے پیالہ میں ڈالا اور فرمایا:

كُلْ بِاسْمِ اللَّهِ ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ. (۱)

اللہ کا نام لیکر، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی پر اعتماد و توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

خبر: ابن حبان نے (۶۰۸۷) اور ابن سنی نے (۴۶۵) پر اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں مفصل بن فضالہ ہیں ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور حافظ ابن حجر نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اسے حسن قرار دیا ہے، جذامی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کھانا محض بیان جواز کے لئے ہے، اور وہ حدیث جس میں ”قُرْمَنَ الْمَجْلُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ“ جذامی سے اسی طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو آیا ہے، وہ احتیاط و استحباب پر محمول ہے، تفصیل کتب حدیث میں دیکھیں۔

(باب-۱۳)

میزبان کا مزید کھانے کے لئے بار بار کہنا :

میزبان کا مہمانوں یا اس کے زمرہ میں آنے والوں کو کھانے پینے یا خوشبو لگانے کے لئے، اور ”دلیس، اور نوش فرمائیں“ یا اس جیسے کلمات بار بار کہنا افضل ہے تا آنکہ ان کے سیراب ہو جانے کا یقین ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ شکم سیر ہو کر کھانے پینے کے لئے اس طرح بار بار تاکید کرنا مستحب ہے، حتیٰ کہ شوہر کا اپنی بیوی بچوں کو بھی، اگر ان کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہوں نے کھانے کی خواہش و ضرورت باقی رہنے کے باوجود ہاتھ روک لیا ہے، تو اس طرح کہنا مستحب ہے، خواہ خواہش تھوڑی ہی کیوں نہ باقی رہی ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے :

۶۳۷- صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں جس کے اندر رسول اللہ ﷺ کے کھلے معجزہ کا ذکر ہے، مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی بھوک جب شدت اختیار کر گئی، اور وہ راستہ میں بیٹھ کر ہر گزرنے والے سے قرآن سنانے کی خواہش کرتے، اور خواہش ہوتی کہ وہ ان کی ضیافت کریں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اہل صفہ کے پاس بھیجا، وہ ان سمجھوں کو لیکر آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اصحاب صفہ کو ایک پیالہ دودھ سے سیراب کیا۔

پوری حدیث ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”بَقِیْتُ اَنَا وَ اَنْتَ“ اب صرف ہم اور تم بچے ہیں میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اَقْعِدْ وَ اشْرَبْ“ بیٹھ جاؤ اور پیو، تو میں بیٹھ گیا، اور خوب پیا، پھر آپ نے فرمایا: ”اشْرَبْ“ اور پیو، تو میں نے اور پیا، آپ مجھے مسلسل ”اشْرَبْ اشْرَبْ“ اور پیو اور پیو کہتے رہے، یہاں تک کہ میں نے عرض کیا، بس اور نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اب اس کے لئے میں اپنے اندر گنجائش نہیں پارہا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا ”فارسی“ ذرا مجھے دکھاؤ میں نے پیالہ آپ کو دیدیا، آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، بسم اللہ کہا اور بچا ہوا نوش فرمایا: (۱)

(باب ۱۴۰)

کھانے سے فراغت کے بعد کی دعا :

۶۳۸- صحیح بخاری میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنا دسترخوان اٹھاتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیْبًا مَّارَکًا فِیْهِ غَیْرُ مَكْفٰی وَلَا مُوَدَّعٍ
وَلَا مُسْتَعْنٍ عَنْهُ رَبَّنَا (۱)

اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے، بہت بہت اور بابرکت حمد و شکر، نہ اس کھانے سے کفایت کی جاسکتی ہے، نہ اس کو خیر باد کہا جاسکتا ہے، اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے، اے ہمارے پروردگار (تو اس حمد و شکر کو قبول فرما)

۱۶۳۸- بخاری کی روایت میں اس طرح ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے، اور راوی نے ایک بار کہا کہ جب اپنا دسترخوان اٹھاتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانَا وَآزَوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ. (۲)

اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے، جس نے ہماری کفایت کی اور سیراب کیا نہ اس سے کفایت کی جاسکتی اور نہ ناشکری کی جاسکتی۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ”مَكْفِيٌّ“ میم کے زبر اور یاء کے تشدید کے ساتھ ہی صحیح و فصیح روایت میں ہے، اکثر راویوں نے اسے ”مَكْفِيٌّ“ ہمزہ کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر یہ لغوی اعتبار سے غلط ہے خواہ ”کفایت“ سے ماخوذ ہو یا ”كُفَاً الْاِنَاءُ“ (برتن انڈیل نے) سے، جس طرح ”قراءة“ سے مَقْرُوءٌ (پڑھا ہوا) کو مَقْرُوءٌ یا مَرْمِيٌّ (پھینکے ہوئے) کو مَرْمِيٌّ ہمزہ کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا، صاحب ”مطالع الانوار“ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس کے اندر تمام مذکور امور سے مراد کھانا ہے، اور اسی کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے۔ امام حربی کہتے ہیں کہ کُفٰی اس برتن کو کہتے ہیں جسے بے نیازی و استغناء کی وجہ سے الٹ کر رکھ دیا گیا ہو ”غیر مستغنی عنہ“ اس سے بے نیاز ہوئے بغیر۔

”غیر مکفور“ ناشکری کئے بغیر کہ کھانے میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں اس کی ناشکری نہ کی جائے، بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کھلے عام ہو، اور اس پر اس کا شکر بجالائے۔

امام خطابی (۱۸۴) کی رائے ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور ضمیر اسی طرف لوٹ رہی

ہے، اور ”غیر مکفی“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کھلاتا ہے کھلایا نہیں جاتا، اس طرح وہ کفایت کرنے والا ہے۔

اس کی تشریح میں یہی رائے دوسرے علماء کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی معاون و مددگار سے مستغنی و بے نیاز ہیں ”و لا مودع“ سے مراد یہ ہے کہ اس سے اس کی طلب ترک نہیں کی جاسکتی بلکہ اسی کی طرف متوجہ ہوتے رہنا اور مانگتے رہنا ہے۔

”ربنا“ اختصاص یا مدح، یا نداء کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس کی تقدیر اس طرح ہے: يٰ اَرْبَنَّا اَسْمَعْ حَمْدَنَا وَ دُعَاءَنَا“ اے میرے رب تو میری دعا اور حمد و شکر کو سن لے۔

”ربنا“ میں بار کو جنہوں نے پیش پڑھا ہے، انہوں نے اسے خبر بنایا ہے ”علامہ اصیلی“ نے اسی طرح پیش کے ساتھ نقل کیا ہے، اس وقت تقدیر ہوگی ”ذَلِكَ رَبُّنَا“ یعنی ”اَنْتَ رَبُّنَا“ وہ ہمارا رب ہے یعنی تو ہی ہمارا رب ہے۔

”ربنا“ میں بار کو زید دینا بھی برتنا ”بدل“ درست ہے اس وقت وہ الحمد للہ کے اسم اللہ کا بدل ہوگا۔

ابوسعادات ابن اشیر نے ”نہایۃ الغریب“ (۱۶۸/۵) میں اس اختلاف کو مختصراً ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ جنہوں نے ”ربنا“ بار کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اسے مبتداً مؤخر قرار دیا ہے، اس وقت تقدیر ہوگی ”ربنا غیر مکفی ولا مودع“ اس صورت میں ”غیر“ کو بھی پیش پڑھنا ہوگا، پھر فرماتے ہیں کہ ”یہ بھی ممکن ہے کہ کلام حمد کی طرف لوٹ رہا ہو، اور تقدیریوں ہو، حمداً کثیراً غیر مکفی ولا مودع ولا مُستغنی عنْ هَذَا الْحَمْدِ“ ولا مودع کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم ہے ”غیر متروک الطاعة“ اطاعت و بندگی کو ترک کئے بغیر۔

اور بعض لوگوں نے ترک کرنے کا معنی نہیں لیا ہے، بلکہ اسے وداع یعنی رخصت کرنے کے مفہوم میں لیا ہے۔

۶۳۹- صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ يَأْكُلُ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا
وَيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا“ (۱)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی و خوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھاتا اور اس
پر اللہ کا حمد و شکر ادا کرتا ہے اور ایک گھونٹ پیتا اور اس پر اللہ کا حمد و شکر
بجالاتا ہے۔

۶۳۰ - سنن ابی داؤد اور سنن و شمال ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ“ (۲)

تمام حمد و شکر اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

۶۳۱ - امام ابو داؤد و نسائی نے بسند صحیح حضرت ابویوب خالد بن زید انصاریؓ سے روایت کیا
ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ
مَخْرَجًا“ (۳)

تمام حمد و شکر اس اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا پلایا اور اسے ہضم کے
قابل بنایا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

۶۳۲ - سنن ابی داؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ“جس نے کھایا اور کہا:

[الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي

وَلَا قُوَّةَ] غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (۱)

(۱) صحیح مسلم ۲۷۳۳ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۰، سنن ترمذی: ۳۳۵۷، شمال ترمذی: ۱۹۳۰ حدیث حسن

(۳) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۱، عمل الیوم للنسائی: ۲۸۵

اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے جس نے میری طاقت و قدرت کے بغیر مجھے یہ کھلایا اور یہ روزی عطا کی، تو اس کے پچھلے گناہ بخش دے جائیں گے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں یعنی کھانے کے بعد اللہ کا حمد و شکر ادا کرنے میں متعدد احادیث حضرات عقبہ بن عامر، ابوسعید، عائشہ، ابوالیوب والیو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں:

۶۳۳- امام نسائی وابن سنی نے بسند حسن جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمن بن جبیر سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ۸ رسالوں تک خدمت کرنے والے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ آپ کو یہ کہتے ہوئے سنتے ”بسم اللہ“ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے:

اللَّهُمَّ اطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ وَاعْنَيْتَ وَأَقْفَيْتَ وَهَدَيْتَ وَأَحْيَيْتَ ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَعْطَيْتَ . (۲)

اے اللہ تو نے کھلایا پلایا بے نیاز کیا روزی دی، ہدایت دی اور زندہ رکھا، پس جو تو نے عطا کیا اس پر تیرے ہی لئے سارا حمد و شکر ہے۔

۶۳۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمر و بالعاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيْنَا وَهَدَانَا وَالَّذِي أَشْبَعَنَا وَكَلَّلَ الْإِحْسَانَ آتَانَا . (۱)

ساری تعریف و سارا شکر اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ہدایت دی، ہمیں شکم سیر کیا اور ہر طرح کا فضل و احسان ہمیں

(۱) سنن ابی داؤد: ۴۰۲۳، سنن ترمذی: ۳۳۵۸، ابن ماجہ: ۳۲۸۵، قال الترمذی: حسن

(۲) تحفۃ: ۱۵۶۲۰، بحوالہ السنن الکبریٰ، عمل الیوم لابن سنی: ۳۶۷، حدیث صحیح

عطاء کیا۔

۶۳۵۔ سنن ابی داؤد، ترمذی و ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا“ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، اور ابن سنی کی روایت کے الفاظ ہیں: مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا، فليقل: جسے اللہ کھانا کھلائے اسے چاہئے کہ کہے، ڈالتے جا رہے تھے، اور بیچ کی وسطیٰ اور شہادت کی سبب انگلیوں کو ملائے ہوئے تھے۔
شعبہ فرماتے ہیں کہ ”هُوَ ظَنِّي“ یہ میرا گمان ہے کہ دو انگلیوں کے درمیان گٹھلی ڈالنے کا ذکر حدیث میں انشاء اللہ مذکور ہے۔

پھر پانی لایا گیا تا تو آپ نے اسے پیا، اور پی کر اپنے داہنے جانب والے کو بڑھادیا، میرے والد نے عرض کیا، ہمارے لئے دعاء فرمادیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاعْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ. (۲)
اے اللہ تو نے جو رزق انہیں دیا ہے اس میں برکت دے ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم کر۔

۶۳۸۔ سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت سعد نے روٹی اور کشمش حاضر کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، اور دعاء دیتے ہوئے فرمایا:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامُكُمْ الْإِبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ. (۳)

تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعاء رحمت کریں۔

اس کا ذکر حدیث نمبر: ۵۴۳، پر آچکا ہے

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۳۶۸، حدیث ضعیف۔ یعقوبی بشواہدہ

(۳) ابوداؤد: ۳۸۵۴

(۲) صحیح مسلم: ۲۰۴۳

۶۴۹- سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے پاس روزہ کھولا تو فرمایا :

”أَفْطَرُ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ“ تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ دو واقعہ ہے جو حضرت سعد بن عبادہ اور

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ (۱)

(یہ حدیث ضعیف ہے، مگر سابق کے ہم معنی ہے)

۶۵۰- سنن ابی داؤد میں ایک شخص کے واسطے سے حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں

کہ ”ابو ہیشم بن تیہان“ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا، اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مدعو کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اَيُّبُوا اخَاكُمْ“ اپنے بھائی کو بدلہ دو۔

صحابہ نے عرص کیا اے اللہ کے رسول اس کا بدلہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الرجل اذا دخل بيته ، فاكل طعامه وشرب شرا به ثم

دعى له فذلك اثابته “ (۲)

جب کسی کے گھر میں داخل ہوا جائے پھر اس کا کھانا کھایا جائے، اور

اس کا پانی پیا جائے، پھر اس کے لئے دعاء کی جائے تو یہی (دعاء) اس

کا اچھا بدلہ ہے۔

(باب-۱۶)

پانی یا دودھ وغیرہ پلانے والوں کے لئے دعاء :

۶۵۱۔ صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ سے مروی ہے، وہ اپنی مشہور طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ”پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا روزِ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

اللَّهُمَّ اطْعِمْنَا مِنْ اطْعَمَيْهِ وَاسْقِنَا مِنْ سَقَاتِيهِ. (۱)

اے اللہ جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا۔

۶۵۲۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت عمر بن حَمِقٌ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تو آپ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ امْتِعْهُ بِشَبَابِهِ. (۲)

الہی تو اسے مدتِ دراز تک اپنی جوانی سے مستفید ہونے دے۔

چنانچہ اُسی سال گزر جانے کے باوجود انہوں نے اپنے اندر ایک بال بھی سفید نہیں دیکھا۔

۶۵۳۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت عمرو ابنِ اخطبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پینے کے لئے پانی طلب کیا تو میں نے لکڑی کے پیالہ میں پانی لایا، اس کے اندر ایک بال تھا، میں نے اسے نکال دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللَّهُمَّ جَمِّلْهُ، اَللّٰہی تو اسے زینت بخش“ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال کو بالکل سیاہ حالت میں ہیں۔ (۳)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں جَمِّمَہ، دونوں جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ ہے اور اس کا معنی لکڑی کا پیالہ ہے، اس کی جمع جَمِّمَہ ہے، اور اسی سے ”دیر الجماحم“ اس مقام کا نام پڑا ہے جہاں عراق کے اندر ابنِ اشعث کی جنگِ حجاج کے ساتھ ہوئی تھی، کیونکہ وہاں کے لوگ لکڑی کا پیالہ بنایا کرتے تھے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس کی تعمیر بے پناہ لوگوں کے قتل اور کھوپڑیوں کے ڈھیر لگنے کے

(۱) صحیح مسلم: ۲۰۵۵ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۷۶، حدیث ضعیف، ویدہ مارواہ الطبرانی عن عمرو بن ثعلبہ الجعفی وائس

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۴۷۸۔ حدیث حسن، رجالہ رجال البخاری الا البہیک

بعد ہوئی، اس وقت جمعہ کھوپڑی کے معنی میں ہوگا۔

(باب - ۱۷)

ضیافت کرنے والوں کو دُعا دینا اور حوصلہ افزائی کرنا:

۶۵۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ اس کی ضیافت فرمائیں، مگر آپ کے پاس اس کی ضیافت و مہمان نوازی کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، تو آپ نے فرمایا: **اَلَا رَجُلٌ يَضِيفُ هَذَا رَحِمَهُ اللّٰهُ**، کیا کوئی ہے جو اس کی ضیافت کرے، اللہ اس پر رحم کرے گا۔

تو انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہیں اپنے یہاں لے گئے پھر پوری حدیث ذکر کی (پوری حدیث اگلے باب میں آرہی ہے) (۱)

(باب-۱۸)

مہمانوں کا اعزاز کرنے والوں کی تعریف و تحسین :

۶۵۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ”بد حال ہوں“ (بھوکا اور تھکا ماندہ ہوں) تو آپ ﷺ نے اپنے بعض ازواج مطہرات کے پاس (کچھ لانے کے لئے) کہلا بھیجا، جواب ملا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، تو دوسری زوجہ مطہرہ کے پاس کہلا بھیجا، وہاں سے بھی پہلی ہی کی طرح جواب ملا یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے اسی طرح جواب دیا (کہ ان کے پاس گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں، وہاں بھی فقر و فاقہ کا عالم ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُضِيفُ هَذَا، اللَّيْلَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ“ آج رات اس کی کون ضیافت کر سکتا ہے، اللہ اس پر رحم کرے گا، انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور بولے میں (ان کی ضیافت کرونگا) اے اللہ کے رسول، تو وہ انہیں اپنے گھر لے کر گئے اور اپنی بیوی سے کہا، کیا تیرے پاس (کھانے کے لئے) کچھ ہے؟ بیوی نے جواب دیا، بچوں کے ایک وقت کے کھانے کے سوا کچھ نہیں، تو انہوں نے اپنی شریک حیات سے کہا، بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو، اور مہمان جب داخل ہوں تو چراغ گل کر دو، اور اس پر باور کرو کہ ہم لوگ اس کے ساتھ کھائیں گے، جب وہ کھانے کے لئے تیار ہوں اور کھانے لگیں تو تم چراغ کی طرف اٹھو اور اسے گل کر دو پھر وہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور مہمان نے کھالیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا :

”قَدْ عَجَبَ اللَّهُ مِنْ صُنْعِكُمَا بِصَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ“

گذشتہ رات اپنے مہمان کے ساتھ تم دونوں (میاں بیوی) کے سلوک

سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے (تمہارا سلوک اللہ کو بہت پسند آیا)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمایا :

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (الحشر: ۹) (۱)
 اور مقدم رکھتے ہیں ان کو (دوسروں کو) اپنی جان سے اگرچہ ہوا اپنے
 اوپر فاقہ۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ اس بات پر محمول ہے کہ بچوں کو اس کھانے
 کی اس وقت حاجت نہیں تھی، کیونکہ عادت ہے کہ بچے اگرچہ شکم سیر و آسودہ ہوں پھر بھی دوسروں
 کو کھانا دیکھ کر مانگنا شروع کر دیتے ہیں، اور مذکورہ صحابی اور ان کی بیوی کا عمل اس بات پر محمول
 ہے کہ ان دونوں نے اپنے اپنے حصہ کا کھانا مہمان کو کھلا کر ایثار سے کام لیا، واللہ اعلم۔

نوٹ: ابن علان فرماتے ہیں کہ کھانے پینے، اور مرغوبات نفس میں ایثار سے کام لینے کی فضیلت پر
 تمام علماء کا اتفاق ہے، البتہ عبادات و قربات میں ایثار نہ کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے۔
 نیز اس حدیث میں بھائی چارگی اور مہمان کے اعزاز و اکرام اور ایثار و قربانی کا درس
 اور اس کے لئے حیلہ کا جواز ہے، اگر یہ خدشہ ہو کہ مہمان اہل خانہ کی رعایت و تکلف میں کھانے
 سے پرہیز کر سکتا ہے، نیز اس کے اندر انصاری صحابی اور ان کی رفیق حیات کی منقبت بھی ہے۔

(باب-۱۹)

مہمانوں کا استقبال :

مہمانوں کو خوش آمدید کہنا، اور مہمان پہنچنے پر اللہ کا شکر اور اظہار مسرت کرنا کہ اللہ
 نے اسے اس کا اہل بنایا، مستحب ہے۔

۶۵۶ - صحیح بخاری و مسلم میں متعدد طرق سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
 ایک دن یا ایک رات رسول اللہ ﷺ (گھر سے) نکلے تو انہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو (باہر)
 پایا، آپ نے ارشاد فرمایا ”مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ“ اس وقت تم دونوں کو
 اپنے گھروں سے کس چیز نے نکالا ہے؟ شیخین نے جواب دیا بھوک نے اے اللہ کے رسول، تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وَأَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَخْرِجُنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا،

قوموا“

اور مجھے بھی، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان

ہے اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم دونوں کو نکالا ہے، اٹھو

یہ دونوں آپ کے ساتھ اٹھے (اور چل پڑے) اور انصار کے ایک شخص کے پاس آئے وہ گھر میں نہیں تھے، جب ان کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو عرض کیا ”مرحباً واهلاً“ (خوش آمدید) آپ کا آنا مبارک ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اَيْنَ فُلَانٌ“ وہ کہاں ہے، تو عورت نے جواب دیا وہ میرے لئے پانی شیریں کر کے لانے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں رفقاء کو دیکھ کر کہا ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“ اللہ کا شکر ہے، آج کے دن مجھ سے بہتر مہمان والا کوئی نہیں (پھر پوری حدیث ذکر کی)

نوٹ: پوری حدیث یوں ہے ”پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ (ٹہنی) لیکر آئے جس میں کچی پکی اور ترکھجوریں تھیں، اور عرض کیا آپ حضرات اس میں سے نوش فرمائیں، پھر انہوں نے بڑا چھرا لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ”اِيَّاكَ وَالْجَلُوبُ“ خبردار دودھ دینے والی کومت ذبح کر ڈالنا۔

انہوں نے بکری ذبح کیا، تو ان تمام حضرات نے اس کھجور کے خوشہ اور بکری میں سے کھایا اور پانی پیا، جب بالکل شکم سیر اور تر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر و ابو بکر سے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَتُسْتَلْنَ عَنْ هَذَا النِّعَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اَخْرَجَكُمْ مِنْ بَيْوتِكُمُ الْجُوعَ ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتَّى اَصَابَكُمْ

النِّعَمِ

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قیامت کے دن تم

سے اس نعمت کا سوال کیا جائے گا بھوک نے تمہیں گھروں سے نکالا تھا،

پھر تم بھی لوٹے بھی نہیں تھے کہ یہ نعمت تمہیں میسر آگئی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ سوال تعدد نعمت، اظہار احسان اور اعزاز و اکرام کی بارش و عطاء کے بارے میں ہے نہ کہ زجر و توبیخ ڈانٹ پھٹکار یا حساب لینے کے لئے، ابن علان فرماتے ہیں، رزق کی تلاش اور اسباب کا اختیار کرنا ”توکل علی اللہ“ کے منافی نہیں، نیز پانی کو شیریں بنانا بھی زہد فی الدنیا کے مغایر نہیں، اور کسی مالدار کا خود سے اپنے اہل خانہ کی بطور تواضع خدمت کرنا مروت کے منافی نہیں، بلکہ اخلاق مندی کا کمال اور حسن معاشرت کا جز ہے۔ اس حدیث کے اندر کسی اجنبی عورت کی آواز سننے کا جواز بھی ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(باب ۲۰)

کھانے سے فراغت کے بعد لوٹتے ہوئے کیا کہنا چاہئے:

۲۵۸- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَذْيَبُوا طَعَامَكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةِ، وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ
فَتَقْسُوهُ قُلُوبُكُمْ“ (۱)

اپنا کھانا اللہ کے ذکر اور نماز و دعا کے ذریعہ حل کرو، اور اس کے ساتھ
مت سوؤ کہ اس سے تمہارا دل سخت ہو جائے گا۔

نوٹ: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں، ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موجود راوی ”یولیج“ ثقہ راویوں کے حوالہ سے من گھڑت (موضوع) حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

لوگوں کو (محتاجوں کو) کھانا کھلاؤ، اور جانے انجانے سب کو سلام کرو۔
۶۶۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ : اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أَوْلَئِكَ نَقَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ ، فَاسْتَمَعَ مَا يُحْيُونَكَ ، فَإِنَّهَا تَحْيِيكَ وَتَحْيِي ذُرِّيَّتَكَ ، فَقَالَ : أَلَسَ لَكُمْ عَلَيَّكَ ، فَقَالُوا : أَلَسَ لَكُمْ عَلَيَّكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَزَادُوهُ ” وَرَحْمَةُ اللَّهِ “ (۱)

اللہ عزوجل نے آدم (علیہ السلام) کو ان کی اپنی دنیوی شکل میں پیدا کیا، ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی، جب پیدا کیا تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ جاؤ اور انہیں سلام کرو، یعنی ان فرشتوں کی ایک جماعت کو جو بیٹھی تھی، پھر سنو کہ وہ تمہیں جواباً کیا سلام کرتے ہیں، وہ جس طرح سلام کریں وہی تمہارا اور تمہاری ذریت کا سلام ہوگا، تو حضرت نے ان فرشتوں سے کہا ”السلام علیکم“ ان فرشتوں نے جواب میں کہا ”السلام علیک ورحمة اللہ“ ان فرشتوں نے ”ورحمة اللہ“ کا اضافہ کر کے کہا۔

نوٹ : علی صورتہ ”اپنی صورت میں“ امام نووی فرماتے ہیں کہ (ہ) کی ضمیر آدم کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو ابتداءً آفرینش اور شروع میں اسی شکل و صورت پہ پیدا کیا، جس شکل و صورت کے ساتھ وہ دنیا میں آئے، زندہ رہے، اور اسی پروقات پائی، نہ تو عام انسانوں کی طرح بچپن جوانی اور بڑھاپے کے مختلف ادوار و مراحل سے گزرے، اور نہ ہی اول سے آخر تک ان کی شکل میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی بلکہ وفات تک یکساں ایک ہی حالت و ہیئت پہ اسی طرح رہے جس طرح انہیں پیدا کیا گیا تھا۔

ابن علان فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت آدمؑ کی فضیلت اور اس بات کا علم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت آدمؑ کی تربیت کی اور آداب زندگی سکھلائے، نیز یہ بھی کہ سلام ایک قدیم ادب ہے، جس کی مشروعیت خلق آدمؑ ہی کے وقت سے ہے اور یہ بھی کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ آنے والا ہی اہل مجلس کو سلام کرے۔

۶۶۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت براہ بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا:

- (۱) مریض کی عیادت و بیمار پرسی کرنا۔ (۲) جنازہ کے ساتھ چلنا۔
- (۳) چھینکنے والوں کو جواب دینا۔ (۴) کمزوروں کی مدد کرنا۔
- (۵) مظلوم کی دستگیری کرنا۔ (۶) سلام کو عام کرنا۔
- (۷) اور قسم کو پورا کرنا۔

یہ بخاری کی مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ (۱)
 ۶۶۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تَتُؤْمِنُوا، وَلَا تَتُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا،
 أَوَلَا أَدَلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمْوَهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفَشُوا السَّلَامَ
 بَيْنَكُمْ. (۲)

تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ، اور ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز کی رہنمائی نہ کروں کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو آپس میں محبت کرنے لگو، اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔

نوٹ: ”لَا تَتُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا“ کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان آپسی محبت کے بغیر ناقص و

نامکمل ہے، اور انسان کی پاکبازی اور صلاح و تقویٰ باہمی اخوت سے ہے، ابن علان فرماتے ہیں کہ سلام خالصۃً لوجه اللہ ہو اس میں خواہش نفس کی اتباع نہ ہو، کیونکہ سلام تالیف قلب کا پہلا ذریعہ، حصول محبت کی کنجی، اور مسلمانوں کا وہ شعار و امتیاز ہے جس سے ایک مسلمان دیگر ادیان والوں سے فرق و امتیاز پاتا ہے، اس کے علاوہ اس میں ریاضت نفس، تواضع و انکساری اور مسلمانوں کی حرمت اور ان کی تعظیم کا درس ہے۔

۶۲۳- مسند دارمی، ترمذی، وابن ماجہ وغیرہ میں بسند جید حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَاطْعَمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا

الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامًا، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (۱)

اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ (عام کرو) کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۶۲۴- ابن ماجہ وابن سنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا

”أَمَرَنَا نَبِيُّنَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ نُفْشِيَ السَّلَامَ،

ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سلام کو عام کریں۔ (۲)

۶۲۵- موطا امام مالک میں حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ طفیل بن ابی

بن کعب نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آتے تو حضرت عبداللہ ان کے ساتھ بازار جاتے، فرماتے ہیں: کہ جب ہم لوگ بازار جاتے تو وہ نہ کسی خرید و فروخت کرنے والے کے پاس ہوتے اور نہ ہی کسی کباڑی یا مسکین کے پاس جاتے، مگر وہ ہر شخص کو ضرور سلام کرتے، حضرت طفیل فرماتے ہیں کہ میں ایک روز عبداللہ بن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے بازار جانے کے لئے مجھے اپنے پیچھے لگالیا میں نے عرض کیا، آپ بازار میں کیا کریں گے؟ آپ نہ تو

(۱) مسند دارمی ۲۰۵ سنن ترمذی ۲۳۰۵، ابن ماجہ ۳۲۵۱

(۲) ابن ماجہ ۳۶۹۳، عمل الیوم لابن سنی ۲۱۵، قال ابو حری فی الرواۃ، اسنادہ صحیح رجالہ ثقات

خرید و فروخت کرنے کے لئے بکھرتے ہیں نہ قیمت دریافت کرتے ہیں، نہ سامان دیکھتے ہیں، اور نہ مول جوں کرتے ہیں، اور نہ ہی بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں؟ پھر میں نے کہا، ہمیں اسی جگہ بیٹھنے دیں کہ ہم لوگ آپس میں کچھ باتیں کریں، تو حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھ سے فرمایا، ”اے ابو بطن“ (اے توند والے) اور حضرت طفیل کا پیٹ بڑا اور نکلا ہوا تھا، ہم تو بازار محض سلام کرنے کے لئے جاتے ہیں، کہ جو بھی ملے اسے سلام کریں۔ (۱)

نوٹ: ابن علان فرماتے ہیں کہ، انسان کے بعض تخلیقی نقائص کو ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مخاطب کو یہ ناگوار یا اس سے تکلیف نہ پہونچے، یا اس سے اس کی اہانت یا دل آزاری مقصود نہ ہو، اگر اہانت و دل آزاری کا ارادہ ہو تو حرام ہوگا۔

۶۶۶- صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِّنْ جَمْعِهِنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانُ الْإِنصَافَ مِنْ

نَفْسِكَ، وَبَذَلَ السَّلَامَ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقَ مِنَ الْاِقْتَارِ“ (۲)

تین باتوں کو جس نے جمع کر لیا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا، اپنے نفس کے ساتھ انصاف، دنیا کے لئے سلام کی بذل و سخاوت اور تنگی و افلاس

کے باوجود انفاق۔ (بخاری ۲۰)

بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ روایت مرفوعاً رسول اللہ سے مروی ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ان تین کلمات کے ذریعہ اس نے دنیا و آخرت کی بھلائی کو یکجا کر کے، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا، کیونکہ انصاف اللہ تعالیٰ کے تمام تر حقوق کی ادائیگی، اس کے اوامر کی پابجائی، اس کی منہیات سے اجتناب اور لوگوں کے سنا رہے حقوق کی ادائیگی اور صرف اپنی ہی مملوک چیز کی طلب و جستجو رکھنے کا متقاضی ہے، اور اس کا بھی تقاضہ کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ اس طرح انصاف کرے کہ کسی گندے یا فبیح فعل و عمل میں

(۱) موطا امام مالک ۲/۹۶۱-۹۶۲، قال الحافظ، ہذا موقوف صحیح

(۲) دیکھیں: ہزار: ۳۰ قال البیہقی ۵۶۱/۱، ہر جالہ رجال الصحیح

بالکلیہ نہ پڑے، اور دنیا کے لئے سلام کی سخاوت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ فراخ دلی اور کثرت سے تمام لوگوں اور دنیا کو سلام کرے، کسی کے ساتھ تکبر نہ کرے اور کسی سے ایسی دشمنی یا کشیدگی نہ رکھے جس کے سبب سلام کرنے سے اسے اجتناب کرنا پڑے۔

اور تنگی کے باوجود انفاق کا تقاضہ ہے کہ اللہ پر مکمل توکل و اعتماد ہو، اور مسلمانوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان باتوں کو جمع کرنے کی ہمیں توفیق دے، آمین۔

(باب-۲)

سلام کی کیفیت اور اس کا طریقہ

مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس طرح سلام کریں:

”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو، جمع کی ضمیر ”کم“ استعمال کرنا چاہئے، خواہ جسے سلام کر رہا ہو وہ فرد واحد ہی ہو، اور جواب دینے والا اس طرح جواب دے، ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ یعنی جواب میں علیکم کو مقدم کرے اور اس سے پہلے واو عطف کا اضافہ کرے۔

جن علماء نے پہلے سلام کرنے والوں کو ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کہنے کی فضیلت کی تصریح کی ہے، ان میں قاضی القضاۃ امام ابوالحسن ماوردی ہیں، جنہوں نے اس کی تصریح ”المجاوی“ کے کتاب السیر میں کی ہے، اور علماء شوافع میں امام ابوسعید المتولی ہیں، جنہوں نے اس کی صراحت ”کتاب صلاة الجمعة“ وغیرہ میں کی ہے۔

۶۶۷ - مسند دارمی البوداؤد و ترمذی میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا ”السلام علیکم“ آپ نے اس کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا عشرة (دس) اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، آپ نے اس کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا ”عشرون“

(بیں) پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کہا آپ نے اس کا جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا ”ثلاثون“ (تیس) یعنی پہلے کو دس نیکی دوسرے کو بیس نیکی اور تیسرے کو تیس نیکی حاصل ہوئی۔ (۱)

۶۶۸ - ابو داؤد کی ایک روایت حضرت معاذ بن انسؓ سے ہے جس میں زیادتی ہے کہ ایک چوتھا آیا اور اس نے ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ ومغفرته“ کہا تو آپ نے فرمایا ”اربعون“ (چالیس) یعنی اس کے لئے چالیس نیکیاں ہیں، اور یہ فرمایا کہ اس طرح فضائل بڑھتے رہیں گے۔ (۲)

نوٹ : یہ اضافہ ضعیف ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شاید اس کے ضعف ہی کی وجہ سے محدثین نے ”ومغفرته“ کو مکمل سلام میں شمار نہیں کیا ہے، بلکہ مکمل سلام ”سلام وبرکاتہ“ تک ہی ہے

۶۶۹ - ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کے جانور چرایا کرتا تھا، بنی کریم ﷺ کے پاس سے گذرتا تو ”السلام علیک یا رسول اللہ“ کہا کرتا اور نبی کریم ﷺ اسے جواب میں کہا کرتے تھے۔
وعلیک السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ، ومغفرته ورضوانہ، اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو اور اس کی مغفرت ورضامندی ہو۔

کسی کہنے والے نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ آپ اسے اس طرح کہتے ہیں جس طرح آپ اپنے کسی رفیق کو نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ، وَهُوَ يَنْصَرِفُ بِأَجْرِ بَضْعَةِ عَشَرَ رَجُلًا. (۳)

مجھے اس سے کیا مانع ہو سکتا ہے،؟ وہ دس سے زیادہ شخص کا ثواب

حاصل کر کے لوٹتا ہے۔

نوٹ : اس کی سند میں دوراوی یوسف بن کثیر اور ان کے شیخ نوح بن ذکوان ہیں، حافظ بن حجر فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی طرف حدیث گھڑنے کی نسبت کی گئی ہے، بقیہ راویوں سے اگرچہ حدیث بیان کی جاسکتی ہے، تاہم وہ حضرات بھی اکثر ضعف اور مجہولین سے روایت کرتے ہیں، ”دس سے زیادہ کا ثواب لے کر لوٹنے“ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ صحابہ جن کی تعداد تیرہ سے انیس تک ہو سکتی ہے، اور جو اپنا پورا وقت آپ ﷺ کی خدمت اور دینی امور میں لگایا کرتے تھے، انہیں اس کا موقع اسی کی وجہ سے میسر آیا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ اپنا وقت خدمت نبوی اور فراغت کے ساتھ عبادت و ریاضت میں لگا سکے ہیں، اس لئے اسے ان سبھوں کا اجر حاصل ہو رہا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں :) ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ سلام کی پہلی کڑی والا اگر صرف ”السلام علیکم“ کہتا ہے تو سلام ہو جائیگا، یا اگر ”السلام علیک“ یا ”سلام علیک“ کہتا ہے تو بھی سلام ہو جائے گا، اور جواب کا اقل ترین درجہ ”وعلیک السلام“ یا ”وعلیکم السلام“ کہنا ہے، اگر دو کو حذف کر کے ”علیکم السلام“ کہے تو بھی کافی ہے اور جواب ہو جائیگا، یہی ہمارا صحیح، و مشہور مذہب ہے، جس کی صراحت خود امام شافعی نے ”الام“ میں کی ہے، اور جس سے قائل جمہور علمائے شوافع ہیں۔

ہمارے علماء شوافع میں ابوسعید التولی اپنی کتاب ”السمۃ“ میں جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ کافی نہیں ہوگا اور نہ سلام کا جواب ہوگا، ان کا یہ قول ضعیف یا غلط ہے، جو قرآن وحدیث اور خود امام شافعی رحمۃ اللہ کی صراحت کے بھی خلاف ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَالْوَا سَلَامَا قَالَ سَلَام (ہود: ۶۹) اور یہ اگرچہ امت سابقہ کی شریعت ہے تاہم ہماری شریعت اسلامی نے اسے برقرار رکھا ہے، اور اس کا ثبوت حضرت ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث ہے جو اس سے قبل ذکر کی گئی جس میں آدم علیہ السلام کے اور فرشتوں کے جواب کا تذکرہ ہے (دیکھیں حدیث: نمبر ۶۱۰) وہاں ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ”ہی تحینک

و تحية ذريتك“ وہی تمہارا اور تمہاری ذریت کا سلام ہے، اور بلاشبہ یہ امت اس ذریت میں داخل و شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

ہمارے علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جواب میں اگر صرف ”علیکم“ کہے تو یہ جواب کے لئے کافی نہیں ہوگا، اور اگر واو کے اضافہ کے ساتھ ”وعلیکم“ کہے تو جواب ہوگا یا نہیں؟ اس میں علمائے شوافع کی دور رائے ہے: (ایک یہ کہ جواب نہیں ہوگا، اور دوسری یہ کہ جواب ہو جائیگا)

اگر سلام کی پہل کرنے والا ”سلام علیکم“ یا ”السلام علیکم“ کہتا ہے تو جواب دینے والا ان دونوں صورتوں میں ”سلام علیکم“ کہہ سکتا ہے اور ”السلام علیکم“ کہنا بھی اس کے لئے درست ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قالوا سلاماً قال سلام“ (ہود: ۶۹)

علمائے شوافع میں امام ابو الحسن الواجدی فرماتے ہیں کہ ”سلام“ کو معرفہ یا نکرہ، (السلام، یا سلام) استعمال کرنے میں آپ کو اختیار ہے، البتہ الف لام کے ساتھ معرفہ استعمال کرنا بہتر و افضل ہے۔

(فصل)

سلام کو دہرانے کی فضیلت :

۶۷۰ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات کہتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے، اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں سلام کرتے، اور تین بار سلام کرتے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے جبکہ جمع زیادہ ہو، اس مسئلہ کی تفصیل اور صاحب ”حاوی“ علامہ ماوردی کا اس سے متعلق قول انشاء اللہ عنقریب آئے گا۔

(فصل)

باواز بلند سلام کرنا :

اقل ترین سلام جس سے کہ انسان سلام کرنے والا اور سلام کی سنت ادا کرنے والا کہلا سکتا ہے، یہ ہے کہ اپنی آواز اس حد تک بلند کرے کہ جسے سلام کر رہا ہے وہ اسے سن لے، اگر اس نے نہیں سنا تو وہ سلام کرنے والا شمار نہ ہوگا، اور یوں دوسرے پر جواب دینا واجب نہیں ہوگا، اور سلام کے جواب کا اقل ترین درجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آواز اس قدر اونچی کرے کہ سلام کرنے والا اسے سن لے، اگر وہ نہ سن سکے تو سلام کے جواب کا وجوب ساقط نہیں ہوگا، متولی وغیرہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ آواز اتنا بلند کرنا مستحب ہے کہ جسے سلام کر رہا ہے، وہ اسے یقینی طور پر سن لے، اس کے سننے کے بارے میں اگر شک ہو (کہ پتہ نہیں سنایا نہیں) تو آواز کو مزید بلند کرے، اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے سلام کا اظہار کرے۔

اگر ایسے جاگے ہوئے لوگوں کو سلام کر رہا ہے جہاں کچھ لوگ سوئے بھی ہوں تو دھیمی آواز سے اس طرح سلام کرنا سنت ہے کہ جاگے ہوئے تو سن لیں، مگر سوئے ہوئے نہ جاگیں۔

۶۷۱ - صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ کی ایک طویل حدیث مروی ہے اس کے اندر حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ: ”ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے حصہ کا دودھ اٹھا رکھتے تھے، آپ رات میں تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے نہیں اٹھتے، اور جاگے ہوئے سن لیتے تھے، مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ سلام کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم (۱)

(فصل)

سلام کا جواب فوراً دیا جائے:

امام ابو محمد قاضی حسین، اور امام ابوالحسن واحدی، نیز دیگر علمائے شوافع فرماتے ہیں: سلام کافی الفور جواب دینا شرط ہے، اگر اسے مؤخر کرنے کے بعد (تاخیر سے) جواب دے تو

جواب شمار نہ ہوگا، اور وہ جواب نہ دینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(باب-۳)

الفاظ کے بغیر ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرنے کی کراہت:

۶۷۲ - سنن ترمذی میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصارى

فان تسلیم الیہود الاشارة بالاصابع ، وتسلیم النصارى

الإشارة بالاکف“ (۱)

وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں (غیر مسلم اقوام) سے مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کی مشابہت اختیار کرو، اور نہ ہی نصاریٰ کی، کیونکہ یہودیوں کا سلام انگلیوں سے اشارہ، اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔

۶۷۳ - وہ حدیث جو سنن ترمذی میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک دن مسجد سے گزر ہوا، جبکہ عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی تھی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں سلام کیا، اور جس کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ وہ حدیث حسن ہے، تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے اشارہ اور تلفظ دونوں کو جمع کر کے سلام کیا تھا، (یعنی آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی سلام کا تلفظ کیا تھا اور اس کی دلیل ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جس کے اندر یہ الفاظ بصر احت موجود ہے، ”فسلم علینا“ کہ آپ نے ہمیں سلام کیا، واللہ اعلم (۲)

(۱) سنن ترمذی: ۲۶۹۵، وقال الترمذی: اسنادہ ضعیف

(۲) سنن ترمذی ۲۶۹۷، سنن ابی داؤد ۵۲۰۴

(باب-۴)

سلام کا حکم

سلام کی پہل کرنا پسندیدہ سنت ہے نہ کہ واجب اور یہ سنت کفایہ ہے اگر سلام کرنے والے جماعت کی شکل میں ہوں تو ان میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہے، اور اگر سب ہی لوگ سلام کریں تو زیادہ بہتر و افضل ہے۔

ائمہ شوافع میں سے قاضی حسین اپنی تالیف ”کتاب السیر“ کی تعلیق میں فرماتے ہیں: ہمارے مسلک میں سنت کفایہ اس کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں، (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ قاضی نے جو یہ حصر و تحدید فرمایا ہے ناقابل قبول ہے، کیونکہ ہمارے علمائے شوافع رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ”چھینک کا جواب سنت کفایہ ہے، اور اس کی وضاحت انشاء اللہ جلد ہی آگے آئیگی، ہمارے علماء کی ایک بڑی جماعت بلکہ تمام ہی حضرات نے فرمایا ہے کہ ایک کی طرف سے قربانی گھر والوں میں یقینہ تمام لوگوں کی طرف سے سنت کفایہ ہے، اس لئے گھر والوں میں سے اگر کوئی ایک شخص قربانی کر لے تو تمام اہل خانہ کو یہ شمار و سنت ہو جائے گا۔

جہاں تک سلام کا جواب دینے کی بات ہے تو جسے سلام کیا جا رہا ہے اگر وہ تنہا ہے تو اس کا جواب متعین ہے اور اگر پوری جماعت ہے تو جواب دینا ان سبھوں پر فرض کفایہ (واجب کفایہ) ہے اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو باقی لوگوں سے اس کی ذمہ داری ساقط ہو جائیگی، اور اگر سبھوں نے ترک کیا (اور کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا) تو سارے لوگ گنہگار ہو گئے، اور اگر سبھوں نے جواب دیا تو یہ کمال فضیلت اور اس کی انتہا ہوگی، ہمارے علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

ہمارے علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی اور شخص نے (جو اس جماعت میں شامل نہیں تھا) جواب دیا تو یہ (ان کی طرف سے) کافی نہیں ہوگا، اور اس کا وجوب ان سے ساقط نہیں

ہوگا، بلکہ جواب دینا ان پر واجب رہے گا، اور اگر ان لوگوں نے اس تیسرے شخص کے جواب پر اکتفا کر لیا تو سب لوگ گنہگار ہونگے۔

۶۷۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
يُجْزِي عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ وَيُجْزِي
عَنِ الْجُلُوسِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ. (۱)

جماعت کی طرف سے کافی ہے کہ جب گزریں تو ان میں سے ایک شخص سلام کر لے، اور بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف سے کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص جواب دیدے۔

۶۷۵ - موطا امام مالکؒ میں حضرت زید بن اسلمؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا سَلَّمَ وَاحِدٌ مِنَ الْقَوْمِ أَجَزَ عَنْهُمْ. (۲)
قوم (جماعت) میں سے کوئی ایک شخص سلام کر لے تو یہ ان تمام کی طرف سے کافی ہوگا۔

(فصل)

جسے سلام پہونچے اس پر جواب دینا واجب ہے :

امام ابو سعید المتولی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو دیوار کے یا پردہ کے پیچھے سے آواز دے کر کہے ”السلام عليك يا فلان“ یا کوئی خط یا رسالہ تحریر کرے اور اس میں ”السلام عليك يا فلان“ لکھے یا کوئی قاصد بھیجے اور کہے کہ فلاں کو میرا سلام کہو، اور وہ خط یا پیغام اسے ملے تو سلام کا جواب دینا اس پر واجب ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۲۱۰ حدیث حسن

(۲) موطا امام مالک: ۹۵۹/۲۰ حدیث مرسل صحیح الاسناد

۶۷۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ“ یہ جبریل ہیں تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ اور انہیں بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں اسی طرح ”وَبَرَكَاتُهُ“ کے اضافہ کے ساتھ ہے، اور بعض روایتوں میں اس کا اضافہ نہیں ہے، اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوا کرتی ہے، ترمذی کی روایت میں بھی ”وَبَرَكَاتُهُ“ کا اضافہ موجود ہے، اور اس کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: ”هذا حديث حسن صحيح - (۱) اور غائب شخص کو سلام بھیجنا مستحب ہے۔

نوٹ: حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا ان کی عظمت و فضیلت کی نشانی ہے، مگر اس سے بڑھ کر وہ سلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خدیجہ کو بھیجا گیا تھا، اللہ رب العزت نے حضرت جبریل کے توسط سے اپنا سلام حضرت خدیجہ کو بھیج دیا تھا، اور یقینی طور پر اللہ کا سلام فرشتوں کے سلام سے زیادہ اعلیٰ و اشرف ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں اس جگہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جہاں حضرت عائشہ کی واضح فضیلت کا علم ہوتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ (۱) سلام بھیجنا مستحب ہے، (۲) اللہ کے نبی پر اس پیغام کا پہنچانا واجب ہے، (۳) کسی اجنبی شخص کا کسی اجنبی نیک و صالح عورت کو اگر فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو تو سلام بھیجنا درست و جائز ہے، (۴) جسے سلام بھیجا گیا ہو اس پر جواب دینا واجب ہے۔ اور سننے کے بعد فی الفور جواب دینا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی غائب کو خط کے ذریعہ سلام بھیجا گیا ہو تو پڑھتے ہی زبان سے جواب دینا اس پر واجب ہے۔

(فصل)

اگر کسی غائب کی طرف سے سلام پہنچے تو فوراً جواب دینا واجب ہے:

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی کے معرفت سلام بھیجے اور قاصد جا کر اسے کہے کہ ”فلاں نے تمہیں سلام کہا ہے“ تو جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں فی الفور اس پر جواب دینا واجب ہے، اور مستحب ہے کہ سلام پہنچانے والے قاصد کو بھی جواب دے اور جواب اس طرح دے
وعلیک وعلیہ السلام۔

۶۷۷ - سنن ابی داؤد میں ”غالب القطان“ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس شخص نے کہا یا مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور مجھ سے کہا، ان کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام کہو ”تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ”ان ابی یقرأك السلام“ میرے والد نے آپ کو سلام کہا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:
”علیک وعلی ابیک السلام“ تجھے اور تیرے والد کو سلام۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں اگرچہ ایک مبہول شخص سے روایت کی گئی ہے، مگر ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں اہل علم تسامح و چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

(فصل)

بہرے کو سلام کرنا :

متولی فرماتے ہیں کہ اگر کسی ایسے بہرے شخص کو سلام کرے جو بالکل نہیں سنتا ہو تو بہتر ہے کہ سلام کرنے والا سلام کا تلفظ کرے کیونکہ وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہے، اور ہاتھ سے اشارہ بھی کرے، تاکہ بہرہ اسے سمجھ لے، اور اسی طرح وہ جواب پانے کا حقدار ہوگا، اور اگر وہ ان دونوں کو جمع نہیں کرتا تو وہ جواب پانے کا مستحق نہیں ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں: اگر کسی بہرے نے سلام کیا، تو جواب دینے میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی کرے اور ہاتھ سے اشارہ بھی کرے تاکہ اس کے سمجھ میں آسکے، اور اسی طرح جواب کی

فرضیت (وجوب) اس سے ساقط ہو جائیگی، آپ فرماتے ہیں: اگر کسی گونگے کو سلام کرے، اور گونگے نے ہاتھ سے اشارہ کر دیا تو اس سے جواب کی فرضیت (وجوب) ساقط ہو جائیگی۔ کیونکہ اس کا اشارہ الفاظ و عبارت کے قائم مقام ہے، اسی طرح اگر کسی گونگے نے اشارہ سے سلام کیا تو مابقی کی طرح وہ جواب کا مستحق ہوگا۔

(فصل)

بچوں کو سلام کرنا :

متولی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بچوں کو سلام کیا تو بچوں پر جواب دینا فرض (واجب) نہیں کیونکہ بچے فرضیت کے اہل، و مکلف نہیں، اور ان کا یہی قول درست و رائج ہے، البتہ بطور ادب و استحباب انہیں جواب دینا چاہئے۔ امام قاضی حسین اور ان کے شاگرد متولی فرماتے ہیں: ”اگر کسی بچے نے کسی بالغ شخص کو سلام کیا تو کیا بالغ پر جواب دینا ضروری و لازم ہے؟ اس بارے میں دو قول ہے، اور یہ اس کے صحت اسلام پر مبنی ہے، اگر باہم اس کے اسلام کی صحت کا قول اختیار کریں تو اس کا سلام بھی بالغوں کے سلام کی طرح ہوگا، اور اس طرح بالغ پر جواب دینا واجب ہوگا، اور اگر ہم اس کے اسلام کو درست نہ سمجھیں تو اس کے سلام کا جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا۔“

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: سلام کا جواب بہر صورت واجب ہے، کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا.

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو

لوٹا دو۔

اور ان دونوں بزرگوں کا قول کہ یہ اس کے صحت اسلام پر مبنی ہے، بقول شاشی بیار

فاسد ہے اور واقعہ یہ ہے کہ شاشی ہی کی بات درست و صائب ہے، اور اگر کسی بالغ نے کسی ایسی

جماعت کو سلام کیا۔ جس میں بچے بھی تھے اور ان میں سے صرف بچے ہی نے جواب دیا تو کیا بالعموم سے اس کا وجوب ساقط ہوگا؟ اس بارے میں بھی دو قول ہے اور صحیح قول جس کے قائل قاضی حسین اور ان کے شاگرد متولی ہیں، یہ ہے کہ ان پر سے وجوب ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ بچہ فرض کا اہل و مکلف نہیں جبکہ جواب دینا فرض (واجب) ہے لہذا یہ وجوب ان سے اسی طرح ساقط نہیں ہوگا، جس طرح بچوں کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے بڑوں سے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

اور دوسرا قول جو علمائے شوافع میں ”المستطہر“ کے مؤلف ابو بکر شاشی کا ہے، یہ ہے کہ وجوب ساقط ہو جائے گا، جس طرح کہ ان کا اذان کا دیدینا بڑوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور ان کے بڑوں سے اس کا تقاضہ شرعی ساقط ہو جاتا ہے۔

نوٹ : یہ مسلک شافعی میں ہے، مسلک احناف میں بچوں کی اذان درست و کافی نہیں، اگر وہ اذان دیدیں تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بچوں کے نماز جنازہ کے بارے میں علمائے شوافع کی رائے مختلف ہے، تا کہ اس سے فرض کفایہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ اور مشہور دو قول ہے، (ایک یہ کہ بڑوں سے فرضیت ساقط ہو جائیگی، اور دوسرا یہ کہ ساقط نہیں ہوگی) مگر ان میں سب سے صحیح قول عام علمائے شوافع کے نزدیک یہ ہے کہ سبھوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائیگی، اور خود امام شافعی نے اسی طرح کی تصریح کی ہے۔ (احناف کے نزدیک ساقط نہیں ہوگی)

(فصل)

ہر ملاقات میں سلام کا اعادہ کرنا :

جب کوئی کسی کو سلام کرے پھر قریب سے ملے تو با اتفاق علمائے شوافع سنت ہے کہ اسے دوبارہ سہ بارہ سلام کرے، اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے :

۶۷۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جس کے اندر اچھی طرح نماز ادا نہ کرنے والے (خلاد بن رافع مالک الخزرجی) کا ذکر ہے کہ وہ آئے

اور نماز ادا کی، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ارجع فصل فانک لم تفصل۔ ”لوٹ کر جاؤ اور (دوبارہ) نماز پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طور پر) نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ لوٹ کر گئے اور، (دوبارہ) نماز پڑھی، پھر آئے اور آپ کو سلام کیا، اور اسی طرح تین بار ہوا۔ (۱)

۶۷۹ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ
أَوْ جَدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهِ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ

جب تم میں سے کوئی اپنے (دینی) بھائی سے ملے تو اسے ضرور سلام کرے، اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور دوبارہ اس سے ملے تو پھر اسے سلام کرے۔ (۲)

۶۸۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ چہل قدمی کو نطقتے اور ساتھ ساتھ چلتے رہتے، جب سامنے کوئی درخت یا ٹیلہ آ جاتا تو یہ لوگ دائیں بائیں جدا ہو جاتے، پھر آگے ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تو ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے۔ (۳)

نہوت: یہ حدیث حسن درج کی ہے، ایک دوسری سند میں یہ حدیث حضرت انسؓ سے مرفوعاً بھی مروی ہے نیز حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت بصیغہ امر ابن کی شاہد و مؤید ہے ابن عمرؓ کی روایت یوں ہے: ”اِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فِي النَّهَارِ مَرَارًا فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ“ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دن میں کئی بار ملے تو (جب بھی ملے) اسے چاہئے کہ سلام کرے، قال الحافظ: هذا حديث غريب.

(فصل)

بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کرنا:

(۲) سنن ابی داؤد، ۵۲۰۰، حدیث صحیح

(۱) بخاری ۷۹۳، مسلم ۳۹

(۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ۲۲۴

جب دو شخص آپس میں ملیں اور وہ دونوں یک بارگی ایک دوسرے کو سلام کریں، یا آگے پیچھے ایک دوسرے کو سلام کریں تو قاضی حسین اور ان کے شاگرد ابوسعید متولی کے بقول ان دونوں میں سے ہر ایک سلام کی پہل کرنے والا سمجھا جائے گا، اس لئے دونوں پر ایک دوسرے کا جواب دینا واجب ہوگا۔ علامہ شاشی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول محل نظر ہے، کیونکہ سلام کا یہ لفظ جواب بننے کے قابل ہے اگر ایک دوسرے کے بعد سلام کر رہا ہے تو اس کا یہی جواب ہو جائیگا اور اگر بیک وقت ہے تو ایک دوسرے کا جواب نہیں ہوگا، اور شاشی کا یہی قول صحیح و درست ہے۔

(فصل)

کسی سے ملنے پر ”وعلیکم السلام“ سے پہل کرنے کا حکم:

جب ایک شخص کسی دوسرے سے ملے اور پہل کرنے والا ”وعلیکم السلام“ کہے تو بقول متولی یہ سلام نہیں ہوگا، اس لئے وہ جواب کا حقدار بھی نہیں ہوگا، کیونکہ یہ صیغہ ابتدائے سلام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں اگر سلام کی پہل کرنے والا ”علیک السلام“ یا ”علیکم السلام“ بغیر واو کے کہتا ہے تو بقول امام ابوالحسن واحدی یقینی طور پر یہ سلام ہو جائیگا، اور متکلم نے اگر چہ مالوف و معتاد لفظ کو پلٹ دیا ہے تاہم مخاطب پر جواب دینا لازم ہوگا۔

امام واحدی کی یہی رائے شوافع کا مذہب ہے ظاہر ہے، امام حرمین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لہذا ایسی صورت میں جواب واجب ہوگا، کیونکہ وہ سلام شمار کیا جائے گا، پھر اس کے سلام شمار کئے جانے میں اسی طرح دو قول ہے جس طرح نماز سے نکلنے میں علمائے شوافع کے دو قول ہیں، کہ سلام پھیرتے ہوئے اگر کوئی ”علیکم السلام“ کہے تو وہ نماز سے نکلے گا اور اس سے تحلیل حاصل ہوگا یا نہیں؟ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے تحلیل حاصل ہو جائے گا، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح سلام کرنے والا بہر حال جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

۶۸۱- کیونکہ سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہما میں بسند صحیح صحابی رسول حضرت ابو جریہؓ (جن کا

نام جابر بن سلیم اور بعضوں نے سلیم بن جابر کہا ہے) سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ”علیک السلام یا رسول اللہ“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ فَإِنَّ عَلَیْكَ السَّلَامَ تَحِیَّةُ الْمَوْتِی

علیک السلام، مت کہو، کیونکہ علیک السلام مَرْدُوں کا سلام ہے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ممکن ہے یہ حدیث افضل و اکمل و احسن طریقہ

بیان کرنے کے سلسلہ میں ہو اور اس کا سلام نہ ہونا مقصود و مراد نہ ہو، واللہ اعلم۔

امام ابو حامد الغزالی احیاء العلوم (۲۰۵/۳) میں فرماتے ہیں کہ ابتداء پہل کرتے

ہوئے ”علیکم السلام“ کہنا اس حدیث کے پیش نظر مکروہ و ناپسندیدہ ہے، اور درست و رائج

قول بھی یہی ہے کہ اس صیغہ کے ساتھ سلام کی ابتداء و پہل کرنا مکروہ ہے، اور اگر اس کے ذریعہ

سلام کر لے تو جواب واجب ہو جائے گا، کیونکہ یہ سلام ہی ہے۔

(فصل)

گفتگو سے پہلے سلام کرنے کا استحباب:

سنت یہ ہے کہ سلام کرنے والا گفتگو سے پہلے سلام کرے، احادیث صحیحہ سے یہی ثابت

ہے اور سلف صالحین اور خلف امت کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے، جو مشہور و معروف ہے۔ اس

فصل کی دلیل کے لئے یہی قابل اعتماد و بھروسہ بات ہے۔

۶۸۲ - اور ترمذی کی وہ حدیث جس میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”السَّلامُ قَبْلَ الْكَلَامِ“ گفتگو سے پہلے سلام کرو، تو یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذی فرماتے

ہیں ”هَذَا حَدِيثٌ مَنْكُورٌ“ (۲)

(فصل)

بڑھ کر سلام کرنے کی فضیلت:

۶۸۳ - سلام میں پہل کرنا اس صحیح حدیث رسول ﷺ کی وجہ سے سنت و افضل ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”خَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ“ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کی پہل کرے۔ (۱) اس لئے ہر دو ملنے والوں کو چاہئے کہ سلام میں پہل کرنے کی کوشش کریں۔

۶۸۴ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمُ بِالسَّلَامِ.

اللہ کے نزدیک لوگوں میں افضل وہ ہے جو ان میں سے بڑھ کر سلام کرے۔ (۲)

ترمذی کی روایت میں حضرت امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جب دو شخص آپس میں ملیں تو ان میں سے کسے سلام کی پہل کرنی چاہئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَوْلَىٰ بِهِمَا بِاللَّهِ تَعَالَىٰ“ وہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں میں افضل ہو۔ (۳)

(باب-۵)

ان حالتوں کا بیان جس میں سلام کرنا مستحب یا مکروہ یا مباح ہے:

پہلے گزر چکا ہے کہ ہم سلام کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے مامور و مکلف ہیں، مگر یہ حکم بعض حالتوں میں تاکید کے ساتھ اور بعض حالتوں میں سرسری ہے جبکہ بعض حالتوں میں ممنوع ہے۔ وہ حالت جس میں اس کی تاکید و استحباب ہے بے شمار ہیں، کیونکہ یہی اصل ہے اس لئے ہم اس کو الگ الگ بیان کرنے کا تکلف نہیں کرنا چاہتے، یاد رکھیں کہ اس حکم میں مردوں یا زندوں سب کو سلام کرنا شامل ہے، اور مردوں کو سلام کرنے کی کیفیت یا اس کا طریقہ جنازہ کے اذکار کے ضمن میں (حدیث نمبر: ۴۸۵ اور اس کے بعد) پہلے آچکا ہے۔

البتہ وہ احوال جس میں سلام کرنا مکروہ ہے یا واجب ہے یا مباح ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، اسے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں ایک یہ ہے کہ جسے سلام کیا جا رہا ہو اگر وہ قضائے حاجت یا بیوی سے مباشرت یا اس جیسی صورت میں مشغول ہو تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر سلام کرتا ہے تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اسی طرح ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے جو سو رہا ہو یا اونگھ رہا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو یا اقامت کہہ رہا ہو یا حمام میں داخل ہو، یا اس طرح کے دیگر احوال کہ اس میں سلام کا اثر اس پر نہیں ہوگا، جیسے کوئی کھا رہا ہو اور لقمہ اس کے منہ میں ہو۔ الغرض ان تمام حالتوں میں اگر اسے سلام کیا جائے تو سلام کرنے والا جواب کا حقدار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کھانے پر ہو اور لقمہ منہ میں نہ ہو تو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور تب جواب دینا واجب ہوگا، اسی طرح خرید و فروخت اور اسی طرح کے دیگر امور و معاملات میں مشغول شخص کو اگر کوئی سلام کرے تو اس پر جواب دینا واجب ہے۔

خطبہ جمعہ کی حالت میں سلام کرنے کے بارے میں ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اس وقت سلام کی ابتداء کرنا مکروہ ہے، کیونکہ خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے، البتہ اگر کسی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے سلام کر لیا تو کیا اسے جواب دیا جائے گا؟ علماء شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی کوتاہی اور نادانی کی وجہ سے اسے جواب نہیں دیا جائیگا، اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہ کر غور سے سننے کو اگر ہم واجب کہیں تو جواب دینا واجب نہیں ہوگا، اور اگر سنت کہیں تو حاضرین میں سے صرف ایک شخص جواب دے، اور ایک سے زیادہ لوگ بہر صورت جواب نہ دیں۔ رہی بات تلاوت قرآن میں مشغول شخص کو سلام کرنے کی تو اس کے بارے میں امام ابوالحسن الواحدی فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن میں اس کے مشغول ہونے کی وجہ سے سلام نہ کرنا بہتر ہے، اور اگر سلام کر لے تو تلاوت کرنے والے کے لئے صرف اشارہ سے جواب دے دینا کافی ہے اور اگر زبان سے جواب دے تو از سر نو استغاذہ (اعوذ باللہ) کہے پھر اس کے بعد دوبارہ تلاوت شروع کرے، یہ امام واحدی کا قول ہے،

مگر یہ محل نظر ہے۔

ظاہر مسلک یہ ہے کہ اسے سلام کیا جائے، اور اس پر زبان سے جواب دینا واجب ہے، اور اگر کوئی دعا میں پورے استغراق، دل جمعی، اور ہمہ تن گوش ہو کر مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ تلاوت میں مشغول شخص کی طرح ہے مگر میرے نزدیک رائج بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سلام کرنے سے اسے کدورت و ناگواری ہوگی اور کھانے کی مشقت سے بڑھ کر اسے یہ شاق گذریگا۔ حالت احرام میں تلبیہ پڑھ رہے لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ تلبیہ ترک کرنا اس کے لئے مکروہ ہے، اور اگر انہیں سلام کر لیا جائے تو زبان سے جواب دینا اس پر واجب ہے، خود امام شافعی اور دیگر ہمارے علمائے شوافع نے اس کی تصریح کی ہے۔

(فصل)

سلام کے جواب کا حکم:

جن حالتوں میں سلام کرنا مکروہ ہے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے، کہ ان حالتوں میں سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا، ہاں جسے سلام کیا جائے، اگر وہ سلام کا جواب دے کر نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً درست ہوگا، یا مستحب؟ اس بارے میں قدرے تفصیل ہے:

جو پیشاب وغیرہ قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کے لئے جواب دینا مکروہ ہے، اور یہ بھی شروع کتاب میں گذر چکا ہے، البتہ کھانے پینے وغیرہ میں مشغول شخص کے لئے جواب دینا ان مقامات پر مستحب ہے جہاں جواب واجب نہیں۔

اور نماز پڑھنے والے کا جواب دیتے ہوئے ”وعلیکم السلام“ کہنا حرام ہے، اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے اگر اس نے اس طرح جواب دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر حرمت کے علم کے بغیر نادانی و جہالت میں اس طرح جواب دیا تو (فقہ شافعی میں) صحیح قول کے مطابق اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، اور اگر غائب کی ضمیر استعمال کرتے ہوئے ”علیہ السلام“ کہے

تو نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ خطاب کے بجائے دعائیہ کلمہ ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ نماز میں اشارہ سے جواب دے اور زبان سے کچھ نہ کہے، اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد زبان سے جواب دے تو کوئی حرج نہیں، ہاں مؤذن کیلئے معتاد و معروف الفاظ میں سلام کا جواب دینا مکروہ نہیں، کیونکہ یہ مختصر اور چھوٹا سا کلمہ ہے اس سے ناذان باطل ہوگی اور نہ ہی اس میں کوئی خلل آئے گا۔

(باب-۶)

کسے سلام کرنا چاہئے اور کسے نہیں، اور کسے جواب دینا چاہئے اور کسے نہیں:

ایسا مسلمان جو بدعت اور فسق و فجور میں شہرت نہ رکھتا ہو، سلام کر سکتا ہے اور اسے سلام کیا بھی جاسکتا ہے، سلام کرنا اس کے لئے سنت ہوگا اور جواب دینا اس پر واجب۔

(امام نووی فرماتے ہیں) ہمارے علماء فرماتے ہیں: عورت عورت کے لئے اسی طرح

ہے جس طرح ایک مرد دوسرے مرد کے لئے، عورتوں کا مردوں کو سلام کرنے کے بارے میں امام ابو سعید متولی فرماتے ہیں کہ عورت اگر اس کی بیوی یا باندی یا محرموں میں سے کوئی محرم ہو تو مرد کی

طرح ہوگی، اس لئے ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کو سلام میں پہل کرنا مستحب ہوگا اور دوسرے پر جواب دینا واجب ہوگا۔ عورت اگر اجنبیہ ہو، حسین و خوبصورت ہو اور فتنہ میں پڑنے کا

ڈر ہو تو مرد اسے سلام نہ کرے، اور اگر سلام کر لے تو عورت کے لئے جواب دینا جائز نہیں، اور عورت ابتداءً اجنبی مرد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کرے گی تو جواب پانے کی مستحق نہ ہوگی، اور مرد

کا جواب دینا مکروہ ہوگا۔ اور عورت اگر بوڑھی ہے جس سے فتنہ میں پڑنے کا خطرہ نہیں تو اسے مردوں کو سلام کرنا چاہئے اور مرد پر جواب دینا ضروری ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ عورتوں کی اگر جماعت ہو تو مرد انہیں سلام

کر سکتے ہیں، یا مردوں کی جماعت ہو اور سبھوں نے کسی عورت کو سلام کیا تو ان کا سلام کرنا جائز و درست ہے بشرطیکہ مرد سے یا عورتوں سے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو

مردوں کے لئے درست ہے اور نہ ہی عورتوں کے لئے۔

۶۸۵ - سنن ابی داؤد ترمذی وابن ماجہ وغیرہ میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم عورتوں کے پاس سے گذر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ (۱) اوپر مذکور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں، ترمذی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک دن مسجد سے گذر ہوا جبکہ عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا، (۲)

۶۸۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے سامنے سے گذرے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ (۳)

۶۸۷ - صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں ”کانت فینا امرأة“ ہمارے درمیان ایک عورت تھی، (۴) اور ایک روایت میں ہے: ہم میں ایک بوڑھی عورت تھی جو چھتر لیکر ہانڈی میں ڈالتی اور جو پیس کر اس میں ملاتی، اور جب ہم لوگ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹتے تو (اس کے یہاں جا کر) اسے سلام کرتے وہ ہمیں وہ پکوان پیش کرتی۔ (۵)

۶۸۸ - صحیح مسلم میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کو پردہ کئے ہوئے تھیں، تو میں نے آپ کو سلام کیا پھر پوری حدیث بیان کی (جو آگے حدیث نمبر: ۷۰۹ پر آئیگی)۔ (۶)

(فصل)

پہل کرتے ہوئے اہل ذمہ کو سلام کرنے کا حکم:

اہل ذمہ کے بارے میں ہمارے علماء کے درمیان اختلاف ہے، اکثریت کا فیصلہ ہے کہ

(۱) دیکھیں: ابوداؤد: ۵۲۰۳، ترمذی: ۲۶۹۷، ابن ماجہ: ۳۷۰۱، وقال الترمذی حسن:

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۲۳، حدیث غریب

(۵) دیکھیں: بخاری: ۶۲۳۸

(۲) ترمذی: ۲۶۹۷

(۴) دیکھیں: بخاری: ۶۲۳۸

(۶) دیکھیں: صحیح مسلم: ۳۳۶

انہیں بڑھ کر سلام کرنا جائز نہیں، اور دوسری رائے ہے کہ بڑھ کر سلام کرنا حرام نہیں مکروہ ہے اگر انہوں نے کسی مسلمان کو سلام کیا تو اس کے جواب میں صرف ”علیکم“ کہا جائے اس سے زیادہ نہیں۔ قاضی القضاۃ امام ماوردی نے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے کہ پہل کرتے ہوئے بھی انہیں سلام کرنا جائز ہے، البتہ سلام کرنے والا صرف ”السلام علیک“ پر اکتفا کرے اور سلام کے لئے ”علیکم“ کا صیغہ استعمال نہ کرے۔

اور اگر اس نے کسی مسلمان کو سلام کیا تو اس کے جواب میں بھی ماوردی نے ایک تیسرا قول نقل کیا ہے کہ جواب میں صرف ”وعلیکم السلام“ کہے ”ورحمة اللہ“ کا اضافہ ہرگز نہ کرے، مگر ماوردی کا یہ دونوں قول شاذ و مردود ہے۔

۶۸۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَبْدَأُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاصْطَرُّوهُمْ إِلَى أَفَيْقِهِ (۱)

یہود و نصاریٰ کو پہل کرتے ہوئے سلام مت کرو اور جب تم ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے راستے کے تنگ حصہ کی طرف مجبور کر دو۔

۶۹۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ“ (۲)

اگر اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم (صرف) ”وعلیکم“ کہو۔

۶۹۱ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ الْيَهُودُ فَإِنَّمَا يَقُولُ أَحَدُهُم السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقُلْ ، وَعَلَيْكَ“ (۳)

اگر تمہیں یہود سلام کریں اور ان میں سے کوئی ”السلام علیک“ (تم پر موت آئے) کہتا ہے تو تم ”وعلیک“ کہو۔

اس مسئلہ میں اس جیسی اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

نوٹ: السلام علیکم کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو، اور کچھ یہودی مسلمانوں کو سلام کرتے ہوئے سلام کے بجائے ”سلام“ کا لفظ استعمال کرتے تھے، جس کا معنی موت ہے یعنی وہ باسلوب سلام بددعا کرتے تھے، کہ تم پر موت آئے، اور یہ یہودیوں کی دیگر بہت سی خباثتوں میں سے ایک فطری خباثت اور بدتمیزی ہے، اسی وجہ سے اللہ کے نبیؐ نے ”وعلیکم“ کے ذریعہ انہیں جواب دینے کا حکم فرمایا کہ حساب کتاب برابر ہے۔

ابوسعدی التولی فرماتے ہیں: اگر کسی ایسے شخص کو سلام کرے جس کے مسلمان ہونے کا گمان ہو پھر پتہ چلے کہ وہ کافر ہے تو مستحب ہے کہ اس سے اپنا سلام واپس لے لے اور اس سے کہے کہ میرا سلام مجھے واپس کر دو، اور اس کا مقصد اسے متوحش کرنا اور اس بات کا اظہار ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کسی قسم کی الفت و محبت نہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سلام کیا، آپ سے لوگوں نے کہا کہ وہ تو یہودی ہے تو آپ اس کے پیچھے گئے اور جا کر اس سے کہا ”میرا سلام مجھے واپس کر دو“

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: موطا امام مالک میں مروی ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے یہودیوں اور نصرا نیوں کو سلام کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان سے سلام واپس لیا جائے گا؟ تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ نہیں، اور یہی ان کا مذہب ہے اور اسی کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے۔

ابوسعذر فرماتے ہیں کہ اگر کسی ذمی کو سلام کرنا ہو تو سلام کے علاوہ کسی اور الفاظ سے انہیں مبارکباد دے یا خوش آمدید وغیرہ کہے، مثلاً کہے ”هَذَاكَ اللَّهُ“ اللہ تمہیں ہدایت دے ”انعم اللہ صباحك“ اللہ تیری صبح خوشگوار بنائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ابوسعید نے جو یہ بات کہی ہے، اگر اس کی ضرورت پڑے تو اسے کہنے میں کوئی حرج نہیں، اسے یوں بھی کہہ سکتا ہے ”صبح بالخیر“ تیری صبح بخیر ہو ”صبح بالسعادة“ سعادت مندی کے ساتھ تیری صبح ہو، یا ”صبح بالعافیه“ عافیت کے ساتھ تیری صبح ہو ”یا صاحبک اللہ بالسور“ اللہ تیری صبح کو خوشیوں سے بھر دے، یا سرور کی جگہ سعادة یا نعمة، یا مسرة، یا اسی طرح کے الفاظ ملا کر کہے۔

اور اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر ہے کہ کچھ نہ کہے، کیونکہ ان الفاظ کی ادائیگی اس کے لئے بے تکلفی، دل لگی اور محبت کا اظہار ہوگا، حالانکہ ہمیں ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا اور اظہار محبت سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

نوت: غیر مسلم حضرات جن کے ساتھ ہم کسی ملک میں امن و سلامتی کے ساتھ پر اعتماد فضا میں رہتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا معاملہ کس طرح ہونا چاہئے، اور طرز معاشرت کو نسا اپنانا چاہئے، اس کی رہنمائی ہمیں اس آیت کریمہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ الْمَقْسُطِينَ (سورة الممتحنة: ۸) ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی، اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحُهَا يُوجَدُ مَنْ مَسِيرَةٍ أَرْبَعِينَ عَامًا“ (۱)

جس نے کسی معاہدہ کو (یعنی جس کے ساتھ باہم امن و سلامتی سے رہنے کا عہد و پیمان ہو،) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

تو اگر یہ غیر مسلم ہمارے ساتھ بظاہر وفادار ہوں ہمارے خلاف سازشیں نہیں کرتے

ہوں، ہماری اہانت ان کا شیوہ نہ ہو، اور ہماری عزت و آبرو اور جان و مال کے درپے نہ رہتے ہوں تو ان کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کرنا اور حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے دینا ہم پر واجب ہے، اس لئے ہم ان کے ساتھ سختی کے بجائے نرمی سے پیش آئیں اور معاملات میں راست بازی سے کام لیں۔ حافظ ابن حجر اپنی کتاب فتح الباری (۱۱/۳۵) میں رقمطراز ہیں: امام اوزاعی فرماتے ہیں: اگر تم انہیں سلام کرو تو سلف صالحین نے بھی انہیں سلام کیا ہے اگر تم انہیں سلام نہ کرو تو سلف صالحین نے بھی ایسا کیا ہے۔

اور حدیث میں جو سلام کی پیش قدمی کرنے سے ممانعت آئی ہے تو ممکن ہے کہ اس سے یہودی مراد ہوں، کیونکہ ان کی فطرت میں مسلمانوں کی ایذا رسانی اور ان کی سرشت میں خیانت پڑی ہوئی ہے، یہ یہود ہمیشہ رسول خدا ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں لگے رہتے تھے، اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے اور بادل ناخواستہ اگر سلام کرنا پڑتا تو ایسے کلمات و الفاظ کے ذریعہ سلام کرتے جو سلام کے بجائے بددعا کیے کلمات ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذَا جَاءَ وَكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ (المجادلہ: ۸)

اور وہ یہود جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔

الغرض ان یہودیوں کو تو پہل کرتے ہوئے سلام کرنا جائز نہیں، اور اگر وہ کریں تو انہیں کے الفاظ میں ”وعلیکم“ کے ذریعہ جواب دیا جائے، اور اگر وہ بدتمیزی و بدخلقی سے پیش آئیں تو مسلمان بھی ان کے ساتھ انہی کی طرح سختی سے پیش آئیں۔ واللہ اعلم۔

ملے جلے مختلف قسم کے لوگوں کو سلام کرنا :

اگر کسی فرد واحد کا جماعت کے پاس سے گذر ہو جس میں مسلمان و کافر ہر طرح کے لوگ ہوں تو سنت ہے کہ انہیں سلام کرے اور ارادہ مسلمانوں کو سلام کرنے کا کرے (اگر کئی مسلمان ہوں) یا تنہا مسلمان کا کرے۔ (اگر اس میں صرف ایک ہی مسلمان ہو)

۶۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر کسی ایسی مجلس سے ہوا جس میں مسلمان، یہودی، اور بتوں کی پرستش کرنے والے مشرکین سب اکٹھا تھے، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سلام کیا (شاید آپ کے مخاطب، مقصود صرف مسلمان تھے نہ کہ یہود و مشرکین) (۱)

خط کے اندر مشرکوں کو سلام کرنے کا حکم :

اگر کسی مشرک کو کوئی خط لکھا جائے اور اس میں سلام یا اس کے مماثل الفاظ لکھنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس طرح لکھے :

۶۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسفیان کی روایت کے اندر ہرقل کے قصہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا:

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ

علی من اتباع الہدیٰ (۲)

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل شاہ روم کو، سلام ہوا ہے جس نے ہدایت کے راستہ کی اتباع و پیروی کی۔

اس لئے غیر مسلموں کو ”السلام علیکم“ کے بجائے سلام علی من اتبع الہدیٰ لکھنا چاہئے۔

ذمی کی عیادت کرتے وقت کیا کہنا چاہئے :

ذمی کی عیادت کرنے کے بارے میں ہمارے علمائے شوافع کے درمیان اختلاف ہے، ایک جماعت نے اسے پسند کیا ہے تو دوسروں نے اس سے منع کیا ہے، علامہ شاشی اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

”میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ من جملہ تمام کافروں کی عیادت کرنا

جائز ہے اور اس کا ثواب اس سے متعلق حرمت و توقیر کی نوعیت مثلاً

پڑوسی یا قرابت و رشتہ داری وغیرہ پر موقوف ہے“

(امام نووی فرماتے ہیں:) میری رائے میں علامہ شاشی کی یہ رائے بہت خوب اور عمدہ

ہے کیونکہ:

۶۹۳ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی

کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار پڑا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کو گئے، آپ اس کے

سر ہانے میں بیٹھ گئے، اور اس سے کہا ”اسلم“ اسلام لے آؤ، اس لڑکے نے اپنے والد کی طرف

نظر اٹھا کر دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا تو اس کے والد نے اس سے کہا، ابوالقاسم کا کہا مان لو،

چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ اس کے پاس سے باہر آئے، آپ

فرما رہے تھے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ“

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات

دے دی۔ (۱)

۶۹۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعید بن مسیب کے والد مسیب بن حزنؓ سے مروی ہے وہ

فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف

لائے اور فرمایا:

”يَا عَمُّ: قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ چاچا جان! آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیں پھر پوری

حدیث نقل کی ہے: (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ذمی کی عیادت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ

اسے اسلام کی ترغیب دیں اور اسلام کے محاسن اس کے سامنے بیان کریں، اور اسے اسلام قبول

کرنے پر آمادہ کریں کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے (یعنی نزاع کی حالت شروع ہونے سے پہلے

پہلے) وہ اسے اختیار کر لے اور اگر اس کے لئے دعا کرنا ہو تو ہدایت کی دعا کرے۔

فصل

بدعتی کو سلام کرنا :

ایسے بدعتی کو جس نے بڑا گناہ کیا ہو اور اس سے تاب نہ ہوا ہو سلام کرنا مناسب نہیں، اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دینا مناسب ہے، امام بخاری اور دیگر علماء کی یہی رائے ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے۔

۶۹۶ - صحیح بخاری و مسلم کے اندر حضرت کعب بن مالکؓ کے واقعہ میں جبکہ حضرت کعب اور ان کے دوست تھے (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الریح) غزوہ تبوک میں شرکت سے قاصر رہے تھے، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں کو) ہم سے بات کرنے اے منع کر دیا تھا: آگے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کو سلام کرتا، اور میں (دل میں) کہتا (اندازہ کرتا) کہ آپ نے سلام کا جواب دینے کے لئے اپنے لب کو جنبش دی یا نہیں؟ امام بخاری فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان ہے کہ شراب نوشی کرنے والوں کو سلام نہ کیا جائے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ اگر ظالموں کو بدرجہ مجبوری سلام کرنا پڑ جائے، بایں طور کہ اس کے پاس آنے کے بعد سلام نہ کر نیکی وجہ سے اس کی طرف سے اپنے دین یا دنیا وغیرہ میں کسی فتنہ و فساد کے مرتب ہونے کا خدشہ ہو تو اسے سلام کر لے۔

امام ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں: علماء کا قول ہے کہ ایسے ظالموں کو سلام کرے اور یہ نیت کرے کہ لفظ ”السلام“ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، تب اس کا مفہوم ہوگا ”اللہ علیکم رقیب“ اللہ تیرا رقیب ہے۔

فصل

بچوں کو سلام کرنا:

بچوں کو سلام کرنا سنت ہے :

۶۹۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا ”نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے“ (۱)
مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لڑکوں بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے۔

۶۹۸ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیحین حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ چند بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے، تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ (۲)
ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”السلام علیکم یا صبیان“ اے بچو، السلام علیکم“ (بجو تم پر سلام) (۳)

نوٹ : شاید اس کی حکمت یہ ہے کہ بڑے، غرور و تکبر کی چادر اپنے اوپر سے اتار دیں اور تواضع و انکساری کو اپنا شیوہ بنائیں، اور بچے شرعی آداب کے خوگر بنیں اور بچپن سے اسلامی آداب و عادات کی تربیت پائیں، تاکہ بڑے ہو کر وہ بھی اسی نہج پر چلیں اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع اور شفقت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ لوگوں کا ایک دوسرے کو خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سلام کرنا مسنون اور شریعت کا مطلوب ہے۔

(باب - ۷)

سلام کے آداب و مسائل :

۶۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

يُسَلِّمُ الرَّاَكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ،

والقلیل علی الكثير.

سوار پیدل چلنے والے کو، اور چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے، زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

يسلم الصغير على الكبير والماشي على القاعد ، والقليل

على الكثير . (۱)

چھوٹے بڑوں کو، اور پیدل چلنے والے بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

(امام نووی فرماتے ہیں:) ہمارے علمائے شوافع و دیگر علماء فرماتے ہیں مذکورہ طریقہ

سنت ہے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اگر کوئی پیدل چلنے والا سوار کو، یا بیٹھا ہوا چلنے والے کو یا سوار کو سلام کرے تو یہ مکروہ نہیں ہوگا۔ امام ابوسعید المتولی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ زیادہ لوگوں کا تھوڑے لوگوں کو اور بڑوں کا چھوٹوں کو سلام میں پہل کرنا بھی مکروہ نہیں، البتہ اس طرح وہ اس فضیلت کو ترک کرنے والا ہوگا جس کا دوسرا مستحق تھا۔

اور سلام کا یہ ادب اس وقت ہے کہ جبکہ دو شخص راستہ وغیرہ میں ملیں البتہ اگر کوئی بیٹھے ہوئے ایک یا متعدد افراد کے پاس آئے تو بہر حال آنے والا ہی بڑھ کر سلام کرے، خواہ آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ قاضی القضاۃ نے اس دوسرے طریقہ کو سنت اور پہلے طریقہ کو ادب، یعنی فضیلت میں سنت سے کم تر درجہ کا نام دیا ہے۔

(فصل)

مجمع میں ایک یا چند مخصوص لوگوں کو خاص کر کے سلام کرنے کی کراہت:

امام متولی فرماتے ہیں: اگر ایک شخص کسی پوری جماعت سے ملے تو ان میں سے بعض

مخصوص افراد کو اپنے سلام میں مخصوص کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سلام کا مقصد الفت و محبت اور وائس و رواداری ہے، اور بعض کو خاص کر کے سلام کرنے میں باقی لوگوں کے اندر کبیڈگی و تکدر پیدا ہوگا اور بسا اوقات یہ عداوت و خصامت پہ بھی منتج ہو سکتا ہے۔
(فصل)

بھیڑ کی جگہوں پر سلام کا حکم:

اگر بازاروں یا سڑکوں پہ چل رہا ہو جہاں لوگ بکثرت گزرتے اور ایک دوسرے سے ملتے ہوں تو بقول قاضی القضاۃ ماوردی یہاں سلام صرف بعض مخصوص لوگوں ہی کے لئے ہوگا، نہ کہ ہر کسی کے لئے پھر فرماتے ہیں: اور یہ اس وجہ سے کہ اگر ہر ملاقاتی کو سلام کرتا رہے تو اسے اپنی تمام تر ضروریات کو ترک کر کے اسی میں مشغول ہو جانا پڑے گا، اور یہ عرف و عادت کے بھی خلاف ہے، نیز فرماتے ہیں: کہ سلام کا دو ہی مقصد ہے حصول محبت و الفت یا دفع مضرت و کراہت۔
(فصل)

ایک ہی جواب پوری جماعت کے لئے کافی ہے:

امام متولی فرماتے ہیں: اگر کسی جماعت نے فرد واحد کو سلام کیا اور اس شخص نے ”وعلیکم السلام“ کہہ کر تمام لوگوں کو جواب دینے کا ارادہ کیا، تو تمام لوگوں کو جواب دینے کا وجوب اس سے اسی طرح ساقط ہو جائے گا جس طرح کہ نماز جنازہ اگر ایک مرتبہ کوئی پڑھ لے تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

(فصل)

جماعت کو سلام کرنا:

قاضی القضاۃ ماوردی فرماتے ہیں: جب کوئی شخص چھوٹی سی جماعت کے پاس آئے تو ایک ہی سلام ان سبھوں کے لئے عمومی طور پر کہے اور سبھوں کے لئے صرف ایک ہی سلام پر اکتفا

کرے اور اس کے بعد اگر ان میں سے کسی کو خاص طور پر کرنا چاہے تو یہ ادب ہوگا اور ان میں سے کسی ایک کا جواب دیدینا کافی ہے اور اگر ایک سے زیادہ لوگ جواب دیں تو یہ بھی ادب شمار ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں: اگر مجمع اتنا بڑا ہے کہ ایک سلام تمام لوگوں کو نہ پہنچ سکے مثلاً جامع مسجد یا پرہجوم محفل ہو تو سنت ہے کہ داخل ہونے والا داخلہ کے وقت ہی جب لوگوں کو دیکھے سلام کرے، اور اس طرح وہ ان تمام افراد کے حق میں جو اسے سنیں سلام کی سنت ادا کرنے والا ہوگا اور جن لوگوں نے بھی اسے سنا وہ تمام افراد جواب کیلئے وجوب کفایہ میں داخل ہونگے (اور اگر کسی ایک نے جواب دیدیا تو باقی سے وجوب ساقط ہو جائے گا ورنہ سب کے سب گنہگار ہونگے) اور جن لوگوں نے اس کا سلام سنا اگر وہ ان کے درمیان بیٹھنا چاہے تو ان میں سے بعض نہ سننے والوں کو سلام کرنے کی سنت اس سے ساقط ہو جائیگی۔

اور وہ ان لوگوں میں بیٹھنا چاہے جنہوں نے اس کا سلام نہیں سنا ہے تو اس میں دو قول ہے، ایک یہ کہ انہیں سلام کرنے کی سنت ان کے آگے والوں کو سلام کر لینے کی وجہ سے اسے حاصل ہو چکی ہے، کیونکہ یہ پورا ایک ہی مجمع ہے اور اگر دوبارہ سلام کرتا ہے تو یہ ادب ہوگا۔ اسی بنا پر مسجد والوں میں سے کسی نے بھی اگر جواب دیدیا تو بقیہ پورے لوگوں سے اس کا وجوب ساقط ہو جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سلام کی سنت ان لوگوں کے حق میں جنہیں پہلا سلام نہیں پہنچا ہے باقی ہے بشرطیکہ وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس بنا پر اس کے سلام کو سننے والے آگے کے لوگوں کا وجوب پیچھے کے لوگوں (جنہوں نے پہلا سلام نہیں سنا تھا) کے جواب دیدینے سے اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

فصل

گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا :

جب اپنے گھر میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ سلام کرے، خواہ گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، اور سلام اس طرح کرے ”السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ

کے نیک بندوں پر، اور گھر میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا بیان شروع کتاب میں (حدیث نمبر: ۶۳۰) پہ آچکا ہے۔ اسی طرح جب مسجد میں یا کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہو تو بھی سلام کرنا مستحب ہے اور وہاں اس طرح سلام کرے۔

السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، السلام عليكم
اهل البيت ورحمة الله وبركاته .

ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام اے گھر والو تم پر سلام اور اللہ کی
رحمت و برکت۔

فصل

مجلس کی درخواستگی پر سلام :

اگر کوئی شخص جماعت و قوم کے ساتھ بیٹھا ہو پھر ان سے جدا ہونے کے لئے اٹھے تو
سنت ہے کہ وہ سلام کرے۔

۷۰۰۔ سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں بسند جید و صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اذا انتهى أحدكم الى المجلس فليسلم فإذا اراد أن يقوم
فليسلم فليست الأولى بأحق من الآخرة .

جب تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کرے، اور جب اٹھنا
چاہے تو سلام کرے، کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے افضل نہیں (یعنی
دوسرا سلام بھی اتنا ہی افضل ہے جتنا پہلا) (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ظاہر حدیث کا تقاضہ ہے کہ جماعت پر سلام
کرنے والے اور جدا ہونے والے کو جواب دینا واجب ہے۔ امام قاضی حسین اور ان کے

شاگرد ابوسعید التولی فرماتے ہیں: جماعت و مجلس سے جدا ہوتے وقت سلام کرنے کی عادت بعض لوگوں میں چلی پڑی ہے، اور یہ دعار ہے اس کا جواب دینا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، کیونکہ تحیہ و اسلام ملاقات کے وقت ہے نہ کہ واپسی کے وقت، یہ ان دونوں کا قول ہے۔

ہمارے متاخرین ائمہ شوافع میں امام ابو بکر شاشی نے ان دونوں حضرات کے قول کو ناپسند کیا اور اس پر نکیر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ قول باطل و لغو ہے، کیونکہ سلام واپسی کے وقت بھی اسی طرح سنت ہے جس طرح آمد کے وقت بیٹھتے ہوئے اور اس کی دلیل یہی مذکورہ حدیث ہے، میرے نزدیک امام شاشی کا قول ہی صحیح و صائب ہے۔

فصل

ایسے شخص کو سلام کرنے کا حکم جس کے بارے میں جواب نہ دینے کا گمان ہو:

جب کوئی ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کے پاس سے گزرے اور اسے غالب گمان ہو کہ اگر اس نے سلام کیا تو وہ تکبر و غرور یا راہ چلنے یا کلمہ سلام سے لاپرواہی و بے اعتنائی یا کسی اور اسباب کی وجہ سے سلام کا جواب نہیں دے گا تو مناصب ہے کہ وہ سلام کرے، اور اپنے من و گمان کی وجہ سے اسے ترک نہ کرے کیونکہ ہم سلام کرنے کے مامور ہیں اور گزرنے والا اس کا مکلف ہے اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ اسے جواب ملے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس سے وہ گزر رہا ہے اور گمان قائم کر رہا ہے وہ جواب دیکر اس کے گمان کو غلط ثابت کر دے۔

ان لوگوں کا قول جن کے نزدیک تحقیق کوئی چیز نہیں، کہ گزرنے والے کا سلام دوسرے کے لئے گناہ کا سبب بنے گا، (اس کے جواب نہ دینے کی صورت میں) تو یہ کھلی جہالت اور صریح نادانی ہے، کیونکہ احکام شرعیہ اس طرح کے خیالات و ادھام سے ساقط نہیں ہوتے اور اگر ہم اس خیال کو مد نظر رکھیں تو جہالت و نادانی کی وجہ سے منکرات کا ارتکاب کرنے والوں کی نکیر بھی ہمیں ترک کرنا پڑیگا، کیونکہ اگر ہمیں گمان غالب ہو جائے کہ ہمارے کہنے سے وہ باز نہیں آ سکتا

اور ہمارے نکیر کرنے اور اس کی قباحت و برائی بتا دینے کے باوجود اگر وہ اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرے تو یہ اس کیلئے گناہ کا سبب بنے گا۔ اور بلاشبہ اس جیسے امور و معاملات میں ہم انکار و نکیر ترک نہیں کر سکتے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔

جس نے کسی کو سلام کیا اور اپنا سلام اس کے کانوں تک پہنچا دیا اور اس سننے والے پر شرائط کے ساتھ جواب واجب ہو جانے کے باوجود اس نے جواب نہیں دیا تو سلام کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اسے اس سے بری کر دے اور کہے ”سلام کا جواب دینے میں میں اپنے حق سے اسے بری کرتا ہوں کہے: ”میں نے اسے جواب سے حلال کر دیا“ یا اس جیسے دیگر الفاظ کہے، اور اپنے اس قول کو زبان سے ادا کرے، کیونکہ زبان سے ادائیگی کے بعد ہی انسان کا حق ساقط ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

۷۰۱ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبدالرحمن ابن شہلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”مَنْ أَجَابَ السَّلَامَ فَهُوَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ فَلَيْسَ مِنْهُ“ (۱)

جو سلام کا جواب دے تو وہ اسی کے لئے ہے اور جو جواب نہ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نوٹ : یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث میں شروع کے الفاظ اس طرح ہیں :

”يَسْلُمُ الرَّاَكِبُ عَلَى الرَّاجِلِ وَيَسْلُمُ الرَّاجِلُ عَلَى الْقَاعِدِ

وَيَسْلُمُ الْأَقْلُ عَلَى الْأَكْثَرِ“

سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والے بیٹھوں کو اور تھوڑے لوگ بہتوں کو سلام کریں۔

جس نے کسی کو سلام کیا اور اس نے جواب نہ دیا تو مستحب ہے کہ سلام کرنے والا اسے

خندہ پیشانی اور شگفتہ کلامی سے کہے کہ سلام کا جواب واجب ہے آپ کے لئے مناسب ہے کہ

مجھے جواب دیں تاکہ آپ سے اس کا وجوب ساقط ہو۔ واللہ اعلم۔

(باب ۸)

استئذان و اجازت طلبی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بِيُوتِكُمْ حَتَّىٰ

تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا“ (النور: ۲۷)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ

اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”إِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ

الَّذِينَ مِنْ قَلْبِهِمْ“ (سورة النور: ۵۹)

اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے

لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئے۔

۷۰۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الِاسْتِذْنَانِ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَالْإِفْرَاجُ (۱)

اجازت مانگنا تین بار ہے یا تو تمہیں اجازت دیدی جائے ورنہ تم

لوٹ جاؤ۔

نیز بخاری و مسلم ہی میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

اس طرح فرمایا : (۲)

۷۰۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہیل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”انما جعل الاستئذان من أجل البصر“ (۱)

اجازت طلبی نگاہ کی وجہ سے رکھی گئی ہے۔

نیز تین بار اجازت طلب کرنے کی روایت متعدد طرق سے مروی ہے اور سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔ دروازہ پر اس طرح کھڑا ہو کہ نظر اندر نہ پڑ رہی ہو پھر ”السلام علیکم“ کہنے کے بعد کہے کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اگر کوئی جواب نہ دے تو دوسری اور تیسری بار کہے، اگر پھر بھی کوئی جواب نہ ملے تو لوٹ جائے۔

۷۰۴ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح جلیل القدر تابعی حضرت ربیع بن حراش سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنی عامر کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، جبکہ آپ گھر کے اندر موجود تھے، اس نے کہا ”الْجُ“ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا:

أَخْرِجْ إِلَى هَذَا فَعَلَّمَهُ الْإِسْتِئْذَانَ ، فَقُلْ لَهُ قُلْ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَدْخُلُ ؟

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ بتاؤ، اسے کہو: آپ (پہلے) السلام علیکم کہیں (پھر کہیں) کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔

اس شخص نے آپ کی بات سن لی تو اس نے کہا: السلام علیکم اَدْخُل، پھر نبی کریم ﷺ نے اسے داخلگی کی اجازت دیدی۔ (۲)

۷۰۵ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں صحابی رسول ﷺ حضرت کلدۃ بن حنبلؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کئے بغیر اندر داخل ہو گیا تو آپ ﷺ نے

فرمایا:

ارْجِعْ فَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ؟ لوٹ جاؤ اور (باہر جا کر) کہو، السلام علیکم کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں۔ (۱)

اور یہ جو میں نے سلام کو استنذان پر مقدم کرنے کا ذکر کیا ہے کہ (پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے) یہی صحیح ہے۔ البتہ ماوردی نے اس میں تین قول نقل کیا ہے، ایک یہی مذکورہ قول ہے، اور دوسرا استنذان کو سلام پر مقدم کرنا (یعنی پہلے اجازت طلب کر لے پھر سلام کرے) اور تیسرا قول جو کہ ان کا اختیار کردہ اور پسندیدہ قول ہے، وہ یہ ہے کہ اجازت مانگنے والے کی نگاہ اگر صاحب خانہ پر داخل ہونے سے قبل پڑ جائے تو پہلے سلام کرے، پھر داخلے کی اجازت مانگے اور اگر نگاہ نہ پڑے تو پہلے اجازت مانگے پھر سلام کرے۔ اور تین بار اجازت مانگنے کے باوجود اگر اسے اجازت نہ ملے اور اسے گمان ہو کہ اہل خانہ نے نہیں سنا ہے تو کیا تین بار سے زیادہ اجازت مانگ سکتا ہے؟

امام ابوبکر بن عربی المالکی اس میں تین مذہب نقل کرتے ہیں، ایک یہ کہ مزید استنذان کا اعادہ کرے، دوسرا یہ کہ بالکل اعادہ نہ کرے، اور تیسرا یہ کہ پہلے الفاظ میں اعادہ نہ کرے، البتہ دوسرے الفاظ یا کلمات یا استنذان کے دیگر طریقوں سے اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے صحیح قول یہ ہے کہ تین سے زیادہ کسی بھی صورت میں اجازت طلب نہ کرے اور یہ قول جسے وہ صحیح قرار دے رہے ہیں یہی سنت مطہرہ کا تقاضہ ہے۔

نوٹ: کیونکہ حدیث (۷۰۲) میں صراحتہً مذکور ہے الاستنذان ثلاث فان اذن لك والافارجع

(فصل)

اجازت طلب کرنے کے آداب:

جب کوئی شخص سلام کے ذریعہ یا دروازہ پر دستک دے کر کسی سے اجازت طلب کرے اور اس سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو، تو مناسب ہے کہ وہ اپنا تعارف کرائے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں یا فلاں نام سے ملقب شخص ہوں، یا فلاں عرفیت سے جانا جانے والا ہوں، یا اسی طرح کے اور الفاظ کے ذریعہ اپنا پورا معروف و مشہور نام یا کنیت بتائے کہ جس سے مکمل تعارف و واقفیت حاصل ہوتی ہو، جواب میں ”میں ہوں“ یا ”یا آپ کا خادم ہوں“ یا ”بعض لڑکا ہوں“ یا ”آپ کا پرستار ہوں“ یا اسی طرح کے دیگر الفاظ کہنا (جس سے اس کی پہچان نہ ہوتی ہو) مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

۷۰۶۔ صحیح بخاری و مسلم میں معراج والی مشہور حدیث کے اندر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثم ضيّد بي جبريل الى السماء الدنيا فاستفتح فقيل : مَنْ

هَذَا ؟ قال : جبريل : قيل : وَمَنْ مَعَكَ ؟ قال : محمد ، ثم

صعد بي الى السماء الثانية والثالثة وسائرهن ، ويقال في

باب كل سماء ، من هذا ؟ فيقول : جبريل . (۱)

پھر حضرت جبریل مجھے اوپر سماء دنیا پر لے گئے انہوں نے دروازہ کھلوا یا تو ان سے کہا گیا کون؟ جبریل نے جواب دیا جبریل ہے، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد ہیں پھر مجھے دوسرے، تیسرے اور سارے آسمانوں پر لے گئے، ہر آسمان کے دروازے پر ان سے کہا جاتا کہ کون؟ اور وہ جواب میں کہتے جبریل ہے۔

۷۰۷۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ باغ کے کنواں پر تشریف فرما تھے اور ابو بکر نے آکر اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کون؟ تو انہوں نے جواب دیا ابو بکر ہے، پھر حضرت عمر آئے اور اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کون جواب ملا کہ عمر ہے، پھر اسی طرح حضرت عثمان آئے۔ (۲)

۷۰۸ - صحیح بخاری و مسلم ہی کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ پر دستک دیا آپ نے فرمایا: من ذا؟ کون ہے؟ تو میں نے جواب دیا ”میں ہوں“ تو آپ نے فرمایا: ”انا انا“ میں میں (کیا کرتے ہو) گویا آپ کو ناگواری ہوئی۔ (۱)
(فصل)

اجازت طلب کرتے ہوئے اپنا تعارف کرانا:

جس سے انسان متعارف و پہچانا جاتا ہوں، اگر مخاطب اس کے بغیر نہ پہچان سکے تو اس وصف کو بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، خواہ اس میں بظاہر قدرے خود نمائی ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کوئی اپنی کنیت بتائے کہ میں فلاں مفتی یا قاضی یا شیخ ہوں، یا اس جیسے دیگر اوصاف کا ذکر کرے۔
۷۰۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ جن کا نام مشہور قول کے مطابق فاختہ یا فاطمہ یا ہند ہے، سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کو پردہ کئے ہوئی تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: من ہذہ؟ یہ کون عورت ہے، میں نے جواب دیا، میں ام ہانی ہوں۔ (۲)

۷۱۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوذرؓ جن کا نام جندب یا زیر ہے، سے مروی ہے کہ میں ایک رات باہر نکلا تو (دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تنہا چہل قدمی کر رہے ہیں، چاند کے سائے میں میں بھی (آپ کے پیچھے) چلنے لگا تو آپ نے مڑ کر مجھے دیکھا اور فرمایا ”من ہذا“ کون ہے؟ میں نے جواب دیا میں ہوں ابوذر۔ (۳)

۷۱۱ - صحیح مسلم میں حضرت ابو بقاءہ حارث بن ربیعؓ اس حدیث کے اندر جو رسول اللہ ﷺ کے بیشمار معجزوں اور متعدد فنون علم پر مشتمل ہے، روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سراؤ پر اٹھایا اور فرمایا: ”من ہذا؟“ کون ہے؟ میں نے جواب دیا ابو بقاءہ (ہوں)۔ (۴)

(۱) دیکھیں: بخاری: ۶۲۵، مسلم: ۲۱۵۵

(۲) دیکھیں: بخاری: ۲۸۰، مسلم: ۳۳۶، یہ حدیث پہلے نمبر ۶۸۸ پر گزری چکی ہے

(۳) دیکھیں: بخاری: ۶۴۳۳، مسلم: ۹۴۰

(۴) صحیح مسلم: ۶۸۱

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال و نظیر یہ شمار ہیں، اور اس کا سبب ضرورت و حاجت ہے نہ کہ فخر و مباہات۔

۷۱۲ - اور اس سے ملتی جلتی ہی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ جن کا نام صحیح قول کے مطابق عبدالرحمن بن صخر ہے، سے صحیح مسلم میں مروی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اللہ ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دیدے، پھر پوری حدیث نقل فرماتے ہیں، جس کے اخیر میں ہے کہ پھر میں لوٹ کر آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دیدی، واللہ اعلم۔ (۱)

(باب-۹)

سلام سے متعلق چند مسائل:

مسئلہ: حمام سے نکلنے والے کو سلام کرنا:

امام ابوسعید متولی فرماتے ہیں: حمام سے نکلنے وقت نکلنے والے کو سلام کرنا یا یہ کہنا کہ ”طَابَ حَمَامُكَ“ تیرا نہانا خوشگوار ہو، اس کی کوئی اصل نہیں، مگر حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حمام سے نکلنے والے ایک شخص کو انہوں نے ”طَهَّرْتَ فَلَانَ جِسْتِ“ تو پاک ہوا پھر ناپاک نہ ہو سکو۔ (۱)

امام نووی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس مقام پر کوئی بات صحیح طور پر ثابت نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنے دوست سے بطور محبت والفت اور اظہار وارفیقگی، ”اَدَامَ اللّٰهُ لَكَ السَّعْمَ“ (اللہ تیری نعمت ہمیشہ باقی رکھے) یا اس جیسے دعائیہ کلمات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: ”السَّلامُ عَلَیْکُمْ“ کے بجائے اور دوسرے الفاظ میں سلام کرنا:

گذرنے والا اگر پہل کرتے ہوئے کسی کو ”صَبَّحَكَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ“ (اللہ تیری صبح

بخیر بنائے) یا ”صَبَّحَكَ اللَّهُ بِالسَّعَادَةِ“ (اللہ تیری صبح سعید بنائے) یا ”قَوَّأَكَ اللَّهُ“ (اللہ تجھے طاقت بخشے) یا ”لَا أَوْحَشَ اللَّهُ مِنْكَ“ اللہ تجھے خوف میں مبتلا نہ کرے، یا اس جیسے دعائیہ کلمات جس کے استعمال کی لوگوں میں عادت ہے کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا، ہاں اگر وہ بھی اس کے بالمقابل جواب میں اسے دعائیہ کلمات کہے تو بہتر ہے۔ اور اگر سلام ترک کرنے اور اس میں لاپرواہی برتنے پر تنبیہ کرنے کے لئے اور دوسروں کو سلام میں پھل کرنے کی طرف توجہ دلانے یا اس کا ادب بتانے کے لئے آیا بالکل یہ جواب ہی نہ دے تو زیادہ بہتر ہے۔

(فصل)

دست و رخسار چومنے کا حکم :

اگر کوئی کسی دوسرے کا ہاتھ چومنا چاہے اور یہ اس کے زہد و تقویٰ علم و شرف اور صلاح و پارسائی وغیرہ کسی دینی امور (میں برتری) کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اس کی دنیا داری و مال داری، شان و شوکت اور جاہ و حشمت یا دنیا داروں میں اس کی وجاہت و برتری کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہی نہیں بلکہ غلیظ ترین مکروہ ہے، امام مقوی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں، اور عدم جواز سے ان کی مراد حرام ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۷۱۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے جو وفد عبدالقیس میں شریک تھے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں :

”تو ہم لوگ اپنی سوار یوں سے اتر کر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے، ہم لوگ نبی کریم ﷺ کا دست مبارک اور قدم مبارک چوم رہے تھے۔“ (۱)

۷۱۴ - سنن ابی داؤد ہی میں حضرت ابن عمرؓ سے ایک واقعہ مروی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں : پھر ہم لوگ قریب ہوئے، (یعنی رسول اللہ ﷺ سے) اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔ (۲)

نوٹ : امام ترمذی نے بھی اسی جیسی ایک روایت صفوان بن عسال سے نقل کی ہے، پھر فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت یزید بن اسود، ابن عمر، کعب بن مالک کی بھی روایت ہیں،

کسی شخص کا اپنے چھوٹے بھائی یا لڑکے کے رخسار کا بوسہ لینا یا رخسار کے علاوہ بازو وغیرہ دیگر اعضاء کا بطور شفقت و رحمت یا لطف و مہربانی یا قربت و رشتہ داری کی الفت کی وجہ سے بوسہ لینا خواہ چڑکا ہو یا لڑکی سنت ہے، اور اس سے متعلق بے شمار صحیح و مشہور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اسی طرح اپنے دوست یا کسی کے بھی بچوں کا بطور شفقت و محبت بوسہ لینا سنت ہے، ہاں شہوت کے ساتھ بوسہ لینا بالاقفاق حرام ہے، خواہ بچہ ہو یا بڑا، لڑکی ہو یا لڑکا، بلکہ شہوت سے دیکھنا بھی حرام ہے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی۔

۷۱۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو چوما، آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابسؓ ایسکی تھے، انہوں نے عرض کیا، مجھے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چوما، تو نبی کریم ﷺ نے ان پر نظر ڈالا پھر فرمایا: ”مَنْ لَا يُوحِمَ لَا يُوحَمَ“ جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔ (۱)

۷۱۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ دیہات کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے ان لوگوں نے کہا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے اور بوسہ لیتے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا: ہاں تو ان لوگوں نے کہا، ہم لوگ تو بخدا بالکل نہیں چومتے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَوْ أَمْلِكُ أَنْ كَانَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْزَعَ مِنْكُمْ الرَّحْمَةَ. (۲)

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے رحمت کو سلب کر لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟

یہ مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں، اور یہ متعدد الفاظ میں مروی ہے۔

۷۱۷ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو (گود) لیا انہیں چوما اور سونگھا۔ (۱)

۷۱۸ - سنن ابی داؤد میں حضرت برادر بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ حضرت ابوبکر کے مدینہ میں جلوہ افروز ہونے کے بعد میں ان کے ہمراہ ان کے گھر گیا تو حضرت عائشہ بخار میں مبتلا لیٹی ہوئی تھیں، حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا، میری بچی تم کیسی ہو؟ اور ان کے رخسار کا بوسہ لیا۔ ابوداؤد ۵۱۲۳۲۔

۷۱۹ - امام ترمذی، نسائی وابن ماجہ نے باسانید صحیح صحابی رسول حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت کیا ہے، حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو، پھر وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نو (۹) آیات بینات کے بارے میں سوال کیا، پھر پوری حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، پھر ان دونوں نے آپ کے دست و قدم مبارک کا بوسہ لیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک نبی ہیں۔ (۲)

۷۲۰ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ایاس بن دُعطلؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوفضرہ کو حضرت حسن بن علیؓ کے رخسار کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ (۳)

(ابوفضرہ کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے وہ مشہور تابعی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے صاحبزادے سالم کا بوسہ لیتے اور فرماتے، اعجبوا من شیخ یقبل شیخاً، شیخ سے تعجب کرو کہ شیخ کا بوسہ لیتا ہے۔

امت کے نہایت زاہد و پارسا بڑے ہی عبادت گزار پرہیزگار جلیل القدر بزرگ حضرت سہل بن عبد اللہ المشمریؓ سے مروی ہے کہ وہ امام ابوداؤد الجستانی کے پاس آتے اور ان سے عرض کرتے میرے لئے آپ اپنی وہ زبان نکالیں جس سے آپ حدیث رسول ﷺ بیان کرتے ہیں،

(۱) دیکھیں: تعلیق البخاری فی الادب، باب رحمۃ الولد و تعہدہ: ۲۲۶/۱۰

(۲) ترمذی ۲۷۳۳، ج ۲، صفحہ ۳۹۵۱، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی ابن ماجہ ۳۷۰۵

(۳) سنن ابی داؤد: ۵۲۲۱

تاکہ میں اس کا بوسہ لے سکوں، پھر اسے چومتے۔ اس باب میں اس کے علاوہ سلف صالحین کے بے شمار اقوال ہیں، واللہ اعلم۔

فصل

میت وغیرہ کی پیشانی کا بوسہ لینا :

بطور تبرک نیک و صالح میت کی پیشانی کا یا سفر سے واپسی پر دوست و احباب اور رفقاء کے چہرے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۲۱ - صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے وفات رسول ﷺ والی ایک طویل حدیث میں مروی ہے وہ فرماتی ہیں: ابو بکرؓ داخل ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور پھر جھکے اور بوسہ دیا، پھر رو پڑے۔ (۱)

۷۲۲ - سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: زید بن حارثہ مدینہ واپس پہونچے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے مکان میں تھے وہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی کریم ﷺ اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف لپکے ان سے معافقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔ (۲)

ہاں سفر سے واپس آنے والوں یا بچوں کے علاوہ کسی اور کے چہرہ کا بوسہ لینا یا معافقہ کرنا مکروہ ہے، علماء شوافع میں امام ابو محمد لغوی وغیرہ نے اس کراہت کی تصریح کی ہے، اور اس کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے :

۷۲۳ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے، کیا وہ اس کے لئے جھک سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں“ اس نے پھر عرض کیا، کیا وہ اس سے چٹ سکتا ہے، اور بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں“ پھر اس نے عرض کیا، تو کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑ سکتا

(۱) بخاری ۴۴۵۲-۴۴۵۳

(۲) سنن ترمذی ۳۷۳۲ وقال الترمذی: حدیث حسن

(۳) دیکھیں: ترمذی ۲۸۲۸ وقال الترمذی حدیث حسن

ہے اور مصافحہ کر سکتا ہے، تو آپ نے فرمایا: ”ہاں“ (۳)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: سفر وغیرہ سے واپسی پر بوسہ لینے اور معافتہ کرنے کے بارے میں جو یہ ذکر کیا گیا، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کے علاوہ میں مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ بے ریش و خوبصورت لڑکا نہ ہو، اگر بے ریش و خوبصورت لڑکا ہو تو بہر صورت اس کا بوسہ لینا حرام ہے، خواہ وہ سفر ہی سے کیوں نہ واپس آیا ہو، اور بظاہر اس سے معافتہ کرنا بوسہ لینے کے حکم میں ہے یا اس سے قریب تر ہے، اور اس حکم میں سب برابر ہیں کہ بوسہ لینے والے یا جس کا بوسہ لیا جا رہا ہے دونوں یا ایک نیک و صالح ہوں یا گنہگار و فاسق، یعنی خواہ فاسق و گنہگار ہو یا نیک و صالح ہر ایک کا بے ریش و خوبصورت لڑکوں کا بوسہ لینا حرام ہے۔

ہمارا صحیح مسلک تو یہ ہے کہ بے ریش و خوبصورت لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے، خواہ فتنے سے مامون اور بغیر شہوت ہی کے کیوں نہ ہو، جس طرح کہ عورتوں کو دیکھنا بہر صورت حرام ہے، اور بے ریش و خوبصورت لڑکا بھی عورتوں کے حکم میں ہے۔

(فصل)

مصافحہ کا حکم:

یاد رکھیں کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کے سنت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

۲۴- صحیح بخاری میں حضرت قتادہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ

سے کہا کیا اصحاب نبی ﷺ میں مصافحہ تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ (۱)

۲۵- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ دالی حدیث جس میں ان کے توبہ کے

واقعہ کا ذکر ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑتے ہوئے میرے

پاس آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد و خوشخبری دی۔ (۲)

۲۶- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، جب اہل یمن

آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافِحَةِ“ (۳)
تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں، اور یہی سب سے پہلے مصافحہ لانے
والے ہیں۔

۷۲۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت براہ بن عازبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَتَصَافِحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ
يَتَفَرَّقَا. (۲)

دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے
سے قبل ہی ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

۷۲۸ - سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے
عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے کیا وہ اس کیلئے جھک
سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“ اس نے عرض کیا، کیا وہ اس سے چٹ سکتا اور بوسہ لے سکتا
ہے؟ آپ نے فرمایا ”نہیں“ اس نے پھر عرض کیا، کیا ہاتھ پکڑ سکتا ہے اور مصافحہ کر سکتا ہے؟ آپ
نے فرمایا ”ہاں“ (۳)

اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۷۲۹ - موطا امام مالک میں حضرت عطار بن عبد اللہ الخراسانی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

تَصَافِحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ وَتَهَادُّوا تَحَابُّوا ، وَتَذْهَبِ

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۲۱۳،

(۲) ابوداؤد: ۵۲۱۳ ترمذی ۲۷۲۷، قال الترمذی حدیث حسن غریب

(۳) دیکھیں: ترمذی ۲۷۲۸، ابن ماجہ ۳۷۰۳، وقال الترمذی، حدیث حسن

(۴) موطا امام مالک ۹۰۸۲، امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے

الشَّخْصَاءُ“ (۴)

مصافحہ کرو کیونکہ کدورت دور ہوگا، باہم ہدیہ و محبت بڑھے گا اور بغض و عداوت دور ہوگا۔

نبوت : اس کی تائید ان متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے، جس کی سند متصل اور عمدہ ہے، حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں: اس کا اتصال مختلف طرق و اسناد سے ثابت ہے اور وہ سب کے سب حسن ہیں۔ یاد رکھیں کہ یہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت مستحب ہے اور لوگوں میں نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے اس طرح شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں، کیونکہ مصافحہ دراصل سنت ہے، لوگوں نے بعض حالات میں اس کی پابندی کی ہے اور بہت سے احوال و مقامات پر ان سے چوک ہوئی ہے، بعض حالتوں کی یہ تقریط اس مصافحہ کو اپنی اصلیت سے جس کے بارے میں شریعت وارد ہوئی ہے خارج نہیں کر سکتا۔

امام ابو محمد بن عبد السلام رحمۃ اللہ اپنی کتاب ”قواعد الاحکام فی مصالح الانام“ (۱۷۳۲) میں ذکر کرتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، حرام، مکروہ، مستحب اور مباح، پھر فرماتے ہیں مباح بدعتوں ہی میں سے فجر و عصر کی نماز کے بعد کا مصافحہ ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اصرار یعنی بے ریش خوبصورت لڑکے سے بھی مصافحہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسے دیکھنا بھی حرام ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والے فصل میں ذکر کیا گیا، ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ جسے دیکھنا حرام ہے اسے چھونا بھی حرام ہے، بلکہ چھونا دیکھنے کے زیادہ شدید ترین منکر ہے، کیونکہ اجنبی عورت کو شادی یا بیع و شریا لین دین کی غرض سے دیکھنا حلال ہے، مگر اس کا چھونا حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔

(فصل)

مصافحہ کے آداب

مصافحہ کے ساتھ چہرہ کا حشاش بٹاش ہونا اور دعائے مغفرت وغیرہ کرنا افضل ہے۔

۷۳۰۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی وہ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنَّ تَلَقَّى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلْقٍ

(۱)۔

کسی نیکی کو حقیر مت جانو، خود اپنے بھائی سے کھلے ہوئے بشاش چہرے
ہی سے کیوں نہ مل رہے ہو۔

۷۳۱۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت براہ بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ إِذَا التَّقَى فَنَصَافَحَا وَتَكَاشَرَا بُودٍ وَنَصِيحَةٍ
تَنَازَرَتْ خَطَايَا هُمَا بَيْنَهُمَا .

دو مسلمان جب آپس میں ملتے پھر مصافحہ کرتے اور محبت و خیر خواہی
میں مسکرا کر دانت کھولتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان ان کے گناہ
جھڑ جاتے ہیں۔

ایک اور روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ فَنَصَافَحَا وَحَمِدَا اللَّهَ تَعَالَى وَاسْتَغْفَرَا
غَفَرَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمَا“ (۲)

جب دو مسلمان آپس میں ملتے پھر مصافحہ کرتے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثناء و استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتے ہیں۔

۷۳۲۔ ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابِّينِ فِي اللَّهِ تَعَالَى يَسْتَقْبِلُ
أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَيَصَافِحُهُ فَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ

(۱) صحیح مسلم ۲۶۲۶۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۹۳-۱۹۲، ابوداؤد ۵۲۱۲، ترمذی ۲۷۷۷، ابن ماجہ ۳۷۰۳، وقال الترمذی حدیث حسن غریب

عليه وسلم - اَلَا لَمْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى تُغْفَرَ لَهُمَا ذُنُوبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَا تَأَخَّرَ (۱)

اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرنے والوں میں سے جب ایک اپنے دوسرے ساتھی کا استقبال کرتا پھر مصافحہ کرتا اور نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے، تو جدا بھی نہیں ہوتا کہ ان کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

۳۳ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی کا ہاتھ (مصافحہ کے لئے) پکڑا تو جدا کرنے سے پہلے یہ ضرور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲)

اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔
(فصل)

دوسروں کے لئے جھکنے کی کراہت :

کسی کے لئے جھکنا اور پشت کو خمیدہ کرنا بہر حال مکروہ ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو اس سے پہلے کے دو حصوں میں حضرت انسؓ سے (حدیث نمبر ۲۸۷۷) گزر چکی ہے، کہ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ”اس کے لئے جھکا جاسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اور مذکورہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور اس کی کوئی معارض و مخالف حدیث بھی نہیں، لہذا اس کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں، اور علم و دانش یا صلاح و تقویٰ یا اوصاف فضل و کمال کی طرف منسوب افراد کی کثیر تعداد کا ایسا کرنے سے انسان کو دھوکا میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اقتدار و اتباع تو صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ما اتاكم الرسول فتحذوه ومانهاكم عنه فانتهوا. (الحشر: ۷)
اور تمہیں رسول جو کچھ دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم
عذاب اليم. (النور: ۶۳)

جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں
ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔
اور کتاب الجناز میں حضرت فضیل بن عیاضؓ نے ہم نقل کر چکے ہیں کہ ”راہ سنت کی
پیروی کرو، اس راستے پر چلنے والوں کی قلت تمہارے لئے مضرت رساں نہیں، اور خبردار کہ گمراہی
کا راستہ اختیار کرو۔ اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کرے۔

(فصل)

صاحب فضل و کمال کے لئے کھڑا ہونے کا جواز :

داخل ہونے والے کی اٹھ کر تعظیم کرنے سے متعلق میرا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ اگر
اس میں بظاہر فضل و کمال ہو، مثلاً وہ علم و معرفت، صلاح و تقویٰ، عزت و شرف، پرہیزگاری پر مبنی
ولایت و جاہ، یا عمر کی درازی و کبر سنی، یا رحم و قربت وغیرہ ہو تو اس کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے،
بشرطیکہ اس کا کھڑا ہونا احترام و اکرام اور بروصلہ کی وجہ سے ہو نہ کہ دکھاوے یا بڑے پن کے طور
پر، اور میرے اس اختیار کردہ مسلک ہی کے مطابق تمام خلف و سلف صالحین کا عمل رہا ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق میں نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کے اندر احادیث و آثار اور
سلف صالحین کے اقوال و افعال بطور دلیل جمع کئے ہیں، اور مخالف قول کو بھی نقل کرنے کے بعد
اس کا جواب تحریر کیا ہے اس لئے اگر کسی کو اس میں کچھ اشکال ہو اور اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہے،
(اس کا نام الترخیص فی القيام لذوی الفضل والمزید من اهل الاسلام“ ہے) تو ہمیں

امید ہے کہ اس کا اشکال اشار اللہ دور ہو جائے گا، واللہ اعلم۔
(فصل)

صالحین کی زیارت

بھائیوں، پڑوسیوں، علماء و صلحاء، دوست و احباب، اقارب و رشتہ دار کی زیارت کرنا اور ان کی تعظیم اور بر و صلہ رحمی کرنا بتا کید مستحب ہے، اور اس کی تحدید حالات و مراتب اور فراغت وقت کے اعتبار سے مختلف ہے، مناسب ہے کہ ان کی زیارت اس طور پہ ہو کہ انہیں ناگواری نہ ہو اور ان کے پسندیدہ اوقات میں ہو، اس سے متعلق بے شمار مشہور آثار و احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۳۴۲۔ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا زَارَ أَحِبَّاهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ
عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ:
أُرِيدُ أَحِبَّائِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ
تُرِيدُهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللَّهِ تَعَالَى قَالَ: فَإِنِّي
رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ
فِيهِ (۱)

ایک شخص نے اپنے بھائی کی جو دوسری بستی میں رہتا تھا زیارت کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو گمرانی کے لئے متعین کر دیا، جب وہ شخص اس فرشتہ کے پاس پہنچا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا ایک بھائی اس بستی میں رہتا ہے، اس کا قصد ہے فرشتے نے دریافت کیا کیا اس کے پاس تمہاری کوئی ایسی

نعمت ہے جسے تم اس کے پاس رکھ کر بڑھا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا
نہیں، سوائے اس کے کہ میں اللہ کے واسطے اس سے محبت کرتا ہوں،
اس فرشتے نے کہا، تو میں تیرے پاس اللہ کا پیغام رساں ہوں، اور
تمہیں بتا رہا ہوں کہ اللہ نے تمہیں اسی طرح محبوب بنا لیا ہے جس
طرح تم نے اللہ کے واسطے اس سے محبت کی ہے۔

۷۳۵ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارًا خَافِيَ اللَّهُ نَادَاهُ مُنَادٍ بَأَنَّ طِبْتَ
وَطَابَ مَمَشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (۱)

جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا کسی دینی بھائی کی زیارت کی تو ایک
آواز دینے والا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تو بھلا ہو اور تیرا چلنا بھلا ہو، تو نے
جنت میں ایک مقام پالیا۔

(فصل)

صالحین سے زیارت کرنے اور ہمیشہ کرتے رہنے کی درخواست کرنا:

۷۳۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
حضرت جبریل سے فرمایا:

”مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا“

آپ جس قدر میری زیارت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ زیادہ
کرنے سے آخر کیا مانع ہے؟

اسی پر یہ آیت نازل ہوئی :

وَمَا نَنْتَزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا تَيْنَ آيَدَيْنَا وَمَا خَلَفْنَا“ (النور: ۶۴)
 ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے، ہمارے آگے پیچھے اور ان
 کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت ہیں۔ (۱)
 (باب-۱۰)

چھینک کا جواب اور جمہائی کا حکم:

۷۳۷ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاوُبَ فَإِذَا عَطَسَ
 أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى، كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ
 أَنْ يَقُولَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وَأَمَّا التَّثَاوُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ
 الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَنَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرِدْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ
 أَحَدُكُمْ إِذَا تَنَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ“ (۲)

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمہائی کو ناپسند کرتے ہیں، تو جب تم میں سے
 کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد بیان کرے (الحمد للہ کہے) تو ہر اس
 مسلمان پر جو اسے سنے حق عائد ہوتا ہے کہ وہ اسے ”یرحمک اللہ“
 (اللہ تم پر رحم کرے) کہے، یہی جمہائی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے
 اس لئے جب تم میں سے کسی کو جمہائی آئے تو حتی الامکان اسے
 روکنے کی کوشش کرے، کیونکہ جب کوئی جمہائی لیتا ہے تو شیطان اس
 سے ہنستا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: علماء اس کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ
 چھینک کا سبب محمود و بہتر ہے، جسم کا ہلکا ہونا ہے جو کہ غذا اور اختلاط کی قلت کی وجہ سے ہے، اور یہ

پسندیدہ و محبوب امر ہے کیونکہ یہ شہوت نفس کو کمزور اور طاعت کو آسان بناتا ہے اور جمہائی اس کے برعکس ہے، واللہ اعلم۔

۷۳۸ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ
أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَلْيَقُلْ:
يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو ”الحمد لله“ کہے، اور اس کا
بھائی یا ساتھی (جو بھی سنے) اسے ”یرحمک اللہ“ کہے اور جب وہ
اسے ”یرحمک اللہ“ کہے تو چھینکے والا اسے ”یہدیکم اللہ
و یصلح بالکم“ کہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال کی
اصلاح فرمائے)

۷۳۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ دو شخص نے نبی کریم
ﷺ کے پاس چھینکا، آپ ﷺ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا، اس شخص نے عرض کیا
کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے جواب نہیں دیا؟ تو
آپ ﷺ نے فرمایا:

هَذَا حَمْدُ اللَّهِ تَعَالَى وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللَّهَ تَعَالَى. (۲)

اس نے اللہ تعالیٰ کا حمد بیان کیا (الحمد للہ کہا) اور تم نے اللہ کا حمد نہیں
بیان کیا۔

۷۴۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول
اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمْدُ اللَّهِ تَعَالَى فَشَمِّتُوهُ، فَإِنْ لَمْ
يَحْمَدِ اللَّهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ. (۳)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے پھر وہ اللہ تعالیٰ کا حمد بیان کرے تو اسے جواب دو اور اگر حمد نہ بیان کرے (الحمد للہ نہ کہے) تو اسے جواب مت دو۔

۷۴۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت برادر بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہمیں مریض کی عیادت کرنے - جنازہ کے پیچھے چلنے - چھینک کا جواب دینے - دعوت قبول کرنے - سلام کا جواب دینے - مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے کا حکم دیا۔ (۱)

نوٹ : حدیث کے بقیہ اجزاء یہ ہیں:

ونہانا عن خواتیم او تختم بالذهب ، وعن شرب الفضة
وعن المياثر ، وعن القسی ، وعن لبس الحریر ،
والاستبرق والديباچ .

اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے - چاندی کے برتن میں کھانے پینے - جوا کھیلنے - کھوٹے سکوں میں لین دین کرنے - اور ہر طرح کے ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا۔

لغوی تحقیق : میاثر میثرہ کی جمع ہے، اس کا معنی یا تو جوا کھیلنا ہے یا اس کا معنی ریشم کا وہ کپڑا ہے جسے جانور کے زین پر ڈالا جاتا ہے۔ ”القسی“ کھوٹے سکوں کو کہتے ہیں اور اس کا مفہوم وہ کپڑا بھی ہو سکتا ہے جس میں ریشم لگا ہوا ہو ”استبرق“ موٹے قسم کے ریشم کو کہتے ہیں، ”دیناج“ رنگین بناوٹ والے ریشم کے کپڑوں کو کہتے ہیں۔

۷۴۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ ، وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ

(۲) الْعَاطِسُ

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہے سلام کا جواب دینا،
مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے
والے کو جواب دینا۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ إِذَا الْقَيْتَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، وَإِذَا
دَعَاكَ فَاجَبَهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَأَنْصَحَ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ
اللَّهَ تَعَالَى فَشَمَّتَهُ ، وَإِذَا مَرَضَ فَعُدَّهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبَعَهُ (۱)
مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چھ حق ہے جب اس سے ملو اسے سلام کرو۔
جب وہ دعوت دے اسے قبول کرو۔ اور جب خیر خواہی طلب کرے تو
اس کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ جب وہ چھینکے اور اللہ کا حمد بیان کرے تو
اسے جواب دو۔ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو۔ اور جب اس
کی وفات ہو تو اس کے (جنازہ کے) پیچھے چلو۔

(فصل)

چھینکنے والوں کا ”الحمد لله“ کہنا مستحب ہے :

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ چھینکنے کے بعد چھینکنے والے کا ”الحمد لله“ کہنا مستحب ہے
اور اگر الحمد لله رب العالمین کہے تو زیادہ بہتر ہے اور ”الحمد لله على كل حال“ کہنا
اس سے بھی افضل ہے۔

۴۳۷ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا :

اِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ ،
وَلْيَقُلْ اُخُوَّةٌ اَوْ صَاحِبُهُ ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ وَيَقُولُ هُوَ :
يَهْدِيْكُمْ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بِاَلْكُم“ (۱)

جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے ”الحمد لله على كل حال“ ہر
حال میں اللہ ہی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اور اس کا بھائی ہم نشین
”یرحمک اللہ“ کہے (اللہ تم پر رحم کرے) اور وہ چھینکنے والا،
”یہدیکم اللہ ویصلح بالکم“ کہے، اللہ تمہیں ہدایت دے اور
تمہاری طبیعت ٹھیک کر دے۔

۴۴۷ - سنن ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کے بغل میں ایک شخص کو چھینک
آئی تو اس نے کہا: ”الحمد لله والسلام على رسول الله“ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں
اور اللہ کے رسول پر سلام، ہو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: میں بھی ”الحمد لله والسلام على
رسول الله“ کہتا ہوں مگر اللہ کے رسول نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم نہیں دی ہے اللہ کے رسول
نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم دی ہے ”الحمد لله على كل حال“ (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ جو بھی اس کے حمد کو سنے ”یرحمک اللہ، یا
”یرحمکم اللہ“ یا ”رحمک اللہ“ یا ”رحمکم اللہ“ کہنا اس کے لئے مستحب ہے، اور اس
کے بعد چھینکنے والے کا ”یہدیکم اللہ ویصلح بالکم“ یا ”یغفر اللہ لنا ولکم“ کہنا مستحب
ہے۔

۴۴۵ - موطا امام مالک میں بواسطہ نافع حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:
جب کسی کو چھینک آئے اور اسے ”یرحمکم اللہ“ کہا جائے تو وہ کہے ”یرحمنا اللہ وایاکم
، ویغفر اللہ لنا ولکم“ اللہ ہم پر بھی رحم کرے اور تم پر بھی اور اللہ ہماری بھی مغفرت فرمائے اور

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۳۲

(۲) ترمذی: ۲۷۳۸ وقال الترمذی: حدیث غریب، واخرجه الحاكم ۲۶۵-۲۶۶، وقال صحیح الاسناد غریب

تمہاری بھی، (۱) یہ سارا حکم سنت ہے، واجب کچھ بھی نہیں۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب یعنی ”یرحمک اللہ“ کہنا سنت کفایہ ہے، حاضرین میں سے اگر کسی نے بھی جواب دیدیا تو یہ باقی لوگوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا، مگر افضل یہ ہے کہ ہر کوئی جواب دے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث جو پہلے (حدیث نمبر: ۷۳۷ پر) ذکر کی گئی اور جس کے الفاظ ہیں ”کان حقا علی کل مسلم سمعه ان یقول له یرحمک اللہ“ ہر مسلمان پر جو اسے سنے حق بنتا ہے کہ اسے ”یرحمک اللہ“ کہے اس کا ظاہر اسی کا مقتضی ہے۔

چھینک کے جواب کا مستحب ہونا شوافع کا مسلک ہے، البتہ اس کے وجوب کے بارے میں مالکیہ کے درمیان اختلاف ہے، قاضی عبدالوہاب، ہمارے مذہب شوافع ہی کی طرح اسے سنت قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ جماعت کے ایک فرد کا جواب دیدینا کافی ہے اور ابن مزین فرماتے ہیں کہ ہر ایک پر جواب دینا ضروری ہے، اور اسی قول کو ابن عربی، مالکی نے بھی اختیار کیا ہے۔

(فصل)

”الحمد للہ“ نہ کہنے والے کو جواب دینے کا حکم:

چھینکنے والا، اگر ”الحمد للہ“ نہ کہے تو (نمبر: ۷۳۹ یہ مذکور) حدیث کی روشنی میں اسے جواب نہیں دیا جائے گا، اور ”الحمد للہ“ یا اس کے جواب یا جواب کے جواب کا ادنیٰ درجہ کم از کم اتنی بلند آواز سے کہنا ہے کہ دوسرا اسے سن لے۔

(فصل)

اگر چھینکنے والا ”الحمد للہ“ کے بجائے کوئی اور الفاظ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا: ۷۳۶ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں صحابی رسول ﷺ حضرت سالم بن عبیدہ شجعی سے مروی ہے، وہ

فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ قوم کے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے ”السلام علیکم“ کہا، تو رسول اللہ ﷺ نے بطور خفگی، علیک وعلی امک“ کہا (تم پر اور تیری ماں پر) پھر ارشاد فرمایا:

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمِدِ اللَّهَ تَعَالَى ، فَذَكَرَ بَعْضُ
الْمَحَامِدِ ، وَلَيْقُلْ مَنْ عِنْدَهُ ، يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَلْيُرِدْ - يَعْنِي
عَلَيْهِمْ - يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ“ (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے اللہ کی حمد و ثناء کہنا چاہئے، پھر حمد کے بعد و ثناء کرنا چاہئے۔ پھر حمد کے بعض الفاظ ذکر کئے اور جو اس کے پاس ہو وہ ”یرحمک اللہ“ کہے، پھر اس کا جواب دیا جائے، یعنی ”یرحمک اللہ کہنے والے کو“ یغفر اللہ لنا ولکم“ کے ذریعہ، (اللہ ہماری اور تمہاری سب کی مغفرت فرمائے)
(فصل)

نماز کے اندر چھینکنا :

اگر نماز کے اندر چھینک آئے تو اس طرح ”الحمد لله“ کہنا مستحب ہے کہ خود سن سکے، یہ ہمارا شوافع کا مسلک ہے، مالکیہ کا اس میں تین قول ہے ایک تو یہی اور اسی کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے، دوسرا یہ کہ دل ہی دل میں ”الحمد لله“ کہے، اور تیسرا قول جس کے قائل جھون ہیں، یہ ہے کہ نہ زور سے کہے اور نہ آہستہ سے اور نہ ہی دل میں۔

(فصل)

چھینک کے آداب:

جب چھینک آئے تو سنت ہے کہ اپنا ہاتھ یا کپڑا یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے منہ پر

ڈال لے اور آواز پست رکھے۔

۷۴۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے، اور اپنی آواز پست یا ہلکی رکھتے، راوی کو شک ہے کہ خَفَضَ کہا یا غَضَّ کہا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہر دو لفظ حدیث حسن و صحیح ہے۔ (۱)

۷۴۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالتَّأَوُّبِ وَالْعُطَاسِ. (۲)

(ترجمہ) اللہ عز و جل و جمہائی اور چھینک میں اونچی آواز کو ناپسند فرماتا ہے۔

۷۴۹ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

التَّأَوُّبُ الرَّفِيعُ وَالْعُطَسَةُ الرَّفِيعَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ. (۳)

اونچی آواز سے جمائی لینا اور زوردار آواز والی چھینک شیطان کی طرف سے ہے۔

(فصل)

بار بار چھینک آنے کا حکم:

اگر کسی انسان کو مسلسل بار بار چھینک آئے تو ہر بار تین چھینک تک جواب دینا سنت ہے۔

۷۵۰ - صحیح مسلم، سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جب کہ آپ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو ”یرحمک اللہ“

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۸، اسنادہ ضعیف جدا

(۱) ابوداؤد: ۵۰۲۹، ترمذی: ۲۷۳۵

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۸، اسنادہ ضعیف

کہتے سنا پھر اسے دوبارہ چھینک آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الرجل مزکوم“ اس شخص کو زکام ہے، یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت سلمہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی اور میں موجود تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یوحملک اللہ“ پھر اسے دوسری اور تیسری بار چھینک آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یوحملک اللہ“ ، ”هذا رجل مزکوم“ اللہ تم پر رحم کرے یہ شخص تو زکام میں مبتلا ہے۔ (۱)

نوٹ : ابوداؤد کی روایت کے الفاظ مسلم ہی کی طرح ہیں، دوسری روایت ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

۷۵۱ - ابوداؤد و ترمذی کی وہ روایت حسن میں صحابی رسول حضرت عبید اللہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

يُسْمَتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا، فَإِنْ زَادَ فَإِنْ شِئْتَ فَشِمْتُهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا“ (۲)

چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے گا، اگر زیادہ ہو تو چاہو تو جواب دو یا چاہو تو جواب نہ دو۔

نوٹ : حافظ ابن حجر فتح الباری (۶۰۵/۱۰) میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد والی روایت کی سند حسن درجہ کی ہے، اور ابن عربی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اگرچہ مجہول سند ہے مگر اس پر عمل کرنا مستحب ہے، کیونکہ یہ دعائے خیر، بروصلہ اور اہل مجلس کے لئے الفت و محبت ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا افضل ہے، واللہ اعلم۔

۷۵۲ - ابن سنی کی کتاب میں ایک ایسی سند سے جس کے اندر ایک ایسا شخص ہے جس کا حال محقق طور پر معلوم نہیں اور باقی سند صحیح ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

(۱) مسلم: ۲۹۹۳ ابوداؤد، ۵۰۳۷، ترمذی ۲۷۴۳، وقال الترمذی: حسن صحیح

(۲) ابوداؤد ۵۰۳۶، ترمذی ۲۷۴۳، حدیث ضعیف، قال الترمذی: حدیث غریب و اسنادہ مجہول

اِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَشْمَتْهُ جَلِيسُهُ، وَإِنْ زَادَ عَلَى ثَلَاثَةٍ
فَهُوَ مَزْكُومٌ، وَلَا يَشْمَتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اہل مجلس اسے جواب دیں، اور
اگر تین بار سے زیادہ آئے تو وہ بتلائے زکام ہے، اور تین بار کے بعد
جواب نہیں۔

نوٹ: سند کے اندر وہ راوی جس کا حال معلوم نہیں، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فتح الباری:
۶۰۸/۱ میں فرماتے ہیں کہ وہ سلیمان بن ابی داؤد الحمرانی ہیں اور وہ ضعیف ہیں، اس حدیث میں
تین بار کے بعد جواب دینے کی ممانعت نہیں تنزیہی پر محمول ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ تین
بار کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ جواب دے یا خاموش رہے، مگر جواب دینا افضل ہے۔
”إِنَّكَ مَزْكُومٌ“ کہنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، ابن عربی مالکی فرماتے
ہیں، کہ دوسری بار میں اسے ”إِنَّكَ مَزْكُومٌ“ (تمہیں زکام ہے) کہا جائے، بعضوں نے
دوسرے اور بعضوں نے تیسرے اور بعضوں نے چوتھی بار میں یہ کہنے کو کہا ہے (مگر میرے نزدیک)
سب سے صحیح یہ ہے کہ تیسری بار میں اسے یہ کہا جائے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم ان لوگوں میں
سے نہیں ہو جنہیں اس کے بعد چھینک کا جواب دیا جائے، کیونکہ تمہیں زکام و مرض ہے نہ کہ
چھینک کی بشارت و خفت۔

اگر یہ امتراض کیا جائے کہ مرض کی صورت میں اسے دعا دینا اور جواباً ”یَرْحَمُكَ
اللہ“ کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ دوسروں کے بنسبت دعا کا زیادہ حقدار ہے؟ تو جواب یہ
ہوگا کہ اسے دعا دینا یقیناً مستحب ہے، مگر وہ دعا چھینک کے جواب میں نہ ہو جو کہ اسی میں
مشروع ہے (بلکہ وہ کسی بھی وقت اور ہر وقت کر سکتا ہے) اور ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان
کے لئے صحت و عافیت اور سلامتی کی دعا عمومی دعا ہو، اور یہ چھینک کے جواب کے طور پر نہ ہو۔

(فصل)

جو بھی سنے جواب دے :

اگر کوئی چھینکے، اور ”الحمد لله“ نہ کہے تو (حدیث نمبر: ۷۳۹۰ پ) ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسے جواب نہ دیا جائیگا، اسی طرح اگر کوئی ”الحمد لله“ تو کہے مگر اسے کوئی نہ سن سکے تو بھی جواب نہیں دیا جائیگا، اور اگر پوری جماعت ہو اور اس میں سے بعض سنیں اور بعض نہ سیں تو پسندیدہ قول یہ ہے کہ جو سنے وہ جواب دے نہ کہ دوسرے لوگ، جنہوں نے ”الحمد لله“ تو نہیں سنا البتہ دوسروں کو جواب دیتے ہوئے سنا، تو ان کے جواب دینے کے بارے میں ابن عربی مالکی نے علماء کا اختلاف نقل کیا ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ وہ بھی جواب دے کیونکہ اس نے چھینک سنا اور دوسرے کے جواب دینے سے اس کے حمد کہنے کا اسے علم بھی ہو گیا۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس پر جواب ضروری نہیں کیونکہ اس نے اس کے حمد کو نہیں سنا۔

یاد رکھیں کہ اگر کوئی ”الحمد لله“ کہے ہی نہیں تو جو ان کے پاس ہوں ان کے لئے مستحب ہے کہ اسے ”الحمد لله“ یاد دلائیں اور یہی ہمارا اختیار کردہ قول ہے، امام خطابی کی کتاب ”معالم السنن“ میں جلیل القدر امام حضرت ابراہیم نخعی سے اسی طرح منقول ہے، کیونکہ یہ نصیحت، امر بالمعروف اور برہنہ تقویٰ پر اعانت کرنے کے قبیل سے ہے۔

ابن عربی فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے، (یعنی الحمد للہ کی یاد دہانی نہ کرائے) اور ان کا گمان ہے کہ ایسا کرنا جہالت و نادانی ہے، مگر انہوں نے اپنے اس زعم میں غلطی کی ہے، درحقیقت صحیح و صائب قول وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا (کہ یاد دہانی کرنا چاہئے) وباللہ التوفیق۔

(فصل)

جب کوئی یہودی چھینکے :

۷۵۳ - سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہما میں بسند صحیح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود چھینکا کرتے تھے، اور امید کرتے تھے کہ آپ ﷺ انہیں ”یرحمک اللہ“ کہیں گے، مگر آپ ﷺ انہیں ”یہدیکم اللہ ویصلح بالکم“ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرما دے (یعنی طبیعت ٹھیک کر دے) کہتے تھے۔ (۱)

(فصل)

حدیث بیان کرنے والے کے پاس چھینکنا:

۷۵۴ - مسند ابویعلیٰ الموصلی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ حَدَّثَ حَدِيثًا فَعَطَسَ عِنْدَهُ فَهُوَ حَقٌّ“ (۲)

جو حدیث بیان کرے اور اس کے پاس کسی کو چھینک آئے تو وہ حقدار

ہے (یعنی اسے جواب دیا جائے وہ جواب کا حقدار ہے)

اس حدیث کی پوری سند ثقہ اور اس کے اندر سب کے سب راوی متقین ہیں سوائے بقیۃ بن ولید کے کہ وہ مختلف فیہ ہیں، مگر اکثر حفاظ حدیث و ائمہ حضرات شامیوں سے ان کی روایت قبول کرتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں، نیز یہ حدیث معاویہ بن جکی شامی سے بھی مروی ہے۔

نوٹ: امام نووی نے اپنے فتاویٰ (۳۴) میں اس حدیث کی تحسین کی ہے اور فرماتے ہیں کہ ”لہ اصل اصیل“ اس کی اصل ثابت و موجود ہے، مگر امام سخاوی اپنی کتاب ”المقاصد“ میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے انہیں منکر قرار دیا ہے اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے خواہ اس کی سند سورج کی طرح کیوں نہ ہو۔

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۲۸، سنن ترمذی: ۲۷۳۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) مسند ابویعلیٰ الموصلی: ۶۳۵۲

(فصل)

جماعی لینے کے آداب :

اگر جماعی آئے تو اسے حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کرنا اس حدیث کے پیش نظر سنت ہے جس کا ذکر (حدیث نمبر ۷۳۷ پر) پہلے ہوا، نیز اپنے منہ پہ ہاتھ وغیرہ بھی رکھنا سنت ہے۔
۷۵۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اِذَا تَشَاءَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلٰى فَمِّهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ. (۱)

جب تم میں سے کسی کو جماعی آئے تو اپنے منہ کو ہاتھ سے تھامے (یعنی منہ پر ہاتھ رکھے) کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: جماعی خواہ نماز میں آئے یا نماز سے باہر ہاتھ کا منہ پر رکھنا مستحب ہے، البتہ بلا ضرورت نمازی کا نماز میں منہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اگر ضرورت ہو مثلاً جماعی آئے یا اس طرح کی کوئی اور بات ہو تو ایسا کرنا مکروہ نہیں، واللہ اعلم۔

(باب - ۱۱)

مدح سرائی اور تعریفیں کرنا :

انسان کی تعریف و توصیف اور اس کے اچھے کردار کا ذکر کبھی اس کی موجودگی میں اور کبھی اس کی عدم موجودگی میں ہوتا ہے، اگر غائبانہ و عدم موجودگی میں ہو تو اس کی ممانعت نہیں بشرطیکہ کذب بیانی کی حد تک مبالغہ آرائی نہ ہو، ایسی صورت میں جھوٹ کی وجہ سے یہ حرام ہوگا۔ نہ کہ مدح و تعریف کی وجہ سے، اور اگر اس میں کذب بیانی نہ ہو تو مدح سرائی مستحب و ممدوح ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو اور کسی فساد یا لگاڑ کو دعوت نہ دے رہا ہو، بایں طور کہ اس کی یہ مدح

سرائی اس کی کان تک پہنچے اور وہ اس سے فتنہ وغیرہ میں پڑ جائے، ہاں منہ پر تعریف کرنے سے متعلق کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، بعض کا تقاضہ ہے کہ ایسا کرنا جائز و مستحب ہے، اور بعض کا تقاضہ ہے کہ یہ ممنوع و ناجائز ہو۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ جس کی تعریف کی جا رہی ہے اگر اس کے اندر کمال ایمان، حسن یقین، ریاضت و تزکیہ نفس، اور معرفت تامہ کا ملکہ ہو جس کی وجہ سے وہ فتنہ میں نہیں پڑ سکتا اور دھوکے میں نہیں مبتلا ہو سکتا، اور اس کا نفس اس کے ساتھ کھلواؤ نہیں کر سکتا تو نہ حرام ہوگا نہ مکروہ اور اگر اس میں سے کسی میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس کے سامنے اس کی تعریفیں کرنا شدید ترین مکروہ ہوگا۔

ممانعت کی احادیث :

۷۶ - صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان غنیؓ کی تعریفیں، ان کے سامنے کرنے لگا تو حضرت مقدادؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور لپ بھر بھر کر اس کے چہرہ پر ریت پھینکنے لگے، حضرت عثمان نے ان سے استفسار کیا ”مَا شَأْنُكَ؟“ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو حضرت مقدادؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَلْدَاحِينَ فَاحْشُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ“ (۱)

جب تم منہ پر تعریفیں کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکو۔

۷۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریفیں کرتے سنا اور وہ مدح سرائی میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ“ تم نے ہلاک کر دیا، یا یہ کہا کہ تم نے اس کی پیٹھ

تورڈالی۔ (۲)

۷۵۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا تو ایک دوسرے شخص نے اس کی بھرپور تعریف کی، اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَيُحَكِّكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ - يَقُولُهُ مَرَارًا - اِنْ كَانَ اَحَدُكُمْ مَادِحًا اَخَاهُ لَا مُحَالَهٖ فَلْيَقُلْ اَحْسِبْ كَذَا وَكَذَا ، اِنْ كَانَ يَرَى اَنَّهُ كَذَلِكَ وَحَسْبُهُ اللّٰهُ وَلَا يُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا. (۱)

تیرا برا ہو، تم نے اپنے دوست کی گردن مار دی، آپ نے یہ کلمات بار بار دہرائے، اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی تعریفیں کرنا ہی چاہے تو اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ میں اسے اس طرح خیال کرتا ہوں، بشرطیکہ وہ اسے اسی طرح سمجھتا ہو، اور اللہ ہی اس کا بہتر حساب لینے والا اور بہتر جاننے والا ہے، اور اللہ پر کسی کی خود ستائی نہ کرے۔

جواز کی احادیث :

جواز کی حدیثیں بے شمار ہیں، ان میں سے چند کو ہم ذکر کر رہے ہیں۔

۷۵۹ - صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا:

وَمَا ظَنُّكَ يَا ثَنِيْنَ ، اَللّٰهُ تَالِثُهُمَا. (۲)

دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس کا تیسرا اللہ ہے؟

۷۶۰ - صحیح بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا:

”لَسْتُ مِنْهُمْ“ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔ یعنی تم ان میں سے نہیں ہو جو اپنا تہبند

تکبر کی وجہ سے ٹخنے کے نیچے لٹکاتے ہیں۔ (۳)

۷۶۱ - صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكْ ، إِنَّ أَمَرَ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ
أَبُو بَكْرٍ ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ
خَلِيلًا. (۱)

اے ابو بکر گریہ مت کرو صحبت و مال میں لوگوں میں میرا سب سے امین
شخص ابو بکر ہے، اور اگر میں اپنی امت میں کسی کو اپنا دوست و خلیل بناتا
تو ابو بکر ہی کو بناتا۔

۷۶۲- بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق ہی سے فرمایا :
”أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ“ میری آرزو ہے کہ تم ان میں سے ہو، یعنی ان لوگوں میں سے جنہیں
جنت میں داخل ہونے کے لئے جنت کے ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔ (۲)
۷۶۳- بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق
سے فرمایا :

”إِنِّ ذَنْ لَكَ وَبَشِيرُهُ بِالْجَنَّةِ“ انہیں اجازت دیدو اور انہیں جنت کی
خوشخبری دے دو۔ (۳)

۷۶۴- بخاری کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
أَثْبُتُ أَحَدًا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ (۴)
(اے جبل) احد، جمارہ، کیونکہ تم پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔
۷۶۵- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا ؟ قَالُوا لِلْعُمَرِ
فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ

(۲) بخاری ۳۶۷۷، مسلم ۱۰۲۷.

(۱) صحیح بخاری ۳۶۵۷، ۳۶۵۸.

(۳) بخاری ۳۶۶۶، مسلم ۲۴۰۳.

(۴) بخاری ۳۶۹۹ ایک دوسری روایت میں ”اثبت“ کی جگہ ”اسکن“ کا لفظ آیا ہے معنی رکنا ہے۔

عَنْهُ بَابِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْلَيْكَ أَغَارُ“ (۱)

میں جنت میں داخل ہوا تو ایک محل میں نے دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے ہے؟ وہاں والوں نے جواب دیا کہ یہ عمرؓ کا ہے، میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر مجھے تیری غیرت یاد آگئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔

۷۶۶ - صحیح بخاری و مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

يَا عُمَرُ مَا لِقَيْكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجَاءَ إِلَّا سَلَكَ فَجَاءَ غَيْرَ فَجْكَ“ (۲)

اے عمرؓ شیطان جب تمہیں کسی راستہ میں چلتے ہوئے پاتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اپنے چلنے کے لئے اختیار کرتا ہے۔

۷۶۷ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِفْتَحْ لِعُثْمَانَ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ“ (۳)

عثمانؓ کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی خوشخبری دو۔

۷۶۸ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

”أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ“ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (۴)

۷۶۹ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

”مَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى“ (۵)

کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں (راضی نہیں) کہ تیرا مرتبہ میرے نزدیک

(۱) بخاری ۳۶۸۳، مسلم ۲۳۹۶ من حدیث سعد

(۲) بخاری ۷۰ تعلیقاً

(۱) بخاری ۳۶۷۹، مسلم ۲۳۹۵

(۳) بخاری ۲۶۷۴، مسلم ۲۳۰۳

(۵) بخاری ۳۷۰۶، مسلم ۲۳۰۴

ویسا ہی ہو جس طرح ہارون کا موسیٰ کے پاس؟

۷۷۰ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا:

”سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ فِي الْجَنَّةِ“ (۱)

میں نے تیرے جوتے کی آواز جنت میں سنا ہے۔

۷۷۱ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا:

”لِيَهْنَأَ الْعِلْمُ، أبا المنذر“ (۲) اے ابومنذر تمہیں علم مبارک ہو۔

۷۷۲ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا:

”أَنْتَ عَلَى السَّلَامِ حَتَّى تَمُوتَ“ (۳)

تو وفات تک اسلام پر باقی رہے گا۔

۷۷۳ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابہ سے فرمایا:

صَحَّحَكَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ أَوْعَجِبَ مِنْ فِعَالِكُمَا. (۴)

اللہ تعالیٰ تم دونوں کے عمل سے ہنس پڑے، یا یہ کہا کہ خوش ہوئے

(راوی کو شک ہے)۔

۷۷۴ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابہ سے فرمایا:

أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ“ (۵)

۷۷۵ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اشج بن عبدالقیسؓ سے فرمایا:

تم لوگ میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے ہو۔

إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ، الْحِلْمُ وَالْإِنَاةُ. (۶)

تمہارے اندر دو اوصاف ہیں، جنہیں اللہ اور اللہ کا رسول پسند کرتا ہے،

(۲) دیکھیں: مسلم: ۸۱۰

(۳) بخاری ۳۷۹۸، مسلم ۳۰۵۴

(۶) مسلم: ۲۵۹۳

(۱) بخاری ۱۱۳۹، مسلم ۲۳۵۸

(۳) بخاری ۳۸۱۳، مسلم ۲۳۸۴

(۵) بخاری ۳۷۸۵، مسلم ۲۵۰۸

بردباری اور وقار۔

یہ تمام احادیث جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے صحیحین کی مشہور احادیث ہیں، اس لئے اس میں مزید اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور نبی کریم ﷺ کا لوگوں کے سامنے ان کے منہ پر تعریفیں کرنے کی مثالیں بے شمار ہیں، اسی طرح صحابہ، تابعین، علماء سلف و خلف اور وہ ائمہ حضرات جن کی اقتدار کی جارہی ہے ان کا منہ پر تعریفیں کرنا انگنت و بے شمار ہیں، واللہ اعلم۔

امام ابو حامد الغزالی اپنی کتاب ”الاحیاء“ کے اندر کتاب الزکاۃ کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو صدقہ دے تو صدقہ لینے والے کو دیکھنا چاہئے کہ آیا دینے والا اس پر شکر بجالانے اور اس کا چرچا کئے جانے کا متمنی ہے؟ اگر ہے تو اسے چاہئے کہ اسے پوشیدہ رکھے کیونکہ اس کے حق کی ادائیگی یہی ہے کہ ظلم پر اس کی مدد نہ کرے، اور شکر بجالانے یا چرچہ کئے جانے کی خواہش ظلم ہے اور اگر لینے والا یہ سمجھتا ہے کہ دینے والا شکر بجالانے کو پسند نہیں کرتا اور اس کے اندر اس کی خواہش نہیں ہے تو اس کا شکریہ ادا کرنا اور اس صدقہ کا اظہار کرنا بہتر و مناسب ہے۔ (الاحیاء، ۲۲۹)

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جس نے خود کو پہچان لیا دوسروں کی تعریف اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

امام غزالیؒ مذکورہ عبارت کے بعد آگے فرماتے ہیں: ”ان مفاہیم کی باریکیوں کو سمجھنا ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جو اپنے قلب کی حفاظت و صیانت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اعضاء جسمانی کے اعمال ان باریکیوں سے لاپرواہی کے ساتھ زیادہ محنت اور کم نفع کی وجہ سے شیطان کے لئے باعث مسخرہ ہے، اور اسی جیسے علم کے لئے کہا گیا ہے، کہ ایک مسئلہ کا سیکھنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے، کیونکہ اس علم کی وجہ سے زندگی کی عبادت حیات پاتی اور نہ جاننے سے تمام عمر کی عبادت موت کے گلے لگ جاتی اور معطل ہو جاتی ہے۔ (۱) وباللہ التوفیق۔

(باب-۱۲)

انسان کا خود اپنی تعریفیں کرنا اور اپنے محاسن بیان کرنا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ“ (انجم: ۳۲) پس تم خود سے اپنی پاکیزگی بیان مت کرو۔

یاد رکھیں کہ اپنے محاسن بیان کرنا دو طرح کے ہوتے ہیں، اچھے یا برے، برے وہ ہیں جو فخر و مباہات، بڑائی و تعالیٰ، اور دوسرے ہم عصروں پر برتری اور امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہو، اور اچھے وہ ہیں جس میں کوئی دینی مصلحت ہو، مثلاً وہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرنے والا، یا ناصح خیر خواہ یا کسی شعبہ کا مشیر یا معلم یا واعظ، خیر خطیب یا ادب سکھانے والا، یا مربی یا دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے والا یا اپنے آپ سے کسی شرف و فتنہ وغیرہ کو دفع کرنے والا ہو، اور وہ اپنے محاسن اس نیت سے بیان کر رہا ہو کہ اس کے بیان سے اس کی بات زیادہ مؤثر و قابل قبول، اور لائق اعتماد ہوگی، اور وہ جو بات کہہ رہا ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں مل سکتی، اس لئے اسے محفوظ کیا جائے اور اسے گرہ باندھ لیا جائے، اس مفہوم میں اس قدر روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس کا حصرو شمار ممکن نہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ“ بے شک میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں۔ (۱)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

”أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ ، أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنَشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ“ (۲)

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین

شق ہوگی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

”أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَاتَّقَاكُمْ“ (۳)

میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

”إِنِّي أَبَيْتُ عِنْدَ رَبِّي“ (۱)

میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں۔

نیز اس جیسی اور بھی بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا :

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْكُمْ“ (یوسف : ۵۵)

آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور

باخبر ہوں۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا :

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ“ (قصص : ۲۷)

اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے۔

۷۷۶ - صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کو جب روک لیا گیا تو انہوں نے فرمایا، کیا

تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ“ (جس

نے لشکرِ عسرہ (غزوہ تبوک کے لئے) تیار کیا اس کے لئے جنت ہے) اور میں نے یہ تیار کیا تھا، اور

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”مَنْ حَفَرَ بئرُ رُومَه فَلَهُ الْجَنَّةُ“ (جس

نے چاہ رومہ کھودا اس کے لئے جنت ہے) اور میں نے اسے کھودا ہے، تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ

کے ان فرمودات کی تصدیق کی۔ (۲)

نوٹ : جیشِ عسرہ یعنی تنگی کا لشکر جیشِ تبوک کو کہا جاتا ہے، کیونکہ غزوہ تبوک کے لئے جس وقت

خروج ہوا تھا، لوگ قحطِ سالی اور سخت گرمی اور فقر و فاقہ سے دوچار تھے۔ بئرِ رومہ (چاہِ رومہ)

مدینہ کے اندر ایک کنواں کا نام ہے جس کا پانی نہایت شیریں تھا، حضرت عثمانؓ غنی نے اسے بیس

ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

۷۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اہل کوفہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ سعدؓ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے تو سعدؓ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم میں وہ پہلا شخص ہوں جسے اللہ کے راستے میں تیر مارا گیا، اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ کیا کرتے تھے، پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (۱)

۷۸ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کا سینہ چاک کیا اور جانوں کی تخلیق کی، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے مجھ سے وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہوتا اور مجھ سے وہی بغض رکھتا جو منافق ہوتا ہے۔ (۲)

۷۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو داؤدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ستر سے زائد سورتوں کو حاصل کیا ہے، اور آپ ﷺ کے تمام اصحاب کو علم ہے کہ میں کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والوں میں سے ہوں، حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں، اور اگر مجھے پتہ چلے کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاؤنگا (اور اس سے علم حاصل کرونگا) (۳)

۸۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا، عَنِ الْبُذْنَةِ إِذَا أَرَحَفَتْ، قربانی کا جانور جب رکھا جائے اور بوجھ بن کر ٹھہر جائے؟ (تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟) تو انہوں نے جواب دیا ”عَلَى الْخَيْبِ سَقَطَتْ“ واقف کار اور عالم کے پاس ٹھہری ہے اور اس عالم سے انہوں نے خود کو مراد لیا (کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا مجھے اس کا علم ہے) پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔ (۴)

نیز اس کی اور بھی بے شمار ولائعا و نظیریں ہیں، اور سب کی سب اسی پر محمول ہیں جس کا میں نے ذکر کیا۔ وبالله التوفیق

(باب-۱۳)

(ما سبق سے متعلق چند مسائل)

مسئلہ: پکارنے والے کو ”لبیک“ کہہ کر جواب دینا :

”لبیک و مسعدیک“ یا صرف ”لبیک“ کے ذریعہ پکارنے والوں کو جواب دینا بہتر ہے، اور آنے والوں کو ”مرحبا“ کہنا مستحب ہے، اور جو خیر خواہی یا حسن سلوک کرے یا کسی کو کوئی عمل خیر کرتے دیکھتے تو اسے ”حفظک اللہ“ (اللہ تیری حفاظت فرمائے) یا ”جزاک اللہ خیرا“ (اللہ تجھے بہتر بدلہ عطا کرے) یا اس جیسے دعائے کلمات کہے، صحیح احادیث میں اس کی دلیل مشہور و معروف اور بے شمار ہے۔

مسئلہ: جانثاری یا قربان جاؤں کہنے کا حکم :

علم و معرفت اور صلاح و تقویٰ میں بڑے بزرگ اور حلیل القدر لوگوں سے ”اللہ مجھے آپ کا جانثار بنائے“ یا ”میرے ماں باپ آپ پر قربان“ یا اس جیسے کلمات کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ صحیح احادیث میں اس کے دلائل مشہور و معروف اور بکثرت ہیں، اختصار کے پیش نظر اسے حذف کر رہا ہوں۔

مسئلہ : عورتوں کا غیر محرموں سے بات کرنے کے آداب :

بیع و شراء خرید و فروخت، لین و دین یا دیگر ان تمام مواقع پر جہاں عورتوں کا غیر محرموں سے بات کرنا جائز و درست ہے، اگر ان عورتوں کو ان سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو مناسب ہے کہ اسلوب میں سختی اور لہجے میں درشتی اختیار کرے نہ کہ نرمی و لطافت تاکہ ان اجنبیوں کا اس کے اندر دلچسپی لینے یا طمع کا خطرہ نہ رہے۔

ہمارے علمائے شوافع میں امام ابوالحسن الواحدی اپنی کتاب ”البیض“

میں فرماتے ہیں: ”ہمارے علماء کا قول ہے کہ عورتوں کو اگر کوئی اجنبی

مخاطب کرے تو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ اپنی گفتگو میں سختی کا اسلوب اختیار کرے کیونکہ شکوک و شبہات میں دلچسپی لینے سے بعید ہوگا۔

اسی طرح اگر وہ حرمت مصاہرت (ایسی تحریم جو شادی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو) والے کسی فرد کو مخاطب کرے تو بھی روکھاپن اختیار کرے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین کو اس کی وصیت کی ہے جبکہ وہ تمام مؤمنین پر ہمیشہ ہمیش کے لئے (ماں کی طرح) حرام کر دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (الاحزاب: ۳۳)

اے نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ بات میں روکھاپن اختیار کرنے کے بارے میں واحدی نے جو یہ کہا ہے، یہی ہمارے تمام علماء کی رائے ہے۔ علمائے شوافع میں شیخ ابراہیم الروزی فرماتے ہیں، بات میں روکھاپن اور سختی پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات کرتے وقت اپنی سیدھی ہتھیلی کو منہ پر رکھ کر جواب دے۔

اور واحدی نے جو یہ کہا ہے کہ مصاہرت کی وجہ سے عورت پر حرام لوگوں سے بھی اجنبی کی طرح سختی اور روکھے پن سے بات کی جائے، ان کا یہ قول ضعیف اور خلاف مشہور ہے، کیونکہ مصاہرت یا شادی کی وجہ سے ہونے والے محرم دیکھنے یا تحلیہ وغیرہ میں نسبی محرم و قرابت ہی کی طرح ہے۔ جہاں تک امہات المؤمنین کی بات ہے تو وہ محض حرمت نکاح یا وجوب احترام میں ماں ہیں، اسی وجہ سے ان کی بچیوں سے نکاح حلال و جائز ہے، واللہ عزوجل اعلم۔

کتاب اذکار النکاح (اذکار نکاح کے بیان میں)

(باب-۱)

پیغام نکاح دینے کا طریقہ

اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے پیغام نکاح لیکر عورت کے پاس آنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ اللہ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد اپنی بات شروع کرے اور اس طرح کہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی
شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور
رسول ہیں۔

پھر کہے: میں آپ کے پاس آپ کی فلاں بچی کی خواہش لیکر آیا ہوں، یا آپ کی فلاں
بنت فلاں محترمہ یا دختر کی رغبت کے ساتھ آیا ہوں یا اسی جیسے الفاظ کہے۔

۷۸۱ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: كُلُّ كَلَامٍ أَوْ رَأْيٍ رَوَيْتُ فِيهِ اسَاطِيرَ الْأَوَّلِينَ (کُلُّ كَلَامٍ أَوْ رَأْيٍ رَوَيْتُ فِيهِ اسَاطِيرَ الْأَوَّلِينَ) نے فرمایا: ہر بات یا ہر کام جو الحمد للہ کے ذریعہ شروع نہ کیا جائے تو وہ دم بریدہ یا ناکام ہے۔ ایک
روایت میں ”اجذم“ کی جگہ ”اقطع“ کا لفظ ہے (۱)

نوٹ : اجذم کا معنی ناقص و کم برکت والا ہے، اس حدیث کا ذکر پہلے، حمد کے بیان میں (۳۴۰) پہ) آچکا ہے۔

۷۸۲ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

كُلُّ حُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشْهَدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ (۱)

ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو وہ کٹے ہوئے (جذام زدہ) ہاتھ کی طرح ہے۔

(باب ۲)

بچی کا پیغام پیش کرنے کا طریقہ :

جب کوئی شخص اپنی بچی یا زیر سر پرستی لڑکی کا رشتہ کسی صاحب فضل و کمال اور اہل خیر و صلاح کے سامنے پیش کرنا چاہے تو بلا تکلف برملا اس کا اظہار کرے اور اس کے سامنے اپنا مقصد بیان کرے۔

۷۸۳ - صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جب ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو میں حضرت عثمانؓ سے ملا اور ان کے سامنے حفصہ کا پیغام پیش کرتے ہوئے کہا، اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر کا نکاح آپ سے کر دوں، تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا میں اس معاملہ میں غور کروں گا، میں چند راتوں تک انتظار کرتا رہا، پھر وہ مجھ سے ملے اور بولے میری رائے اس وقت شادی نہ کرنے کی ہے — حضرت عمر فرماتے ہیں، پھر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملا اور ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر کا نکاح میں آپ سے کر دوں، تو حضرت ابوبکرؓ بالکل خاموش رہے پھر پوری حدیث ذکر کی۔

(باب ۳)

عقد نکاح کے وقت کیا کہنا چاہئے :

عقد نکاح سے پہلے ایک خطبہ دے جو ان باتوں پر مشتمل ہو جو باب اول میں مذکور ہے

(یعنی حمد و ثناء اور صلاۃ و سلام کہے) اور اس خطبہ کو (باب اول میں مذکور خطبہ سے) طویل کرے، خطبہ خواہ نکاح کرنے والا خود دے یا کوئی اور، سب برابر ہے اور سب سے افضل خطبہ یہ ہے:

۷۸۴ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، وابن ماجہ وغیرہ میں باسا پند صحیحہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ حاجت اس طرح سکھایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ ، نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا
وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يَضِلَّ
فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ،
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ
الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا
رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

(النساء: ۱۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ
مُسْلِمُونَ

(آل عمران: ۱۰۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ
لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ فُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا (۱)

(الاحزاب: ۷۰-۷۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ ہی کی پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کے شر اور اپنے بڑے اعمال سے، اللہ جسے ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راستہ نہیں

دیکھا سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے، اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنو اور دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پائی۔

”یہ ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں“ ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ”و اشہد ان محمدا عبده ورسوله“ کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں۔

أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعِصِهَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ، وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا“

اللہ نے انہیں بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا) بنا کر قیامت سے تھوڑا ہی پہلے بھیجا، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو اس نے اپنے ہی کو ضرر پہنچایا، اور وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۱)

نوٹ: بعض حضرات نے ابوداؤد کی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس میں ”یعصہما“ کے اندر تشنیہ کی ضمیر کے ذریعہ اللہ و رسول کو بیک ضمیر یکجا کر دیا گیا ہے اور ضمیر کی مشارکت برابری کا متقاضی ہے جبکہ مسلم کی روایت (۸۷۰) میں آیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے جب کہا ”من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی“ (جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا) تو آپ ﷺ نے فرمایا ”بئس الخطیب انت“ تو بڑا ہی برا خطیب ہے) کہو ”وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ فَقَدْ غَوٰی“ (یعنی الگ کر کے کہو کہ جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا)

مگر امام نووی نے اس سبب و علت کی تردید کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس خطیب کی مذمت کا سبب تفصیل و بسط کے مقام پر اختصار سے کام لینا تھا، کیونکہ خطبے کی اساس و بنیاد، وضاحت اور شرح و بسط ہوتی ہے۔ امام نووی نے ابوداؤد کی اس روایت کی تحسین کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے اور ”یعصہما“ (اللہ و رسول دونوں کے لئے تشنیہ کی ضمیر استعمال کرنے) کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مقام، مقام اختصار ہے کیونکہ یہ مختصر کلام ہے نہ کہ وعظ و تقریر یا یہ محض تعلیم حکم ہے جس کا تقاضہ اختصار ہے، کیونکہ حکم کی تعلیم میں جس قدر مختصر الفاظ ہوں گے اسے اسی قدر جلد یاد کیا جاسکتا اور محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خطبہ سنت ہے، اگر اسے بالکل نہ کہا جائے تو بھی نکاح بالاتفاق درست ہوگا، داؤد ظاہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا، لیکن تمام محققین علماء داؤد ظاہری کے اختلاف کرنے کو معتبر نہیں مانتے، اور سب کے سب قائل ہیں کہ ان کے اختلاف سے اجماع نہیں ٹوٹتا۔

شوہر یا نکاح کرنے والا کچھ بھی خطبہ نہ دے بلکہ جب ولی اس سے کہے کہ میں نے تیرا نکاح فلاں لڑکی عورت سے کر دیا ہے اور وہ اس سے متصلاً ہی کہے کہ ”قبلت تزویجھا“ (اس

سے شادی کو میں نے قبول کیا) یا چاہے تو کہے ”قبِلت نکاحها“ (میں نے اس سے نکاح کو قبول کیا) تو نکاح ہو جائے گا۔ اور اگر وہ جواب میں کہے ”الحمد لله والصلاة على رسول الله قبِلت“ تو نکاح درست ہو جائے گا، اور اس کا یہ کلام (یعنی حمد و صلاة) ایجاب و قبول کے لئے مضر نہ بنے گا، کیونکہ یہ معمولی فصل ہے اور عقد ہی سے متعلق ہے۔

ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو جائے گا، جبکہ بعض باطل نہ ہونے کے قائل ہیں بلکہ اسے مستحب قرار دیتے ہیں، مگر صحیح و درست وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ کلمات نہ کہے اور اگر اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے کہہ لے تو اس کا اثر نکاح پر نہیں پڑیگا اور نکاح باطل نہیں ہوگا۔

(باب-۴)

عقد نکاح کے بعد شوہر سے کیا کہنا چاہئے:

سنت ہے کہ اس سے ”بارك الله لك“ (اللہ تجھے برکت دے) یا ”بارك الله عليك وجمع بينكما بخير“ (اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے اور خیر کے ساتھ تم دونوں کو یکجا رکھے) کہے اور زوجین میں سے ہر ایک کو ”بارك الله بکُلِّ واحد منكما في صاحبه وجمع بينكما في خير“ (اللہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ہم سفر میں برکت دے اور تم دونوں کو خیر میں یکجا رکھے) کہنا مستحب ہے۔

۷۸۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے جبکہ انہوں نے اپنی شادی کی اطلاع دی تو فرمایا ”بارك الله لك“، ”اللہ تجھے برکت دے“ (۱)

۷۸۶ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے جبکہ انہوں نے اپنی شادی کی اطلاع دی تو فرمایا: ”بارك الله عليك“، ”اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے۔“ (۲)

۷۸۷ - ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کو اس کی شادی پر مبارکبادی دیتے (یعنی دعاء دیتے کہ تم دونوں میں اتحاد و اتفاق رہے اور تمہارے یہاں لڑکے پیدا ہوں) تو کہتے :

”بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر“ (۱)
اللہ تجھے برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ یکجا رکھے۔

(فصل)

تم دونوں کے درمیان اتحاد و اتفاق رہے اور بیٹے پیدا ہوں کہنے کا حکم :
مبارکباد دیتے ہوئے ”الرفاء والبنین“ یعنی اتحاد و اتفاق رہے اور بچے پیدا ہوں، کہنا مکروہ ہے، اس کے مکروہ ہونے کی دلیل کتاب کے اخیر میں حفظ لسان کے بیان میں انشاء اللہ آئے گی۔ (رفاء کا معنی یکجائی، ملنا اور باہم مربوط ہونا ہے)
(باب-۵)

شب زفاف میں شوہر کو اپنی بیوی سے کیا کہنا چاہئے :
شوہر کے لئے مستحب ہے کہ پہلی ملاقات کے وقت ”بسم اللہ تعالیٰ“ کہے پھر بیوی کی پیشانی کا بال پکڑ کر کہے ”بارک اللہ لکل واحد منافی صاحبہ“ اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی جوڑی (شریک حیات) میں برکت دے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے :
۷۸۸ - ابو داؤد و ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

اِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً أَوْ اشْتَرَى خَادِمًا، فَلْيَقُلْ (اللَّهُمَّ
اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ

شَرَّهَا وَشَرَّمَا جَبَلَتْهَا عَلَيْهِ ، وَإِذَا اشْتَرَىٰ بِغَيْرِا فَلْيَاخُذْ
بِذُرْوَةٍ سَنَامِهِ وَلْيَقْلُ مِثْلَ ذَلِكَ . (۱)

تم میں سے کوئی جب کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی خادم خریدے
تو اسے چاہئے کہ یوں کہے: ”اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
اس کے خیر کا اور جس فطرت پر تو نے اسے ڈھالا ہے اس کے خیر کا اور
میں تیری پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور جس فطرت پر تو نے اسے بنایا
ہے اس کے شر سے، اور جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کا کوہان پکڑ کر
اسی طرح کہے۔

ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

ثُمَّ لِيَاخُذْ بِنَا صَيْتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ .
پھر اس کی پیشانی کو پکڑے اور بیوی و خادم میں برکت کی دعا کرے۔
(باب-۶)

جب اہل خانہ اس کے پاس آئیں تو کیا کہیں:

۷۸۹ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد روٹی اور گوشت کے ذریعہ ولیمہ کیا، پھر ولیمہ کی کیفیت اور
مدعوین کی کثرت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس
سے نکلے، اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں گئے اور فرمایا:

الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ .

اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت بھی۔

تو حضرت عائشہؓ نے جواباً فرمایا:

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ، كَيْفَ وَجَدْتَ
أَهْلَكَ ، بَارَكَ اللَّهُ لَكَ“

آپ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا
؟ اللہ آپ کو برکت دے۔

پھر آپ ﷺ اسی طرح تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں گئے اور ہر ایک سے اسی
طرح کہا جس طرح حضرت عائشہؓ سے کہا تھا، اور ہر ایک نے اسی طرح جواب دیا جس طرح
حضرت عائشہؓ نے جواب دیا تھا۔ (۱)

(باب-۷)

جماع و مباشرت کے وقت کیا کہنا چاہئے :

۷۹۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے متعدد سند سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ
نے فرمایا :

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَتَى أَهْلَهُ ، قَالَ : (بِسْمِ اللَّهِ ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا
الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا) فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ
يَضُرَّهُ“

اگر تم میں کا کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور ہمبستری کرتے وقت کہے
: بسم اللہ الخ اور شروع اللہ کے نام سے ، اے اللہ تو ہمیں شیطان سے
بچا اور جو اولاد کی روزی تو ہمیں دے اسے بھی تو شیطان سے بچا ، پھر
ان دونوں کے درمیان بچے کا فیصلہ (من جانب اللہ) ہو جاتا ہے
(حمل ٹھہر جاتا ہے) پھر شیطان اسے ضرر نہیں پہونچا سکتا۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے :

”لَمْ يَصُرْهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا“ کوئی شیطان اسے کبھی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ (۱)

(باب-۸)

اپنی بیوی سے چھیڑ خانی کرنا:

مرد کا اپنی بیوی سے ہنسی مزاق چھیڑ چھاڑ، اٹھیلی اور شیریں کلامی کرنا شرع اسلامی میں محبوب و پسندیدہ عمل ہے۔

۷۹۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”تَزَوَّجْتَ بَكْرًا أَمْ ثِيًّا“ تم نے کنواری سے شادی کیا یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ شادی شدہ سے، تو آپ نے فرمایا:

هَلَّا تَزَوَّجْتَ بَكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ“ (۲)

کنواری سے کیوں نہ شادی کیا کہ تم اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

۷۹۲ - ترمذی و نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَطَفُفُهُمْ لِأَهْلِهِ“ (۳)

مؤمنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اچھے اخلاق والا اور

اپنی بیوی بچوں کے ساتھ نرم و خوش طریف ہو۔

نوٹ: یہ حدیث مرسل ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، مگر ابوقلابہ کا حضرت عائشہؓ سے سماع کا مجھے علم نہیں۔

(باب-۹)

سسرال والوں سے گفتگو کرنے کے آداب :

یاد رکھیں کہ شوہروں کا بیوی کے کسی رشتہ دار کے سامنے ایسے الفاظ کا ذکر نہ کرنا مستحب ہے جس میں عورتوں سے جماع و ہمبستری، بوس و کنار یا بغل گیر ہونے کا ذکر ہو یا اس سے استمتاع و اعضا نسوانی سے لطف اندوز ہونے یا اس جیسے مفہوم پر دلالت کرتا ہو، یا اس طرح کی باتیں سمجھ میں آتی ہوں۔

۷۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں بہت زیادہ مذی والا شخص تھا، آپ ﷺ کی صاحبزادی کا مجھ سے رشتہ کی وجہ سے مجھے شرم آیا کہ میں خود رسول اللہ ﷺ سے اس کا حکم معلوم کروں، چنانچہ میں نے حضرت مقداد کو حکم دیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا حکم دریافت کیا۔ (۱)

نوٹ : مذی باریک پانی جیسا مادہ ہے جو مرد کے عضو تناسل سے غلبہ شہوت و انتشار اور عورتوں سے لطف اندوزی کے وقت نکلتا ہے، اس کا حکم پیشاب جیسا ہے، اور پیشاب ہی کی طرح وہ بھی ناپاک ہے، جس کا دھونا اور پاک کرنا واجب ہے، کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا، مگر اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(باب - ۱۰)

دردِ زہ میں مبتلا ہونے اور ولادت کے وقت کی دعا :

اس وقت پریشانی اور مصیبت کے وقت کی دعا، بکثرت پڑھنا چاہئے، ان دعاؤں کا ذکر پہلے (حدیث نمبر: ۳۵۹ پر) آچکا ہے۔

۷۹۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے کہ جب انہیں ولادت کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ اور زینب بنت جحش کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جائیں اور آیت الکرسی اور ”ان ربکم اللہ الخ“ یعنی سورہ اعراف کی ۵۴ ویں آیت اخیر تک اور معوذتین ان کے

لئے پڑھیں۔ (۱)

پوری آیت یہ ہے :

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ،
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسْتَخَرَاتٌ بِأَمْرِهِ ، أَلَا لَهُ الْخَلْقُ
وَالْأَمْرُ ، تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ “ (سورة الاعراف ۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ
روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا، وہ رات سے دن کو اس طور پر
چھپاتا ہے کہ وہ رات اس دن کو جلد آ لیتی ہے، اور سورج اور چاند اور
دوسرے ستاروں کو اس طرح پیدا کیا کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں،
یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں
سے بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(باب - ۱۱)

نو مولود کے کان میں اذان دینا :

۷۹۵ - ابو داؤد و ترمذی وغیرہما میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابورافعؓ سے مروی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حسن بن علیؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے رسول
اللہ ﷺ کو حضرت حسن کے کان میں نماز جیسی اذان دیتے دیکھا۔ (۲)

ہمارے علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان
میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۶۲۵، یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے

(۲) دیکھیں: ابو داؤد ۵۱۰۵، ترمذی ۱۵۱۳، وقال الترمذی حسن صحیح

۷۹۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت حسن بن علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ وَلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ
الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصَّبِيَانِ (۱)

جس کے یہاں بچہ پیدا ہو پھر وہ اس کے داینے کان میں اذان اور بائیں
کان میں اقامت کہے تو اسے ”ام صبیان“ کوئی ضرر نہیں پہونچاتا۔

نوٹ : یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے، سالم الغفاری محدثین کے نزدیک متروک ہیں ”ام صبیان“
کے بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ بچوں کی ایک بیماری ہے جو کم عمری میں انہیں لاحق
ہوتی ہے، جس سے بچے بیہوش ہو جایا کرتے ہیں، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد
جنوں کی ایک قسم یا جذام وغیرہ ہے۔

(باب ۱۲)

بچوں کی تحنیک کے وقت کی دعا :

۷۹۷ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
کے پاس بچوں کو لایا جاتا تو آپ ﷺ ان کے لئے دعا فرماتے اور ان کی تحنیک کرتے، اور ایک
روایت میں ہے کہ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ (۲)

نوٹ : تحنیک یہ ہے کہ کھجور یا اس طرح کی دوسری چیزوں کو اتنا چبایا جائے کہ وہ بالکل نرم
ہو جائے اور گھل جائے، پھر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا جائے اور تھوڑا اس کے تالو میں لگا دیا
جائے۔

۷۹۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے عبد
اللہ بن زبیر کا حمل مکہ میں ٹھہرا میں مدینہ آئی اور جب قبا میں ٹھہری تو وہاں اس کی ولادت ہوئی،
میں اسے لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں لیا پھر ایک کھجور منگوا یا اور

اسے چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیا، تو سب سے پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن تھا، پھر ایک کھجور سے اس کی تحنیک کی (یعنی اسے چبا کر اس کے تالو میں لگایا) پھر اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ (۱)

۷۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر ایک بچہ تولد ہوا تو میں اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لیکر آیا، تو آپ ﷺ نے اس کا نام ”ابراہیم“ رکھا ایک کھجور سے اس کی تحنیک فرمایا، اور اسے برکت کی دعا دی، یہ بخاری و مسلم دونوں کے الفاظ ہیں سوائے ”و دعاه بالبرکۃ“ کے کہ یہ صرف بخاری کی روایت میں ہے۔ (۲)

(۱) صحیح بخاری ۳۹۰۹، صحیح مسلم ۲۱۳۶

(۲) دیکھیں: صحیح بخاری ۶۱۹۸، صحیح مسلم ۲۱۳۵

کتاب الاسماء (نام رکھنے کا بیان)

(باب -۱)

بچوں کا نام رکھنا :

پیدائش کے ساتویں دن یا پیدائش ہی کے دن نومولود کا نام رکھنا سنت ہے، ساتویں دن کے استحباب کی دلیل یہ ہے:

۸۰۰- سنن ترمذی میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے ساتویں دن نام رکھنے اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔ (۱)

نوٹ : تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، یعنی ان نجاستوں کو دور کرنا جو پیدائش کے وقت بچوں کے ساتھ رحم مادر سے نکلتا ہے اور جسم پر لگا رہتا ہے، بعض حضرات نے اس سے سر کا بال اتارنا مراد لیا ہے، یعنی جس طرح ساتویں دن نام رکھنا مستحب ہے اسی طرح ساتویں دن بال اتارنا اور عقیقہ کرنا بھی مستحب ہے، لڑکوں کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکیوں کے لئے ایک بکرا کی قربانی افضل ہے۔

۸۰۱- سنن ابی داؤد، ترمذی، وابن ماجہ وغیرہ میں باسانید صحیحہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنَةٌ بِعَقِيْقَتِهِ تَذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى“ (۲)

ترجمہ: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون وگروی ہے، اس کی پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے قربانی کی جائے اور سر کا بال اتارا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

(۱) سنن ترمذی ۲۸۳۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) ابوداؤد ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ترمذی ۱۵۲۲، ابن ماجہ ۳۱۶۵، وقال الترمذی: حسن صحیح

نوٹ : حافظ ابن قیم فرماتے ہیں، مرہون ہونے کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ جب تک عقیقہ نہ کیا جائے وہ اپنے والدین کی شفاعت و شفا رشح کرنے سے روک رکھا جائے گا، مگر اس سے بہتر تاویل یہ ہو سکتی ہے، کہ عقیقہ شیطان کے چنگل اور اس کے تسلط سے آزادی کا سبب ہے اس لئے والدین کو چاہئے کہ اس کی طرف سے قربانی کر کے اسے شیطان کے تسلط سے آزاد کرائے اور شیطان کو اس سے دور کرے۔

اور پیدائش ہی کے دن نام رکھنے کی دلیل وہ حدیث ہے جو (حدیث نمبر: ۷۹۹ پر) پہلے ذکر کی گئی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے گھر جب بچہ پیدا ہوا اور وہ اسے لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور اس کی تحنیک کی اور برکت کی دعا دی۔

۸۰۲ - صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةِ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ

السلام (۱)

آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اپنے بابا ابراہیم کے نام پر ابراہیم رکھا۔

۸۰۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ کے گھر بچہ پیدا ہوا تو میں اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس کی تحنیک کی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ (۲)

۸۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہنذر بن اسید کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پیدائش ہی کے بعد لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے زانو پر رکھا، ابو اسید بھی بیٹھے ہوئے تھے، پھر نبی کریم ﷺ اپنے سامنے کسی چیز میں مشغول ہو کر اس

سے غافل ہو گئے اور ابواسید کو بچہ لینے کے لئے کہا، ابواسید نے آپ کے زانوں پر سے اپنے بچہ کو اٹھا کر گھر واپس بھیج دیا، پھر جب نبی کریم ﷺ کو یاد آیا تو آپ نے فرمایا: ”ابن الصبی“ بچہ کہاں ہے؟ ابواسید نے فرمایا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہم نے اسے گھر واپس بھیج دیا تو آپ نے فرمایا، اس کا کیا نام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا ”لا ولكن اسمه المنذر“ نہیں، بلکہ اس کا نام منذر ہے، الغرض آپ ﷺ نے اسی دن اس کا نام تبدیل کر کے منذر رکھ دیا۔ (۱)

(باب-۲)

قبل از وقت ساقط ہو جانے والے بچہ کا نام رکھنا :

اس کا نام رکھنا مستحب ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو ایسا نام رکھے جو لڑکا اور لڑکی ہر ایک کے لئے موزوں ہو، جیسے ہند یا ہندہ یا خار جہ یا طلحہ یا عمیرہ، یا زرعہ وغیرہ۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ قبل از وقت رحم مادر سے گر جانے والے بچے کا نام رکھنا اس میں وارد حدیث کے پیش نظر مستحب ہے، یہی قول دیگر علماء کا بھی ہے، ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں اگر بچہ نام رکھنے سے قبل وفات پا جائے تو بھی اس کا نام رکھنا (ساقط ہونے والے پر قیاس کرتے ہوئے) مستحب ہے، واللہ عز وجل اعلم۔

نوٹ: امام بغوی نے حدیث وارد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جسے ابن سنی نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: قَالَتْ أَسْقَطْتُ مِنَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - سَقَطًا فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ ، وَكُنَّانِي بِأَمْرِ عَبْدِ اللَّهِ“ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے مجھے ایک بچہ ساقط ہوا آپ ﷺ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا، اور میری کنیت ام عبد اللہ، مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن محمد ہیں ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ”لا شیئی“ وہ کچھ نہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ”بُصْرِيٌّ وَاهٍ“ یہ بصرہ کے رہنے والے و اہیات ہیں، اس حدیث کا ذکر آگے نمبر:

۸۳۶ پآئے گا۔

(باب-۳)

اچھا نام رکھنے کی فضیلت:

۸۰۵ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ
فَاحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ (۱)

قیامت کے دن تمہیں تمہارے اور تمہارے والد کے نام سے پکارا جائے گا، اس لئے اچھا نام رکھو۔

نوٹ: یہ حدیث منقطع ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ، ابوزکریا نے ابودرداء کو نہیں پایا، شیخ زکریا انصاری تحتہ القاری میں فرماتے ہیں یہ انقطاع مصنف کے قول ”سند جید“ کے منافی نہیں، کیونکہ سند کا جید ہونا انقطاع کے منافی نہیں ہوا کرتا۔

(باب-۴)

اللہ کے نزدیک سب سے پسند دیدہ نام:

۸۰۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَحَبُّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ (۲)

اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے پسند دیدہ نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہے۔

۸۰۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے ایک شخص کے گھر بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا، ہم لوگوں نے اسے کہا، ہم تمہاری کنیت

ابوالقاسم نہیں رکھیں گے (یعنی ابوالقاسم کہہ کر تمہیں نہیں پکاریں گے) اور نہ ہی اس میں تیرا کوئی اعزاز ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: سَمِ ابْنُكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، اپنے لڑکے کا نام عبدالرحمن رکھ لو۔ (۱)

۸۰۸ - سنن ابی داؤد و نسائی وغیرہ میں صحابی رسول حضرت ابو وہب الجشمیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تُسَمُّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى
عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثُ وَهَمَامٌ، وَأَفْضَلُهَا
حَرْبٌ وَفَرَّةٌ“ (۲)

انبیاء کا نام رکھو، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ و عبدالرحمن ہے اور سب سے درست و سچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے بڑا نام حرب اور فمرہ ہے۔

(باب-۵)

مبارکباد دینا اور اس کا جواب دینا:

جس کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہو، اسے مبارکباد و خوشخبری دینا مستحب ہے، ہمارے علماء فرماتے ہیں، اس روایت کے پیش نظر مبارکباد دینا مستحب ہے، جس کے اندر آیا ہے کہ حضرت حسین بن علیؑ نے ایک شخص کو مبارکبادی کے الفاظ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہو:

بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ لَكَ وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ
أَشَدَّهُ وَرَزَقْتَ بَرَّهُ.

جو تمہیں عطا کیا گیا اللہ اس میں تمہیں برکت دے، عطاء کرنے والے کا

(۱) صحیح بخاری ۶۱۸۶ صحیح مسلم ۲۱۳۳

(۲) سنن ابی داؤد ۳۹۵، سنن نسائی ۳۵۶۵، یہ حدیث غریب ہے مگر مسلم کی حدیث ۲۱۳۵، اس کی شاہد ہے۔

تو شکر بجالا، وہ جوانی پائے اور تجھے اس کی فرمانبرداری اور بروصلہ حاصل ہو۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ مبارکباد دینے والے کو جواب دیا جائے اور اسے کہا جائے: ”بَارَكَ اللَّهُ لَكَ“ اللہ تجھے برکت دے ”وَبَارَكَ اللَّهُ عَلَيْه“ اور اس پر تمہیں برکت دے، یا یہ کہے ”جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا“ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے، ”وَرَزَقَكَ مِثْلَهُ“ اور تجھے بھی اسی طرح عطا کرے، یا یہ کہے، ”أَجْزَلَ اللَّهُ ثَوَابَكَ“ اللہ تجھے عمدہ بدلہ دے، یا اسی طرح کے دعائیہ کلمات کہے۔

(باب-۶)

نا پسندیدہ نام رکھنے کی ممانعت :

۸۰۹ - صحیح مسلم میں حضرت سرہ بن جندبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا تُسَمِّينَ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا وَلَا نَجَاحًا وَلَا أَفْلَحَ
فَإِنَّكَ تَقُولُ أَتَمَّ هُوَ ، فَلَا يَكُونُ فَتَقُولُ لَا ، إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا
تَزِيدُنَّ عَلَيَّ“ (۱)

تم اپنے بچوں کا نام ”یسار“ (آسانی) اور ”رباح“ (نفع) اور ”نجاح“ (کامیابی) اور ”افلح“ (سب سے کامیاب) مت رکھو، کیونکہ تم کہو گے کیا وہ اس جگہ ہے؟ اور وہ نہ ہو تو کہا جائے گا کہ نہیں، یہ صرف چار نام ہیں لہذا اپنی طرف سے میرے اس کلام میں اضافہ مت کرنا۔

نوٹ: تَمَّ ظرف مکان کے لئے ”جگہ“ کے معنی میں ہے، او اہمزہ استفہام ہے اس میں اضافہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ میں صرف انہی چار ناموں کا ذکر کر رہا ہوں، اس لئے روایت کرتے

وقت صرف انہی چار ناموں کو نقل کیا جائے، اس کے معنی کو شامل نہ کیا جائے۔

ان الفاظ میں نام رکھنے کی کراہت کی علت بدفالی سے احتراز ہے کیونکہ ان ناموں کا مقصد لوگوں کے نزدیک اس کے لفظی و معنوی حسن سے فال نیک ہوتا ہے اور اس کے بارے میں سوال کئے جانے کے بعد جواب میں اگر اس کی نفی کی جائے تو بدفالی کا گمان ہو سکتا ہے، کہ آسانی، یا کامیابی یا نفع یا وہ کامیاب نہیں ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے سورطن اور خیر سے ناامیدی کے راستہ کو بند کرنے کے لئے ان ناموں سے موسوم کرنے کو منع فرمایا، مگر یہ ممانعت تخریبی ہے۔

۸۱۰ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں جابرؓ کی روایت ہے جس میں ”برکت“ نام رکھنے کی ممانعت کا

بھی ذکر ہے۔ (۱)

نوٹ : پوری روایت اس طرح ہے:

إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنَّهُى أُمْتِي أَنْ يُسَمُّوا نَافِعًا وَأَفْلَحَ بَرَكَهَ فَإِنَّ الرَّجُلَ يَقُولُ إِذَا جَاءَ أَتَمَّ بَرَكَهَ ، فَيَقُولُونَ : لَا
اللہ کی مشیت سے اگر میں زندہ رہا تو اپنی امت کو نافع، افلح اور برکت نام رکھنے سے روک دوں گا، کیونکہ کوئی شخص آکر کہے گا یہاں برکت ہے تو جواب میں لوگ کہیں گے، نہیں۔

۸۱۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى رَجُلٌ يُسَمِّي مَلِكَ الْأَمْلَاقِ
اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا و ذلیل نام یہ ہے کہ کوئی شخص ”مَلِكُ الْأَمْلَاقِ“ (شہنشاہ) نام رکھے۔

ایک روایت میں ”أَخْنَعَ“ کی جگہ ”أَخْنَى“ کا لفظ آیا ہے (معنی ایک ہی ہے) (۲)

مسلم کی ایک روایت میں ہے:

أَغْيَظُ رَجُلٍ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ رَجُلٌ كَانَ

يُسَمَّى "مَلِكُ الْأَمَلَاكِ" لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ" (۱)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مغبوض اور سب سے خبیث وہ شخص ہوگا جو ملک الاملاک (شہنشاہ) نام رکھتا ہے، بادشاہوں کا بادشاہ صرف اللہ ہی ہے۔

ایک اور صحیح حدیث میں حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "مَلِكُ الْأَمَلَاكِ" ایسے ہی ہے جیسے "شاہان شاہ"

نوٹ: شیخ زکریا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "مَلِكُ الْأَمَلَاكِ" نام رکھنے کی حرمت ہی کی طرح "أَحْكُمُ الْحَاكِمِينَ" یا "سُلْطَانُ السُّلَاطِينِ" کہنا بھی حرام ہے، مگر "أَقْضَى الْقَضَاةَ"، یا "قَاضِي الْقَضَاةَ" کہنا اس تحریم میں شامل نہیں، اگرچہ قضاہ، حکم ہی کے معنی میں ہے۔

(باب - ۷)

زیر سر پرستی افراد کو نامناسب نام سے یاد کرنا :

کسی انسان کا اپنے زیر سایہ یا زیر تربیت و سرپرستی رہنے والوں کو خواہ وہ اپنا لڑکا ہو یا خادم و طالب علم، ادب سکھانے، ڈانٹنے، تنبیہ کرنے یا بڑی بات سے منع کرنے کے لئے نامناسب نام سے یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸۱۲ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن یسر المازنی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے کھجور کا ایک خوشہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا میں نے اسے آپ ﷺ تک پہنچانے سے پہلے راستہ میں، اس میں سے کچھ کھالیا، میں جب اسے لے کر آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے میری گوش مالی کی (کان پکڑا) اور فرمایا "یا عُذْر" اے بے وفادھو کہ باز۔ (۱)

۸۱۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل

حدیث مروی ہے جس میں، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے کھلے کرامات کا ذکر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جماعت کی ضیافت فرمائی، انہیں اپنے گھر میں بٹھایا اور خود نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، واپسی میں تاخیر ہو گئی، واپسی پر انہوں نے پوچھا کیا انہیں کھانا کھلادیا؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ نہیں پھر وہ اپنے صاحبزادے عبدالرحمن کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے ”یا غنثر“ ا (اے کمینہ) اور برا بھلا کہا (جیسے تک کٹے بے ہودے) (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ”غنثر“ غین کے پیش نون کے سکون، ثار کے زبر کے ساتھ ہے، اس کا معنی لیم یا کمینہ ہے ”جَدْع“ جیم اور دال سے باب تفعیل سے ہے یعنی ناک وغیرہ کٹنے کی بد عادی اسی سے ”اجدع“ کٹے ہوئے ناک والے کو کہا جاتا ہے۔

(باب-۸)

ایسے شخص کو پکارنا جس کا نام معلوم نہ ہو :

اگر کسی کو پکارنا مقصود ہو تو ایسے الفاظ سے پکارا جائے جس سے اسے تکلیف نہ ہو اور نہ ہی اس میں جھوٹ یا تملق و چاپلوسی ہو، مثلاً آپ کہیں اے بھائی صاحب، مفتی صاحب، جناب عالی، فلاں لباس یا کپڑے والے، فلاں جوتے والے، اونٹ والے، تلوار والے نیزہ والے، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ سے جو پکارنے والے یا جسے پکارا جا رہا ہے، اس کے حالات کے مطابق ہوں۔

۸۱۴ - سنن ابی داؤد، نسائی، وابن ماجہ میں بسند حسن حضرت بشر بن معبدؓ سے جنہیں ابن الحصاصیہ سے جانا جاتا ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: اس دوران جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”يَا صَاحِبَ السَّبْتَيْنِ وَيَحْتَ أَلْقِ سَبْتَيْكَ“ (۳) اے چمڑے کی جوتی والے تیرا برا ہو، اپنا دونوں جوتا اتار دے (پھر پوری حدیث ذکر کی)

۸۱۵ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت جابرہ انصاریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

(۱) عمل الیوم لابن سنی، ۴۰۳، واسنادہ ضعیف (۲) بخاری ۶۰۲، مسلم ۲۰۵

(۳) دیکھیں: ابوداؤد: ۳۲۳۰، نسائی، ۴۰۲۸، ابن ماجہ ۱۵۶۸

میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور آپ ﷺ کو جس کا نام یاد نہ رہتا اسے ”یا عبد اللہ“ کہتے تھے۔ (۱)
نوٹ: ہیشمی نے اسے مجمع ۵۶۸ میں اور طبرانی نے معجم صغیر و اوسط میں نقل کیا ہے، اور اس کی سند میں موجود ابوالیوب انماطی کے بارے میں کہا ہے کہ میں انہیں نہیں جانتا، البتہ اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

(باب-۹)

والدین و اساتذہ کا نام لیکر پکارنے کی ممانعت:

لڑکوں، طالب علموں اور شاگردوں کا اپنے والد، معلم اور استاذ کا نام لیکر پکارنا ناشائستہ اور خلاف ادب بات ہے۔

۸۱۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، آپ نے لڑکے سے پوچھا ”من هذا“ یہ کون ہیں؟ اس لڑکے نے جواب دیا ”ابی“ میرے والد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”فَلَا تَمْسُ أَمَامَهُ وَلَا تَسْتَسَبِّ لَهُ وَلَا تَجْلِسَ قَبْلَهُ وَلَا تَدْعُهُ

بِاسْمِهِ“ (۲)

تم ان کے آگے مت چلو، انہیں گالی دیئے جانے کا سبب نہ بنو (کہ تم کسی کے باپ کو گالی دو جس کے جواب میں وہ تیرے والد کو گالی دے) اور ان سے پہلے مت بیٹھو اور نہ ان کا نام لیکر انہیں پکارو۔

نوٹ: اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کی شاہد حضرت عائشہؓ کی وہ روایت ہے جسے طبرانی نے بسند ضعیف معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ (۳)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ”گالی دینے کا سبب نہ بنو“ سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام مت کرو جس کی وجہ سے تیرے والد تمہیں ڈانٹ پلائیں اور تادیب و تنبیہ کے

لئے تمہیں گالیاں دینے پر مجبور ہوں۔ اور ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں دوسروں سے گالیاں دیں سنانے کا سبب نہ ہو کہ تمہارے فعل و عمل کی وجہ سے لوگ تیرے ساتھ تیرے والدین کو بھی گالیاں اور انہیں برا بھلا کہیں۔

۸۱۷ - جلیل القدر بزرگ جن کے صلاح و تقویٰ پر سب متفق ہیں یعنی عبید اللہ بن زحر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ نافرمانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والدین کو ان کا نام لیکر پکارے اور راستہ میں ان سے آگے چلے۔ (۱)

(باب - ۱۰)

برانا نام تبدیل کر کے اچھا نام رکھنا :

اس سے متعلق حضرت اہل بن سعد الساعدی سے مروی حدیث ہے جس کا ذکر (پہلے نمبر ۸۰۴ پر) نومولود کا نام رکھنے کے بیان میں منذر بن ابی اسید کے واقعہ میں آچکا ہے۔

۸۱۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زینب کا نام ”برہ“ تھا ان سے کہا گیا کہ خود ستائی کرتی ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا۔ (۲)

۸۱۹ - صحیح مسلم میں حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرا نام ”برہ“ رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سَمُّوْهَا زَيْنَبُ“ اس کا نام زینب رکھ دو، وہ فرماتی ہیں پھر آپ کے پاس زینب بنت جحش آئیں اور ان کا نام ”برہ“ تھا تو آپ ﷺ نے ان کا نام بھی زینب رکھ دیا۔ (۳)

۸۲۰ - صحیح مسلم ہی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”جویریہ“ کا نام ”برہ“ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے ”جویریہ“ رکھ دیا اور رسول اللہ ﷺ ناپسند

کرتے تھے کہ کہا جائے ”خروج من عند برہ“ (نیکی و بھلائی سے نکلا) مسلم ۲۱۴۰

۸۲۱ - صحیح بخاری میں حضرت سعد بن المسیب بن حزن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ”ما اسمک“ آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ”حزن“ (سخت) تو آپ نے انہیں کہا ”انت سہل“ (آپ سہل و آسان ہیں، انہوں نے کہا میں اپنے والد کا رکھا ہوا نام نہیں بدل سکتا، ابن مسیب فرماتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد سے ہمیشہ ہمارے اندر سختی باقی رہی۔ (۱)

۸۲۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ”عاصیہ“ (نافرمان) کا نام تبدیل کر دیا اور فرمایا: ”انت جمیلہ“ تو جمیلہ ہے۔ (۲)

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کو ”عاصیہ“ کہا جاتا تھا، تو آپ ﷺ نے اس کا نام ”جمیلہ“ رکھ دیا۔ مسلم ۲۱۳۹

۸۲۳ - سنن ابی داؤد میں بسند حسن صحابی رسول حضرت اسامہ بن اخدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا نام ”اصرم“ تھا وہ اس وفد کا ایک فرد تھا جو، آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ”ما اسمک“ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ”اصرم“ (کٹا ہوا) آپ ﷺ نے فرمایا: ”بل انت ذرعة“ بلکہ تم زرعة یعنی کھیتی بیج ہو۔ (۳)

۸۲۴ - سنن ابی داؤد و نسائی وغیرہما میں صحابی رسول حضرت ابو شریحؓ ہانی الحارثیؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے سنا کہ ان کی قوم کے لوگ انہیں ”ابو الحکم“ کی کنیت سے پکارتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنَىٰ أَبَا الْحَكَمِ ؟
فَقَالَ : إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ اتَّوْنِي فَحَكَمْتُ

بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَا أَحْسَنَ هَذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ: فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ: فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ“ (۱)

حکم صرف اللہ ہے، اور حکم و فیصلہ اسی کی طرف راجع ہے تو پھر تم نے ”ابوالحکم“ کہتے کیوں اپنایا، اس نے کہا میری قوم میں جب کسی بات پہ اختلاف ہوتا تو وہ میرے پاس آتے ہیں، میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں، تو دونوں فریق پسند کرتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ تو بہت اچھی بات ہے، تمہیں کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے جواب دیا شریح، مسلم اور عبد اللہ میرے لڑکے ہیں، آپ نے فرمایا، ان میں بڑا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ شریح، تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو آپ ”ابو شریح“ ہوئے۔

۸۲۵ - حدیث (نمبر ۳۹۵۶) کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے:

عاصی (نافرمان) عزیز (طاقتور و مغلوب نہ ہو نیوالا) عتله سبل مٹی کھودنے کا آلہ، کھنتی (شیطان) حکم (فیصلہ کرنے والا، جج) غراب (کوا) حباب (ایک قسم کا سانپ، بلبلیہ) شہاب (آگ کی چمک) اور اس جیسے ناموں کو تبدیل فرمادیا اور شہاب کا نام (ہاشم) حرب (جنگ) کا نام، سلیم (امن و سلامتی) مضطجع (لیٹا ہوا) کا نام منبعث (اٹھا ہوا) عقرة (ویران باغچہ و چٹیل زمین) کا نام خضرۃ (سرسبز و شاداب) شعب الصلالۃ (گمراہی کی گھاٹی) کا نام شعب الہدی (ہدایت کی گھاٹی) بنو زنیہ (آخری اولاد والے کی اولاد) کا نام بنو رشدة (ہدایت یافتہ کی اولاد) تبدیل کر کے رکھا۔ (۲)

نوٹ: ”عتله“ لوہے کی ایسی چھڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سر اچوڑا دھاردار ہو اور جس سے کسی چیز کو ڈھایا یا اکھاڑا جاتا ہو، عتیل کے معنی روکھاپن کے ہیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اسے

(۱) ابوداؤد ۳۹۹۵ نسائی ۵۳۸۷، حدیث صحیح

(۲) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۳۹۵۶، امام ابوداؤد فرماتے ہیں، اختصار کے پیش نظر اس کے اسناد کو میں نے ترک کر دیا ہے،

ناپسند فرمایا ”حساب“ سانپ کی ایک خاص قسم کا نام ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔

”عقرة“ عقرو سے ماخوذ ہے اور عقرو کا قرباً مجھ عورت کو یا ایسے درخت کو کہتے ہیں جو پھل دار نہ ہو، بعض روایتوں میں عقروہ کے بجائے عقروہ ہے اور عقروہ اس چٹیل زمین کو کہتے ہیں جس میں اُگانے کی صلاحیت نہ ہو بلکہ شور و مردہ ہو، اس اعتبار سے یہ بھی عقروہ ہی کے ہم معنی ہوگا، ”شہاب“ آگ کے اس شعلہ کو کہتے ہیں جو ہلاکت خیز اور جلا دینے والا ہو ”زنہ“ مرد و عورت کے آخری بچہ کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہ ہو اسی وجہ سے بنو مالک کو بنو زنہ کہا جاتا تھا، انہیں ”بنو رشد“ زنا کے وہم کی نفی کرنے کے لئے کہا گیا کیونکہ زنہ میں زنا کا وہم ہو سکتا تھا، بنو مغویہ قبیلہ خثعم کی ایک بیڑھی ہے، مغویہ ہی وفد لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی کنیت ابو راشد رکھا تھا، یہ پورا باب استحباب پر مبنی ہے، کہ نام رکھنے میں اچھے معنی اور بہتر مفہوم والے الفاظ کا انتخاب کیا جائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: عتہ عین کے زیر اور تار کے سکون کے ساتھ ہے، ابن ماکولا ”الاکمال“ ۳۰۸/۶ میں بحوالہ ”الموتلف والمختلف“ ص: ۹۳ لعبد الغنی الازدی میں فرماتے ہیں کہ عتہ تار کے زبر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، اور ان کا نام نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے عتبہ رکھا اور یہی عتبہ بن عبد اللہ المسلمی ہیں۔

(باب-۱۱)

اگر کسی کو ناگوار نہ ہو تو بگاڑ کر اس کا نام لیا جاسکتا ہے :

۸۲۶ - صحیح بخاری میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی جماعت کے ناموں کو ترخیم اور کاٹ کر ڈکرایا، اسی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا ”یا اباہر“ (۱)

۸۲۷ - اور حضرت عائشہ صدیقہ کو آپ ﷺ کا ”یا عائش“ اور حضرت نجش“ کو ”یا انجش“ کہنا بھی ثابت ہے (۱)

۸۲۸ - ابن سنی کی کتاب میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہؓ سے کہا ”یا اُسیم“

۸۲۹ - اور حضرت مقدم سے کہا ”یا قُدیم“ (۲)

خوف: ترخیم نحوی اصطلاح میں منادی کے آخری حرف کو حذف کر کے نرمی سے ادا کرنے کو کہتے ہیں، اُسیم، یا قدیم، اصطلاحی ترخیم کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ حرف زائد کو حذف کر کے اس کی تغیر بنانے کے قبیل سے ہے، مگر اسے بھی مشابہت کی وجہ سے ترخیم کہہ دیا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں ”افلحت یا قدیم ان مت ولم تکن امیرا ولا کتابا ولا عریفا“ اے قدیم تو کامیاب رہا اگر اس حال میں مرا کہ تو نہ امیر تھانہ کا تب نہ عریف دکھیا، عن المقدام بن معدیکرب۔

(باب-۱۲)

ناپسند ویدہ القاب سے پکارنے کی ممانعت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب (الحجرات ۱۱) اور آپس میں ایک دوسرے کو برے لقب مت دو۔ کسی انسان کو ایسا لقب دینا جسے وہ ناپسند کرتا ہو اس کی تحریم پر تمام علماء کا اتفاق ہے خواہ وہ اس کی صفت ہو جیسے: اعمش، اجلح اعمی، اعرج، احول، ابصر، اشج، اصفر، احذب، اصم، ازرق، افطس، اشتر، اثرم، اقطع، زمن، مقعد، اشل، یا اس کے والدین میں سے کسی ایک کی ایسی صفت ہو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ البتہ جو اسی سے پہچانا جاتا ہو اسے اس لقب سے یاد کرنے کے جواز پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے اور اس کے جواز یا تحریم کی دلیلیں بے شمار و مشہور ہیں، اس کی شہرت اور اختصار کے پیش نظر اسے حذف

کر رہا ہوں۔

نوٹ: ”اعمش“ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے آنکھ سے بکثرت پانی اور آنسو بہنے کی وجہ سے اس کی نگاہ کمزور ہو گئی ہو۔

”اجلح“ ایسے گنجه سروالے کو کہتے ہیں جس کے سر کے اگلے حصہ کے دونوں کنارے کا بال اڑ گیا ہو ”اعمی“ اندھا۔ ”اعرج“، ”لنگڑا“۔ ”احول“ کانا، بھینگا۔ جس کے دونوں آنکھ کے محور میں اختلاف ہو۔ ”ابصر“ سفید داغ والا۔ ”اشج“ ایسا شخص جس کی پیشانی پر زخم کا داغ ہو۔ ”اصفر“ زرد۔ ”احدب“ کبڑا، جھکی ہوئی پیٹھ والا۔ ”اصم“ بہرا۔ ”ازرق“ نیلا۔ ”افطس“ جس کی ناک اوپر سے چمکی اور نیچے سے پھیلی ہو۔ ”اشتر“ جس کا نچلا ہونٹ کٹا ہوا ہو۔ یا جس کے آنکھ کی پلک الٹ گئی ہو۔ ”اشرم“ جس کے آگے کا دونوں دانت ٹوٹ کر جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ ”اقطع“ لولہا جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ ”زمن“ جسے کوئی ایسی بیماری ہو جو اسے زمانہ دراز سے گھیرے ہوئی ہو۔ ”مقعد“ اپانچی۔ ”اشل“ فالج زدہ۔

ان میں سے بعض ایسے بھی نام ہیں جو بعض معروف و مشہور عظیم ہستیوں کے القاب ہیں، اور انہیں اسی سے جانا جاتا ہے۔

(باب-۱۳)

پسندیدہ القاب اختیار کرنے کا جواز:

ان القاب کو پسند کرنے والوں میں سے ایک حضرت ابوبکر ہیں جن کا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور لقب ”عتیق“ (آزاد کردہ) ہے، یہی جمہور علماء و محدثین اور اہل سیر و تواریخ وغیرہم کی صحیح و صائب رائے ہے، بعض حضرات نے ان کا نام ”عتیق“ ذکر کیا ہے جیسا کہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر کی کتاب ”الاطراف“ میں مذکور ہے، مگر پہلا قول ہی صحیح ہے، البتہ ان کا لقب عتیق رکھے جانے کے سبب میں علماء کا اختلاف ہے (کہ کس سبب و علت کی وجہ سے ان کا لقب عتیق پڑا) ۸۳۰ - اس کے مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ وہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أَبُو بَكْرٍ عَتِيقُ اللَّهِ مِنَ النَّارِ“ ابو بکر اللہ کی طرف سے عذاب جہنم سے آزاد کردہ ہیں۔ (۱)

الغرض، اسی دن سے ابو بکر کا نام (لقب) عتیق پڑ گیا، مصعب بن زبیر اور دیگر ماہرین النسب فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتیق اس لئے پڑا کہ ان کے نسب میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے اس میں عیب نکالا جاسکے، اس کے علاوہ بھی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

نوٹ: دارقطنی اپنی کتاب ”المؤتلف ۳/۱۶۱۱ میں ذکر کرتے ہیں کہ ان کا نام عتیق ان کی خوبصورتی کی وجہ سے پڑا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں عتیق اس لئے کہا جاتا کہ وہ نار جہنم سے من جانب اللہ آزاد کردہ ہیں۔

۸۳۱ - اسی میں سے ایک ”ابو تراب“ ہے، جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کا لقب ہے، آپ کی کنیت حسن ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد میں اس طرح سویا ہوا پایا کہ ان پر گرد و غبار لگے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ، ابوتراب! اٹھ جاؤ، ابوتراب! اٹھ جاؤ! ————— لہذا یہ خوبصورت و حسین لقب اس کے بعد آپ کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ (۲)

۸۳۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب سے محبوب نام جسے حضرت علیؓ اپنے لئے پسند فرماتے اور جس سے پکارے جانے پر وہ خوش ہوتے وہ یہی لقب، ابوتراب تھا۔ (۳)

۸۳۳ - اسی میں سے ”ذوالیدین“ ہے، ان کا نام ”خرباق“ تھا اور انکا دونوں ہاتھ کافی لمبا تھا، صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں ”ذوالیدین“ کہہ کر پکارتے تھے، جبکہ انکا نام خرباق تھا، یہ اس روایت کے الفاظ ہیں جسے امام بخاری نے کتاب البر والصلہ کے شروع میں نقل کیا ہے۔ (۴)

نوٹ: امام بخاری نے متعدد جگہوں پر اس کی تخریج کی ہے، مثلاً کتاب الادب ”باب ما يجوز من ذكر الناس، نحو قولهم الطويل والقصير“ میں، البتہ بخاری میں ”كتاب البر والصله“ سرے سے موجود ہی نہیں، اس لئے امام نووی کا کہنا کہ یہ اس جگہ ذکر کی گئی ہے، درست نہیں بلکہ یہ کتاب الادب کی روایت ہے۔

(باب-۱۴)

کنیت کا جواز اور اہل فضل کو کنیت سے مخاطب کرنے کا استحباب:

یہ باب اس قدر مشہور ہے، کہ اس میں مقولات نقل کرنے کی ضرورت نہیں اس کے دلائل عوام و خواص ہر ایک میں یکساں و مشترک طور پر مشہور ہیں، اور ادب یہ ہے کہ اہل فضل و صاحب کمال لوگوں کو ان کی کنیت سے مخاطب کیا جائے، اسی طرح اگر انہیں خط لکھا جائے، یا ان سے روایت بیان کی جائے تو ان کی کنیت ذکر کی جائے، مثلاً کہا جائے ”حدثنا الشيخ والامام ابو فلان الخ“ مجھ سے ابو فلان شیخ یا امام نے بیان کیا ہے، اور یہ بھی ادب ہے کہ انسان اپنی کتاب وغیرہ میں صرف اپنی کنیت ہی ذکر نہ کرے (بلکہ اپنا پورا نام بھی ذکر) الا یہ کہ وہ صرف کیفیت ہی سے پہچانا جاتا ہو، یا یہ کہ اس کی کنیت نام کے بنسبت زیادہ مشہور و معروف ہو۔

نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کنیت زیادہ مشہور ہو تو اسی طرح کنیت ذکر کی جائے اور اس سے اوپر والوں کا نام لیا جائے، پھر جس سے وہ معروف ہو مثلاً ابو فلان وغیرہ تو اس کے نام کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا جائے، واللہ اعلم۔

(باب-۱۵)

بڑے لڑکے کے نام کی کنیت رکھنا :

ہمارے نبی کریم ﷺ کی کنیت آپ کے صاحبزادے قاسم سے ”ابوالقاسم“ پڑی اور یہ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، اس باب میں ابو شریح والی حدیث بھی ہے جس کا ذکر (نمبر ۸۲۴ پر) آچکا ہے۔

(باب-۱۶)

اولاد رہنے کے باوجود کسی اور نام کی کنیت اختیار کرنا
یہ باب بہت وسیع ہے، جن حضرات کی کنیت اس طرح کی ہے، ان کی تعداد بیشمار ہے،
اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(باب-۱۷)

بچوں یا ایسے لوگوں کی کنیت رکھنا جنہیں فی الحال کوئی اولاد نہ ہو:
۸۳۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہایت
اچھے اخلاق والے تھے، میرا ایک بھائی تھا جسے ”ابو عمیر“ کہا جاتا تھا، راوی کہتے ہیں، میرا خیال
ہے، انہوں نے ”عمیر“ کے بجائے ”فطیم“ کہا اور نبی کریم ﷺ جب اس کے پاس آتے تو
فرماتے: ”يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّعَيْرُ؟“ اے ابو عمیر (تیرے) بلبل نے کیا کیا؟ اس کے پاس
بلبل تھا جس سے وہ (بیار و محبت کے ساتھ) کھیلا کرتا تھا۔ (۱)

نوٹ: ”نُعَيْر“ نُغَرَ کی تغیر ہے بمعنی بلبل۔ اس حدیث سے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز، بچوں
سے دلجوئی اور پرندوں سے کھیلنے کی اباحت معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ اسے تکلیف نہ دی جائے، نیز
اس میں آپ کے حسن خلق، تواضع و انکساری اور اوصاف حمیدہ اور کریمانہ شامل کا ذکر ہے۔

۸۳۵ - بسند صحیح سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا
اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلیوں، دیگر تمام ازواج مطہرات کی کنیت ہے، تو آپ ﷺ نے
فرمایا، تو اپنی کنیت اپنے لڑکے عبد اللہ پر رکھ لو ”فما کنستی بابنک عبد اللہ“ راوی کہتے ہیں، یعنی
عبد اللہ بن زبیر پر اور عبد اللہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے صاحبزادے تھے، اور
حضرت عائشہؓ کی کنیت ”ام عبد اللہ“ تھی۔ (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہی صحیح و مشہور قول ہے (کہ حضرت عائشہؓ

کی کنیت ام عبد اللہ، بہن کے لڑکے کی وجہ سے ہے)

۸۳۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول جو مروی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ سے مجھے ایک لڑکے کا استسقا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبد اللہ اور میری کنیت ”ام عبد اللہ“ رکھا، تو یہ حدیث ضعیف ہے (کیونکہ داؤد بن حجب محدثین کے نزدیک (ضعیف وغیر معتبر ہیں) (۱) صحابہ کی متعدد جماعت ایسی ہے جن کی کنیت اولاد ہونے سے قبل ہی رکھی گئی، مثلاً ابو ہریرہؓ و ابو حمزہ (انس) اس کے علاوہ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والے ائمہ و علماء کی اتنی بڑی جماعت اس طرح بغیر اولاد کے کنیت اختیار کرنے والوں کی ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں، اور ایسا کرنے میں کوئی کراہت بھی نہیں، بلکہ مذکورہ شرائط کے ساتھ محبوب و پسندیدہ ہے۔

(باب - ۱۸)

ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت :

۸۳۷ - صحیح بخاری و مسلم میں صحابہ کی ایک جماعت سے (جن میں حضرت جابر و ابو ہریرہؓ بھی ہیں) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”سَمُّوا بِأَسْمَائِي وَلَا تَكْنُوا بِكُنْيَتِي“

میرا نام تو رکھو البتہ میری کنیت اختیار مت کرو۔ (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ابوالقاسم کنیت رکھنے کے بارے میں علماء تین

مذہب میں بٹے ہوئے ہیں:

- (۱) امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا کسی کے لئے جائز و حلال نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور، ہمارے علماء میں جن حضرات نے امام شافعی سے یہ مذہب نقل کیا ہے وہ بلند پایہ فقیہ و محدث اور قابل اعتماد و ثقہ ہیں، مثلاً امام ابو بکر البیہقی (۳۰۸/۹) و ابو محمد البغوی، و ابوالقاسم بن عساکر۔ (۳)

(۲) دوسرا مذہب امام مالکؒ کا ہے کہ ابوالقاسم کی کنیت رکھنا جائز و درست ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور انہی و ممانعت آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھی (تاکہ اس کنیت سے بلا تے یا پکارتے وقت اشتباہ نہ ہو)

(۳) اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لئے یہ کنیت اختیار کرنا جائز نہیں البتہ دوسرے نام والے اختیار کر سکتے ہیں۔

ہمارے علمائے شوافع میں امام ابوالقاسم الرافعی فرماتے ہیں کہ یہ تیسرا قول صحت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ لوگ ہمیشہ سے ہر ملک و مقام پر بغیر کسی تکبر کے یہ کنیت رکھتے چلے آ رہے ہیں اور یہی قول ہمارے مذہب والوں کا ہے، اگرچہ یہ بظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ لوگوں کا ایسا کرنے پر اجماع و اتفاق، جبکہ یہ کنیت رکھنے والے اور اسے اختیار کرنے والے بڑے بڑے ائمہ اعلام، اہل حل و عقد اور ایسی مقتدر شخصیات ہیں جن کی دینی امور میں اقتدار کی جاتی ہے، اس سے امام مالک کے مذہب کی تائید و تقویت ہوتی ہے، جو اس کے مطلق جواز کے قائل ہیں، گویا وہ ائمہ حضرات اس نہی و ممانعت کو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص و محدود سمجھتے ہیں، جیسا کہ اس ممانعت کی علت و سبب کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی یہودی نے ”ابوالقاسم“ کنیت رکھی اور اسی کنیت کے ذریعہ سے ”یا ابا القاسم“ کہہ کر پکارتا اور آپ ﷺ کی ایزد رسانی اور تکلیف پہنچانے کا حیثاً نہ عمل کیا کرتا تھا، اور یہ مفہوم و معنویت (آپ کی وفات کے بعد) اب دور ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

(باب-۱۹)

کافروں اور بددینوں کی کنیت رکھنا :

اگر کوئی بدعتی یا کافر یا فاسق و فاجر کی کنیت سے پہچانا جاتا ہو، یا نام لینے سے فتنہ کا خطرہ ہو تو اس کی کنیت رکھنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ“ (الباب ۱) البولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

اس کا نام عبدالعزئی تھا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کی کنیت اس لئے ذکر کی گئی کہ وہ اسی سے جانا جاتا تھا، اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس کے نام کی کراہت و ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کی کنیت ذکر کی گئی، کیونکہ اس نے اپنا نام عبدالعزئی (عزی نامی بت کا بندہ) رکھ رکھا تھا۔

۸۳۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہؓ کی عیادت کرنے کے لئے خچر پہ سوار ہوئے — پھر حدیث ذکر کیا، اور عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کے پاس سے گزرنے کا تذکرہ کیا، پھر اس کے بعد فرمایا: پھر نبی کریم ﷺ چل پڑے یہاں تک کہ سعد بن عبادہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ارشاد فرمایا:

اَيُّ سَعْدٍ: اَلَمْ تَسْمَعْ اِلَيَّ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ - يَرِيدُ عَبْدِ اللَّهِ

بن اُبی - قال: كَذَا وَكَذَا. (۱)

اے سعد کیا تم نے نہیں سنا جو ابو حباب نے کہا، اور ابو حباب سے عبد اللہ بن ابی مراد لیا اور فرمایا اس نے اس اس طرح کہا۔ (پھر پوری حدیث ذکر کی)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حدیث میں بار بار ابو طالب کی کنیت کا ذکر آیا ہے جبکہ ان کا نام عبد مناف تھا۔

۸۳۹ - ابوداؤد کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”هَذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ“ یہ ابورغال کی قبر ہے۔ (۲)

یہ سب اس وقت ہے جبکہ اس میں وہ شرائط پائی جاتی ہوں جس کا ذکر ہم نے مقدمہ میں کیا ہے اور اگر وہ شرائط نہ پائی جائیں تو صرف نام لیا جائے، نام سے زیادہ کنیت وغیرہ ذکر نہ کی جائے۔

۸۴۰ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خط لکھا: ”مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ“

(۱) بخاری ۳۵۶۶، مسلم ۱۷۹۸

(۲) دیکھیں: ابوداؤد ۳۰۸۸، اس کا ذکر پہلے بھی (مرے ہوئے لوگوں کو گالیادینے کی ممانعت کے بیان میں) آچکا ہے۔

وَرَسُولُهُ إِلَى هِرَقْلَ“ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل کے نام۔ (۱) آپ ﷺ نے اس خط میں اس کا نام لکھا اس کی کنیت نہیں لکھا اور نہ ہی شاہ روم کے لقب سے ملقب کیا، جبکہ اس کا لقب ”قیصر“ تھا۔ اس کی مثال بے شمار ہے، اور ہمیں ان کے ساتھ سختی برتنے کا حکم دیا گیا ہے، لہذا مناسب نہیں کہ ہم ان کے لئے کنیت رکھیں یا نرم زبان اور خوش کن عبارت استعمال کریں یا اظہار محبت اور انس و دلجوئی کا مظاہرہ کریں۔

(باب - ۲۰)

بڑی بچیوں کے نام کی کنیت بھی بچوں ہی کی طرح جائز ہے:

یاد رکھیں کہ اس میں کوئی حرج یا اس کی کوئی ممانعت نہیں (یعنی بڑے لڑکے کی طرح بڑی لڑکی کے نام کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں) صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے سلف صالحین کی جماعت کے افاضل و اکابر نے ”ابوفلانہ“ کنیت اختیار کیا ہے (یعنی لڑکی کے نام کی کنیت اختیار کیا ہے) ان میں سرفہرست یہ حضرات ہیں:

حضرت عثمان بن عفانؓ کی تین کنیت تھی، ابو عمرو، ابو عبد اللہ، اور ابولیلی (لیلیٰ ان کی صاحبزادی کا نام ہے) اور ابو درداء اور ان کی اہلیہ درداء، کبریٰ ہیں جو کہ صحابیہ ہیں اور ان کا نام ”خبرۃ“ ہے اور ان کی دوسری بیوی ”ام درداء“ صغریٰ ہیں اور ان کا نام ہجیمہ ہے اور یہ جلیل القدر، فقیہ فاضل اور زبردست عقل و دانش اور فہم و فراست کی مالک تھیں، اور یہ تابعیہ ہیں۔

اور ایک ہیں ”ابولیلی“ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے والد اور ان کی بیوی ام لیلیٰ ہیں ابولیلی ”اور ان کی اہلیہ ام لیلیٰ یہ دونوں صحابی ہیں، اور ایک ہیں ابو امامہ۔ اسی طرح صحابہ کی بڑی جماعت اس طرح کی کنیت (یعنی صاحبزادیوں کے نام کی کنیت) کے حامل تھے، مثلاً ابو ریحانہ، ابو رمثہ، ابو ریمہ، ابو عمر، بشیر بن عمرو، ابو فاطمہ اللیشی (ان کا نام عبد اللہ بن انیس ذکر کیا گیا ہے) ابو مریم، الازدی، ابو رقیہ تمیم داری، ابو کریمہ مقدام بن معدیکرب اور یہ سب کے سب صحابی ہیں۔

اور تابعی میں، ابو عاتشہ مسروق بن اجدع اور ان جیسے بے شمار افراد ہیں۔
 امام سمعیانی اپنی کتاب ”الانساب ۱۲/۳۴۵“ میں فرماتے ہیں کہ ان کا نام مسروق اس
 لئے پڑا کہ بچپن میں انہیں چرایا گیا تھا، پھر بعد میں یہ پائے گئے تھے۔
 - صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی کنیت ”ابو ہریرہ“
 رکھا۔ (۱)

کتاب الاذکار المتفرقة

(متفرق اذکار کا بیان)

اس حصہ میں ہم انشاء اللہ اذکار و دعوات کے متفرق ابواب ذکر کریں گے، جس کا انشاء
 اللہ بڑا فائدہ ہوگا اس کا کوئی خاص ضابطہ بھی نہیں کہ جس کے سبب ہم کسی خاص ترتیب کا التزام
 رکھیں۔

(باب-۱)

خوشخبری کے وقت اللہ کا حمد و ثناء بیان کرنے کی فضیلت:

جسے کوئی ظاہری نعمت حاصل ہوتی ہو، یا اس سے کوئی ظاہری مصیبت دور ہوتی ہو، اس
 کے لئے مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر بجالائے، اور اللہ تعالیٰ جس حمد و ثناء کا اہل ہے
 اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے، اس سے متعلق بے شمار احادیث و آثار ہیں۔
 ۸۴۲ - صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن مہیون سے حضرت عمر بن الخطابؓ کی شہادت کے
 بارے میں شوریٰ والی طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو
 حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ ان سے اپنے دونوں رفقاء، یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دفن کئے جانے کی اجازت چاہیں، جب عبد اللہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تیرے پاس کیا خبر ہے، یعنی کیا خبر لائے ہو انہوں نے جواب دیا وہی جو آپ پسند کرتے ہیں اے امیر المؤمنین، انہوں نے اجازت دیدی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

”الْحَمْدُ لِلَّهِ ، مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ“ (۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اس سے زیادہ اہم میرے نزدیک اور کوئی چیز نہیں تھی۔

(باب-۲)

جب مرغ، گدھے، کتے کی آواز سنے تو کیا کہے :

۸۴۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا سَمِعْتُمْ نَهَاقَ الْحَمِيرِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْتَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا“ (۲)

جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے اور جب تم مرغ کو بانگ دیتے ہوئے سنو تو اللہ سے اس کے فضل و انعام کا سوال کرو کیونکہ اس نے فرشتہ دیکھا ہے۔

۸۴۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”إِذَا سَمِعْتُمْ نَبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهَيْقَ الْحِمَارِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ“ (۳)

جب تم کتوں کو بھونکتے یا گدھوں کی آوازیں میں سنو تو اللہ کی پناہ لو،
کیونکہ یہ اسے دیکھتے جسے تم نہیں دیکھتے ہو۔

(باب-۳)

جب آگ لگتا دیکھو تو کیا کہو :

۸۴۵ - ابن سنی کی کتاب میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا فَإِنَّ التَّكْبِيرَ يُطْفِئُهُ“ (۱)

جب آگ لگتے دیکھو تو اللہ کی تکبیر کہو، کیونکہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اسے
بجھا دیتا ہے۔

تکبیر کے ساتھ ساتھ مصیبت کے وقت کی دعا (جس کا ذکر نمبر: ۳۵۹ پر پہلے آچکا ہے)
اور وہ دعائیں جو پیش آمدہ امور اور آفتوں اور بلاؤں کے وقت پڑھی جاتی ہے، پڑھنا مستحب ہے۔

(باب-۴)

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دعا :

۸۴۶ - سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ كَثُرَ فِيهِ لَعَطُهُ، فَقَالَ: قَبْلَ أَنْ يَقُومَ
مِنْ مَجْلِسِهِ ذَلِكَ: (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفْرَ لَكَ مَا كَانَ فِي
مَجْلِسِهِ ذَلِكَ) (۲)

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۵ حدیث ضعیف ولہ شاہد عند ابن عدی ۶۵/۵، عن ابن عباس

(۲) سنن ترمذی ۳۳۲۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

جو کسی مجلس میں بیٹھا اور وہاں خوب لایعنی باتیں ہوئیں، پھر اس نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے قبل کہہ لیا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْخ، اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیری ہی تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں، تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا اللہ اسے یقیناً معاف کر دیتا ہے۔

۸۴۷ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے (جن کا نام لصلہ ہے) مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے عہد اخیر میں جب مجلس سے اٹھنے لگتے تو فرماتے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ“

اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیری ہی تعریف کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں (توبہ کرتا ہوں) ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اب ایسی بات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ذَلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ“ (۱)

مجلس میں جو کچھ ہو یہ اس کا کفارہ ہے۔

۸۴۸ - حلیۃ الاولیاء میں حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جسے پسند ہو کہ اسے پورا پورا تول کر، وزن کر کے دیا جائے تو اسے مجلس کے اخیر میں اٹھتے وقت یہ کہنا چاہئے:

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى

الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. (الصفات: ۱۸۰)

پاک ہے آپ کا رب جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو (مشرک) بیان کرتے ہیں، پیغمبروں پر سلام ہے اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

نوٹ: یہ اثر ضعیف ہے، حلیہ میں یہ موجود نہیں، البتہ امام بغوی نے ”التفسیر“ ۴/۲۶۶ میں حضرت علی سے موقوف اس کی روایت کی ہے، کنز العمال ۳۳۸۱ میں اسے دیلمی کے حوالہ سے اور سیوطی نے درمنثور ۵/۲۹۵ میں حمید بن زنجویہ سے ”ترغیب“ کے حوالہ سے نقل کیا اور اس میں یہ کلمات تین بار کہنے کا ذکر ہے۔

(باب-۵)

مجمع میں بیٹھنے والے کا اپنے لئے اور تمام شرکار کے لئے دعا کرنا:

۸۴۹ - ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت کم کسی مجلس سے اٹھتے تا آنکہ اپنے اصحاب کے لئے یہ دعا نہ کر لیتے:

اَللّٰهُمَّ اَقِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِنَا ،
وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تَبْلُغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ ، وَمِنْ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ
مَصِيْبَ الدِّينِ ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا عَلَيْنَا بِاَسْمَاءِ عِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا
مَا اَحْيَيْنَا ، وَاَجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاَجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمْنَا
وَاَنْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا ، وَلَا
تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّمْنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ
لَا يَرْحَمُنَا . (۱)

اے اللہ تو ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ دیدے جو ہمارے اور تیری نافرمانی کئے جانے کے درمیان حائل ہو جائے، اور اپنی فرمانبرداری کا

اتنا حصہ دیدے جو تو ہمیں تیری جنت میں پہنچادے اور یقین و ایمان کا
 اتنا حصہ دیدے جو تو ہمارے اوپر دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے، اور
 جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں، آنکھوں اور ہماری طاقت
 و قوت سے ہمیں نفع پہنچا اور اس نفع اور فائدہ کو ہمارا وارث (مرنے
 کے بعد یادگار) بنا اور جو ہم پر ظلم کرے تو اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو
 ہم سے عداوت رکھے اس پر تو ہماری مدد فرما، اور تو ہمارے دین میں
 ہماری مصیبت مت تجویز کر اور تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور
 ہمارے علم کی منزل مقصود نہ بنا، اور نہ ان لوگوں کو ہم پر حکمران نہ بنا جو
 ہم پر ترس نہ کھائیں۔

(باب-۶)

اللہ کا ذکر کئے بغیر مجلس سے اٹھنے کی کراہت:

۸۰۵۰ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَمْنِ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ ،
 إِلَّا قَامُوا مِثْلَ حَيْفَةِ حِمَارٍ ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ
 نہیں اٹھتی کوئی قوم ایسی مجلس سے کہ نہ کیا ہو اس میں اللہ کا ذکر مگر وہ
 اٹھتے ہیں گدھے کے بدبودار مردے جسم کی طرح اور ان کے لئے
 حسرت و ندامت ہوتی۔ (۱)

۸۵۱ - ابو داؤد ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ

تِرَةً وَمَنْ اضْطَجَعَ مُضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ مِنَ
اللَّهِ تِرَةً“ (۱)

جو کسی ایسی مجلس میں بیٹھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اس کے لئے نقص یا حسرت و ندامت یا تاوان ہے اور
کوئی اس طرح لیٹے کہ سونے سے قبل اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی
طرف سے تاوان یا نقص یا حسرت ہے۔

۸۵۲ - ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ ، وَلَمْ يُصَلُّوا
عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ
غَفَرَ لَهُمْ“ (۲)

نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں کہ اس میں نہ انہوں نے اللہ کا ذکر
کیا اور نہ اپنے نبی پر درود و سلام بھیجا مگر ان پر تاوان و حسرت ہے، اگر
اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو انہیں بخش دے۔

(باب - ۷)

راستہ چلتے ذکر الہی کرنا :

۸۵۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا
كَانَتْ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ وَمَا سَلَكَ رَجُلٌ طَرِيقًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ
عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِ تِرَةٌ. (۳)

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۶، اس کی سند جید ہے۔

(۲) سنن ترمذی: ۳۳۸۰، قال هذا حدیث حسن صحیح، وقد روی عن ابی ہریرہ عن النبی

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۷۸، عمل الیوم للنسائی: ۳۰۶، اسنادہ مقبول

جب بھی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں بیٹھتی کہ اس میں اللہ کا ذکر نہ کرتی تو ان کے لئے حسرت و ندامت ہے اور جب بھی کوئی شخص کسی راستہ میں چلتا اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرتا تو اس کے لئے اس میں حسرت و ندامت ہے۔

۸۶۲ - ابن سنی کی کتاب اور بیہقی کی ”دلائل النبوة“ میں حضرت امام باہلیؒ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جب کہ آپ ﷺ تبوک میں تھے حضرت جبریل نے فرمایا :

یا محمد : اَشْهَدُ جَنَازَةَ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْمِزْنِيِّ

اے محمد، آپ معاویہ بن معاویہ کے جنازہ میں شرکت کریں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ، جنازہ میں شرکت کے لئے نکل پڑے اور جبریل علیہ السلام ستر (۷۰۰۰۰)، ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے، جبریل نے اپنا داہنہ بازو پہاڑوں پر ڈالا تو پست ہو گیا، اور بایاں بازو زمین پر ڈالا تو وہ بھی پست ہو کر برابر ہو گئی یہاں تک کہ مدینہ اور مکہ نظر آنے لگا، پھر آپ ﷺ نے اور حضرت جبریل و تمام فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت جبریل سے فرمایا:

يَا جِبْرِيلُ : بِمَ بَلَغَ مُعَاوِيَةُ هَذِهِ الْمَنْزِلَةَ ؟ قَالَ : بِقِرَائَتِهِ ”قُلْ

هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ فَأَتَمَّ وَرَأَا كِبًا وَمَاشِيًا“ (۱)

اے جبریل کس چیز کے سبب معاویہ اس مقام کو پہنچ گئے؟ حضرت جبریل نے فرمایا چلتے، کھڑے اور سوار ہر حال میں ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ پڑھنے کی وجہ سے۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۷۹ دلائل النبوة للبیہقی ۲۳۶/۵ اس کی سند قوی نہیں۔

(باب-۸)

غصہ کے وقت کیا کہنا چاہئے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالكَاطِمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ“ (آل عمران: ۱۳۴)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں میں درگزر کرنے والے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَأَمَّا يَنْزِعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ . (الاعراف: ۲۰۰)

اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

۸۵۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ . (۱)

طاقتور (پہلوان) پچھاڑنے والا نہیں، طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

۸۵۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَاتَعْدُونَ الصُّرْعَةَ فِيكُمْ؟ قُلْنَا، الَّذِي لَا تَصْرَعُهُ الرِّجَالُ،
قَالَ: لَيْسَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ“
(۲)

تم اپنے میں پہلوان کسے شمار کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جسے کوئی نہ پچھاڑ سکے، آپ ﷺ نے فرمایا: (پہلوان) وہ نہیں، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

۸۵۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں صحابی رسول حضرت معاذ بن انسؓ جہنمیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُفْقِدَهُ، دَعَاهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رُؤْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ مِنَ الْحَقِّ مَا شَاءَ (۱)

جس نے غصہ کی شدت کو پی لیا حالانکہ وہ اس کی تنفیذ پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اسے بلائیں گے، یہاں تک کہ اسے اختیار دیں گے کہ جو اور جتنی حور چاہے وہ منتخب کرے۔

۸۵۸ - صحیح بخاری و مسلم میں صحابی رسول حضرت سلیمان بن صُرَد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا اور دو شخص آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے، اس میں سے ایک کا چہرہ سرخ اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ (أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) ذَهَبَ مِنْهُ مَا يَجِدُ

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اسے کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا، اگر ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ کہہ لے تو وہ دور ہو جائے گا جسے وہ اپنے اندر پارہا ہے (یعنی غصہ)

تو لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مرد و شیطان سے اللہ کی پناہ حاصل کرو“ تو اس نے جواب دیا کیا میرے اندر جنون و دیوانگی ہے؟ (۲)

(۱) ابوداؤد: ۴۷۷۷، ترمذی ۲۰۲۱، ابن ماجہ: ۴۱۸۶، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) بخاری ۶۶۱۵، مسلم ۲۶۱۰

۸۵۹ - ابو داؤد و ترمذی میں اسی مفہوم کی روایت حضرت معاذ بن جبلؓ سے بروایت عبدالرحمن ابن ابی لیلی آئی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا: (۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ عبدالرحمن بن ابی لیلی نے حضرت معاذؓ کو نہیں پایا ہے، مگر وہ روایت صحیحین کی روایت جیسی ہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی۔

۸۶۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں غصہ کی حالت میں تھی تو نبی کریم ﷺ نے میری ناک کے نتھنے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے رگڑ دیا پھر فرمایا:

يَا عُوَيْشُ: قُولِي: (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَادْهَبْ غَيْضَ قَلْبِي،
وَاجْرِنِي مِنَ الشَّيْطَانِ) (۲)

اے عائشہ کہو: اے اللہ تو میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے سخت غصہ کو دور فرما اور مجھے شیطان سے پناہ دے۔

نوٹ: اس دعا کے پورے الفاظ اس طرح ہیں، اللَّهُمَّ رَبِّ مُحَمَّدٍ نِ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَادْهَبْ غَيْضَ قَلْبِي وَاجْرِنِي مِنْ مِظْلَاطِ الْفَتَنِ۔ اے اللہ اے محمد کے رب، تو میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصہ کو دور فرما اور فتنوں کی گمراہیوں سے مجھے پناہ دے۔

۸۶۱ - سنن ابی داؤد میں صحابی رسول حضرت عطیہ بن عروہ السعدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تَطْفِئُ النَّارَ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ. (۳)

بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اس لئے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کرنا چاہئے۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۴۵۷، حدیث حسن

(۱) ابو داؤد ۴۷۸، ترمذی ۳۳۵۲

(۳) ابو داؤد ۴۷۸، حدیث حسن، امام احمد نے اپنی سند ۲۲۶/۴ میں بھی اس کی تخریج کی ہے۔

(باب-۹)

محبوب کو اپنی محبت باور کرانا :

اگر کوئی شخص کسی سے اللہ محبت کرتا ہو تو مستحب ہے کہ اسے اپنی محبت کی خبر کر دے، اور محبوب کو چاہئے کہ جواب میں وہ اسے دعا دے۔

۸۶۲ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت مقدم بن معدیکربؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا أَحَبَّ رَجُلٌ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اللَّهُ يُحِبَّهُ“ (۱)

اگر کوئی اپنے کسی دینی بھائی سے محبت کرتا ہو تو چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۸۶۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَعْلَمْتَهُ“ تم نے اسے بتا دیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اعلمه“ اسے بتا دو، تو وہ اس سے جا کر ملا اور اس سے کہا، میں اللہ کے واسطے تم سے محبت کرتا ہوں، اس نے جواب دیا ”أَحَبُّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ“ جس کے واسطے تو نے مجھ سے محبت کیا وہ تم سے محبت کرے (یعنی اللہ تم سے محبت کرے) (۲)

۸۶۴ - سنن ابی داؤد و نسائی میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

يَا مُعَاذُ، وَاللَّهِ إِنِّي لِأَحِبُّكَ أَوْ صَبِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدْعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَنْ تَقُولَ: (اللَّهُمَّ اعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) (۳)

(۱) سنن ابی داؤد ۵۱۲۳، سنن ترمذی ۲۳۹۲، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح

(۲) دیکھیں سنن ابی داؤد ۱۵۱۲۵ اسناد حسن (۳) ابوداؤد ۱۵۲۳، نسائی ۱۳۰۳، اسناد صحیح

اے معاذ اللہ کی قسم میں یقیناً تم سے محبت کرتا ہوں، اے معاذ میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد یہ کہنا مت ترک کرو اللہم اَعِنِّي عَلَى الْخِ اے اللہ تو اپنے ذکر اپنے شکر اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے پر میری اعانت فرما۔

۸۶۵ - سنن ترمذی میں یزید بن نعامہ الضحیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلَ لِلْمَحَبَّةِ (۱)

جب کوئی شخص کسی کو بھائی بنائے تو اس سے اس کا اور اس کے والد کا نام دریافت کرے اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے، کیونکہ یہ محبت کو زیادہ مضبوط کرتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اس سند کے علاوہ کسی اور طرق سے ہم اسے نہیں جانتے، نیز فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے یزید بن نعامہ کے سماع کا ہمیں علم نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابن عمر کی بھی نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس کی سند صحیح نہیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یزید بن نعامہ کی صحبت میں اختلاف ہے عبدالرحمن بن ابی حاتم "الجرح والتعديل ۲۹۲۹" میں فرماتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل نہیں، پھر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ان کی صحبت نقل کیا ہے، مگر اسے غلط قرار دیا گیا ہے۔

(باب - ۱۰)

کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا شخص کو دیکھ کر کیا کہنا چاہئے:

۸۶۶ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ رَأَى مُبْتَلى فَقَالَ، جس نے کسی مبتلا شخص کو دیکھا پھر کہا:

(الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاَکَ بِهِ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْ کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا) لَمْ یُصِبْهُ ذَٰلِکَ الْبَلَاءُ (۱)

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اس (مرض) سے عافیت بخشا جس میں تمہیں مبتلا کیا اور ہمیں اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر فوقیت بخشا تو اسے وہ آزمائش (بیماری) لاحق نہ ہوگی۔

ثبوت: ترمذی کے نسخوں میں ”حدیث حسن“ کے بجائے حدیث غریب ہے، مگر فی الواقع یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، امام مقدالی نے اور خود امام نووی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے، اور اس کی شاہد وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔

۸۶۷ - سنن ترمذی میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأَى صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ : (الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاَکَ بِهِ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْ کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا) اِلَّا غَوِیَ مِنْ ذَٰلِکَ الْبَلَاءِ کَاَنَّا مَا کَانَ مَا عَاشَ (۲)

جس نے کسی مبتلا شخص کو دیکھا پھر کہا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اس (مرض) سے عافیت بخشا جس میں تجھے مبتلا کیا، اور مجھے اپنی مخلوق میں بہتوں پر فوقیت دیا تو یقیناً اسے اس آزمائش (بیماری)

(۱) سنن ترمذی ۳۴۳۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی ۳۴۳۱، حدیث ضعیف

سے عافیت بخش دی جائیگی، خواہ وہ آزمائش جس طرح کی بھی ہو، وہ جب تک زندہ رہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ہمارے علماء وغیرہ فرماتے ہیں کہ: بہتر ہے کہ یہ دعا آہستہ سے اس طرح کہے کہ خود تو سن لے مگر مبتلا شخص اسے نہ سن سکے تاکہ اس کا دل مجروح نہ ہو، الا ایہ کہ وہ مبتلا آزمائش کسی معصیت کی وجہ سے ہو تو اسے سنانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی فساد یا قتل کا اندیشہ نہ ہو۔

(باب-۱۱)

حالت دریافت کئے جانے پر الحمد للہ کہنے کی فضیلت :

جس شخص سے اس کی یا اس کے کسی محبوب یا عزیز کی حالت دریافت کی جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ حالت بہتر ہونے کی صورت میں الحمد للہ کہے۔

۸۶۸ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اس تکلیف کے وقت باہر نکلے جس تکلیف میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا: يَا أَبَا حَسَنٍ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ؟ اے ابو حسن کس حال میں رسول اللہ ﷺ کی صبح ہوئی؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا: ”أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى بَارِئًا“ آپ ﷺ نے بحمد اللہ صحت و سلامتی کے ساتھ صبح کی۔ (۱)

(باب-۱۲)

بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

۸۶۹ - سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ: جَوَّازًا فِي دَاخِلِهِ هُوَ أَوْرَ كَبْ: (۱)

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ)

يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كُتِبَ لَهُ الْآلُفُ الْفَحَسَنَةُ وَمَحَافِنُهُ الْآلُفُ سَيِّئَةٌ، وَرَفَعَ لَهُ الْآلُفُ الْفَ دَرَجَةً (۱)

لا الہ - شیء قدیر تک، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آسکتی، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک ملین نیکی لکھ دیتا اور اس کی ایک ملین برائی مٹا دیتا اور اس کا ایک ملین درجہ بلند فرما دیتا ہے۔

نوٹ : امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اور دوسری روایت یعنی حدیث نمبر: ۳۴۲۹ کی سند میں عمر بن دینار ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے اور ابن معین انہیں ”لا شییء“ امام بخاری ابن علیہ کے حوالہ سے انہیں ”ضعیف“ اور ابو زرہ انہیں ”واہی الحدیث“ قرار دیتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم نے ”المستدرک علی الصحیحین (۵۳۸/۱) میں مذکورہ حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی ہے، بعض میں ان الفاظ کا اضافہ ہے، ”وَبَنَى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“ اور اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کریگا، نیز اس میں کچھ اور بھی اضافہ ہے راوی کہتے ہیں: میں جب خراسان پہونچا تو فقیہ بن مسلم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں آپ کے لئے ایک ہدیہ و تحفہ لیکر آیا ہوں، پھر مذکورہ حدیث بیان کیا:

چنانچہ قتیبہ بن مسلم جماعت کے ساتھ سواری پر سوار ہو کر بازار پہونچتے اور یہ کلمات کہہ کر واپس آجایا کرتے تھے۔

نیز حاکم نے ”المستدرک“ (۵۳۹/۱) میں ابن عمرؓ کی روایت بھی نبی کریم ﷺ سے نقل

کیا ہے حاکم فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت جابر، ابو ہریرہ، بریدہ اسلمی، اور انس رضی اللہ عنہ کی بھی مرویات ہیں، پھر فرماتے ہیں: اس کتاب کی شرائط سے سب سے زیادہ قریب بریدہ اسلمی کی روایت بالفاظ دیگر ہے۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

۱/۸۶۹ حضرت بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بازار میں داخل ہوتے تو فرماتے:

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ السُّوقِ وَخَيْرَ مَا فِيهَا،
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ
أُضَيَّبَ فِيهَا يَمِينًا فَاجِرًا أَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً (۱)

شروع اللہ کے نام سے اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس بازار کے خیر کا اور اس خیر کا جو اس کے اندر پنہا ہے، اور میں آپ کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس کے اندر پنہا ہے، اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں یہاں کسی جھوٹی قسم یا گھٹالے کے سودے میں مبتلا ہونے سے۔

نوٹ: اس کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں موجود راوی ابو عمر واد محمد بن عیسیٰ المدائنی کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو عمر وغیرہ معروف اور مدائنی متروک ہیں، ابن سنی نے بھی اس کی روایت حضرت بریدہ اسلمی ہی سے کی ہے۔ (۲)

(باب-۱۳)

اچھا عمل کرنے والوں کی تعریف و تحسین کرنا:

شادی کرنے والے، خریدنے والے، یا شرعاً کوئی بھی مستحسن عمل کرنے والے کو ”بہتر

(۱) دیکھیں: المسند رک علی التحسین للحاکم ۵۳۹/۱

(۲) دیکھیں: عمل الیوم لابن سنی: ۱۸۰

ہے ”اچھا کیا، بہت خوب“ وغیرہ کہنا مستحب ہے اور پسندیدہ ہے۔

۸۷۰ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ؟ جابر تم نے شادی کر لیا؟ میں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: ”بُكَرًا أَمْ ثِيًّا“ کنواری سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا شادی شدہ سے اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ کنواری لڑکی سے کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی؟ یا یہ فرمایا ”نُضَّاحُكُهَا وَتُضَّاحُكُكَ“ تم اس سے ہنسی مزاق کرتے اور وہ تم سے ہنسی مزاق کرتی، میں نے عرض کیا کہ عبد اللہ یعنی ان کے والد نو یا سات بچیاں اپنے پیچھے چھوڑ کر وفات پائے ہیں، (یعنی میری نو یا سات بہنیں ہیں) مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میں ان بچیوں کے پاس انہیں جیسی کنواری لڑکی شادی کر کے لاؤں، اس لئے میں نے ایسی عورت پسند کی جو ان کی دیکھ بھال اور تربیت کر سکے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اَصْبَتْ“ تم نے بالکل درست کیا پھر آگے پوری حدیث ذکر کرتے ہیں۔ (۱)

(باب-۱۴)

آئینہ دیکھنے کی دعا:

۸۷۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ (۲)
تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے اللہ جس طرح تو نے میری خلقت (شکل صورت) کو حسین بنایا اسی طرح میری سیرت و اخلاق کو بھی حسین بنا۔

نوٹ: اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے، مگر امام احمد بن حنبلؓ کے نزدیک اس کے شواہد حضرت عائشہؓ

وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح موجود ہیں، جس میں آئینہ کا ذکر نہیں۔ (۱)
۱/۸۷۱ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جس میں کچھ اضافہ ہے۔
نوٹ: اور اس کے الفاظ یوں ہے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي حَسَّنَ خَلْقِي وَخَلَقَنِي وَزَانَ مِنِّي مَا شَاءَ
مِنْ غَيْرِي“ (۲)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری شکل و صورت اور
میرے اخلاق کو حسین بنایا، اور دوسروں کے جو اعضاء غیب دار بنائے
وہ میرے موزوں و خوبصورت بنائے۔

۸۷۲ - اسی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی شکل
آئینہ میں دیکھتے تو فرماتے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَوَّى خَلْقِي فَعَدَّلَهُ وَكَرَّمَ صُورَةَ وَجْهِهِ
فَجَسَّنَهَا، وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (۳)

تمام شکر و تعریفیں اس اللہ کا جس نے میری خلقت کو بنایا تو بہت
متناسب بنایا اور میرے چہرے کی صورت کو عزت بخشا تو اچھی شکل کا
بنایا، اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا۔

(باب-۱۵)

حجامت کے وقت کی دعا:

۸۷۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

(۱) دیکھیں: مسند احمد ۳/۴۰۳-۶۸/۶

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۳، اس کی سند میں عمرو بن حصین کو پیشی ۱۷۵/۱، نے متروک قرار دیا ہے

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۴، حدیث ضعیف ہاشم بن عیسیٰ الایمری

”مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ عِنْدَ الْحَجَامَةِ كَانَتْ مَنَفَعَةٌ حَاجَمَتِهِ“ (۱)

جس نے پچھنے لگاتے وقت آیت الکرسی پڑھا تو یہ آیت اس کے پچھنے کے لئے مفید ہوگی۔

نوٹ: ابن کثیر نے آیت الکرسی کی تفسیر میں اسے ذکر کرنے کے بعد اس کی تضعیف کی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں: ”وَأَنَّهُاتَقُومُ مَقَامَ حَجَامَتَيْنِ“ کہ یہ دو پچھنوں کے قائم مقام ہوگا۔

(باب-۱۶)

کان جھنجھناتے وقت کی دعا:

۸۷۴ - ابن سنی کی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا طَنَنْتُ أُذُنَ أَحَدِكُمْ فَلْيَذْكُرْنِي وَلْيُصَلِّ عَلَيَّ وَلْيَقُلْ:

(ذَكَرَ اللَّهُ بِخَيْرٍ مَنْ ذَكَرَنِي) (۲)

جب تم میں سے کسی کا کان جھنجھنائے تو مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود

پڑھے اور کہے ”ذکر اللہ بغیر من ذکرنی“ جس نے مجھے یاد کیا،

اللہ اسے بھی بھلائی کے ساتھ یاد کرے۔

نوٹ: طبرانی نے معجم کبیر و اوسط و صغیر تینوں میں اس کی روایت کی ہے دیکھیں: کبیر ۹۵۸، اوسط ۴۴۵، معجم البحرین ۱۱۰۴ اور بزار نے بھی معجم کبیر کی سند سے روایت کرنے کے بعد اسے حسن قرار دیا ہے (بزار ۳۱۲۵) ابن علان کہتے ہیں کہ امام سخاوی کی رائے میں اس کا ثبوت محل نظر ہے، ابو جعفر عقیلی (۱۶۶۳) فرماتے ہیں کہ کچی کی رائے میں ”لیس له اصل“ اس کی کوئی اصل نہیں طبرانی کی سند کو پیشی کا حسن قرار دینا۔ اور ابن سنی کی سند بھی اسی جیسی ہے، محل نظر ہے کیونکہ اس کے راوی حبان بن علی اور محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع، محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

(باب-۱۷)

پاؤں سن ہونے کے وقت کی دعا:

۸۷۵ - ابن سنی کی کتاب میں یثیم بن حنش سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا ایک شخص نے ان سے کہا، اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کرو تو انہوں نے کہا، یا محمد ﷺ، تو گویا بندھن کھل گیا۔ (۱)

۸۷۶ - ابن سنی ہی کی کتاب میں مجاہد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص کا پاؤں بودہ ہو گیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کرو، اس شخص نے کہا محمد ﷺ تو اس کا بودہ پن دور ہو گیا۔ (۲)

ابن سنی ہی کی کتاب میں ابراہیم بن منذر الحمزائی، امام بخاری کے ان شیوخ میں سے ایک ہیں جن سے انہوں نے اپنی جامع صحیح میں روایت کیا ہے، سے مروی ہے کہ اہل مدینہ کو ابو الغتاہیہ کا یہ شعر بہت پسند تھا جس اس نے کہا ہے:

وَتَخَذَرُ فَنِي بَعْضُ الْأَحْيَانِ رَجُلُهُ

فَإِنْ لَمْ يَقُلْ: يَاعْتَبُ، لَمْ يَذْهَبِ الْخَذَرُ

بسا اوقات اس کا پاؤں سن ہو جاتا ہے۔ اگر ”یاعتب“ (ہائے لنگراہٹ) نہ کہے تو اس کا سن ہونا دور نہیں ہوتا۔ (۳)

(باب-۱۸)

مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں کیلئے بددعا کرنے کی اجازت:

یاد رکھیں کہ یہ بات بہت وسیع ہے، اس کے جواز پر کتاب و سنت کی تصریحات بے شمار

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۱۱۶۹ اس کی سند ضعیف ہے۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۸، ضعیف جدا، غیاث بن ابراہیم کذاب غمیث

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۷۲

ہیں، اور سلف صالحین کا عمل بھی اس پر رہا ہے، اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کے اندر متعدد مقامات پر حضرات انبیاء علیہم السلام والتسلیم کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کافروں کے لئے بددعائیں کی ہیں۔

۸۷۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے موقعہ پر فرمایا:

مَلَأَ اللَّهُ قُيُورَهُمْ وَيُوتَهُمْ نَارًا كَمَا شَعَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ
الْوُسْطَى (۱)

اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے الجھا دیا۔

۸۷۸ - صحیح بخاری و مسلم ہی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کے قاتلوں کے لئے بددعائیں کی اور مسلسل ایک ماہ تک ان کے لئے بددعائیں کرتے رہے، آپ اپنی بدعا میں کہا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ الْعَن رَعْلًا وَذُكْوَانَ وَعُصَيَّةَ“ (۲)

اے اللہ تو قبیلہ رعل و ذکوان اور عصبیہ پر لعنت بھیج۔

فوت: یہ قراءت حضرات پیر معونہ (بنو سلیم کا چشمہ) کے سریہ میں گئے تھے، اور ان کی تعداد باختلاف روایات ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) انصاریوں پر مشتمل تھی ان کے امیر منذر بن عمرو تھے، رعل ذکوان اور عصبیہ والوں نے کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمیر بنی کے علاوہ تمام صحابہ کو قتل کر کے شہید کر دیا تھا۔

۸۷۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے اس طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جس میں ابو جہل اور اس کے بعض قریشی ساتھیوں کی طرف سے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر جانور کے اوجھ کی جھلی ڈالنے کا واقعہ ہے، کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا کیا، اور آپ جب

بدعوار کرتے تو تین بار کرتے تھے، آپ ﷺ نے اپنی بدعوار میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ عَلَيَّكَ بِقُرَيْشٍ (تین بار کہا) پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ عَلَيَّكَ يَا بَنِي جَهْلٍ وَعَتَبَتِ بْنِ رَبِيعَةَ (۱)

اے اللہ تو ہی قریش سے نمٹ پھر فرمایا: اے اللہ تو ہی ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ سے نمٹ اور ساتوں کا نام لیا اور پوری حدیث ذکر کی۔

نوٹ: سات میں سے بقیہ پانچ کفار جن کا نام لیکر آپ ﷺ نے بدعوار کی تھی، یہ لوگ ہیں، شبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، اور عمارۃ بن ولید۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

”اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ معوث کیا، جس جس کا نام آپ ﷺ نے اپنی بدعوار میں لیا تھا ان سبھوں کو ہم نے غزوہ بدر میں مقتول ڈھیر پایا پھر انہیں گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا۔“

۸۸۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدعوار کرتے ہوئے فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ اَشْدِّدْ وُطْآنَكَ عَلٰی مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِي يُوْسُفَ“ (۲)

اے اللہ تو مضر (کفار قریش) کی سخت ترین گرفت فرما (انہیں روند دے) اور اس گرفت کو ان پر یوسف علیہ السلام کے سالوں (قحط سالی) کی طرح سالوں رکھ۔

۸۸۱ - صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”كُلْ بِيَمِينِكَ“ اپنے داہنے ہاتھ سے کھا، اس نے جواب دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا“

استطعت“ تجھے قدرت نہ ہو سکے ”مَامَنْعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ“ اسے صرف اس کے تکبر نے اس سے باز رکھا ہے) راوی کہتے ہیں ”فَمَارَ فَعَمَّا الْي فِيهِ“ پھر وہ اپنا دامن ہاتھ اپنے منہ تک نہیں اٹھا سکا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ: یہ شخص بمر بن راغی العیر الاشجعی ہیں، جو صحابی

رسول ہیں، اس روایت کے اندر حکم شرعی کی مخالفت کرنے والوں پر بددعا کرنے کا جواز ہے۔ (۱)

۸۸۲۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں

نے حضرت عمرؓ سے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر دیا، اور ان کا

نگراں مقرر کر دیا، پھر حدیث ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک یا کئی

لوگوں کو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کوفہ بھیجا، کوئی مسجد ایسی نہ چھوئی کہ ان

کے بارے میں پوچھا نہ گیا ہو، اور لوگ ان کی تعریفیں کرتے، یہاں تک کہ بنو عیسٰی کی ایک مسجد

میں وہ (نقیب) داخل ہوئے، تو ان میں سے ایک شخص جسے اسامہ بن قنادہ کے نام اور ابوسعہ کی

کنیت سے جانا جاتا تھا کھڑا ہوا اور بولا، اگر آپ ہم سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں تو بے شک سعد بن

سریہ میں جاتے (نہ جہاد کرتے) نہ برابر تقسیم کرتے، اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کہتے ہیں، تو

حضرت سعدؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم ہم (اس کے لئے) تین چیزوں کی بددعا ضرور کریں گے۔

”اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَاطِلْ

عُمُرُهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرَّضْهُ لِلْفِتَنِ“

اے اللہ، اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور شہرت کے لئے کھڑا

ہوا ہے، تو تو اس کی زندگی طویل کر دے، اس کے فقر و فاقہ کو لمبا

کر دے، اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔

تو وہ شخص اس کے بعد اپنے کو شیخ مفتون (بتلا، فتنہ بوڑھا) کہتا، اور کہتا کہ مجھے سعد کی

بددعا لگ گئی۔ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرنے والے راوی عبد الملک بن عمیر کہتے

ہیں کہ میں نے اسے بعد میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں، اور وہ راستوں اور گزرگاہوں میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا اور انہیں آنکھیں مارا کرتا تھا۔ (۱)

۸۸۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ سعید بن زیدؓ پہ آروئی بنت قیس (بعضوں نے بنت اولیس بھی کہا ہے)، نے مروان بن حکم کی عدالت میں مقدمہ کیا اور دعویٰ کیا کہ انہوں سعید بن زیدؓ نے اس کی زمین کا کچھ حصہ ہڑپ لیا ہے، غصب کر لیا ہے، اس پر حضرت سعید نے فرمایا، کیا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن لینے کے بعد بھی میں زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں؟ مروان نے کہا، تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

”مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طُوقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ“

جس نے ایک بالشت زمین ظالمانہ طریقہ پر لیا تو ساتوں زمین کا اس کے گلے میں طوق ڈالا جائیگا۔

اس پر مروان نے کہا، اس کے بعد میں تمہیں دلیل پیش کرنے کے لئے نہیں کہوں گا، پھر حضرت سعید نے فرمایا:

”اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعِمَّ بَصَرَهَا ، وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا“

اے اللہ اگر وہ جھوٹی ہے تو تو اسے اندھا کر دے اور اس کی زمین میں موت دے۔

راوی کہتے ہیں: چنانچہ وہ مرنے سے پہلے نابینہ ہو گئی اور وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ (۲)

(باب-۱۹)

اہل معصیت و بدعت سے اپنی برائت ظاہر کرنا :

۸۸۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ کو شدید تکلیف ہوئی جس سے ان پر بیہوشی طاری ہو گئی، جبکہ ان کا سر ان کی بیویوں میں سے کسی گود میں تھا، یہ دیکھ کر وہ زور سے چیخ پڑی، مگر ابوموسیٰ (عجی کی وجہ سے) اس پر کچھ ٹکیر نہ کر سکے، جب انہیں ہوش آیا تو بولے میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ ﷺ نے اپنی برائت کی ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے چیخنے والی، سر منڈالینے والی اور کپڑے پھاڑ لینے والی (صالحہ، حائقہ، اور شاقہ) سے اپنی برائت کی ہے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: صالحہ وہ عورت ہے جو زور زور سے چیخ و پکار کرے اور حائقہ اس عورت کو کہتے ہیں جو مصیبت کے وقت اپنا سر منڈالے اور شاقہ اس عورت کو کہتے ہیں جو مصیبت کے وقت اپنا کپڑا یا گریبان چاک کرے۔

۸۸۵ - صحیح مسلم میں یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا اے ابو عبد الرحمن ہماری طرف کچھ ایسے لوگ رونما ہوئے ہیں جو قرآن بھی پڑھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور ہر کام خود بخود ہی ہوتا رہتا ہے، تو ابن عمر نے جواب دیا، جب تم ان سے ملو تو انہیں بتادو کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں:) ”الامر ائف“ میں ائف، ہمزہ اور نون دونوں کے پیش کے ساتھ ہے اور اس کا معنی ہے از سر نو ہونا، از خود ہونا کہ جس سے پہلے نہ اس کا علم ہو اور نہ اندازہ یا تقدیر۔ اہل ضلالت و گمراہی اس مسئلہ میں جھوٹے ہیں کیونکہ تمام مخلوقات میں اللہ کا علم پہلے سے ہے اور اس کی طرف سے مقدر ہے۔

(باب-۲۰)

کسی برائی کو دور کرتے ہوئے کیا کہنا چاہئے :

۸۸۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو کڑی (چھڑی) تھی، آپ اس سے ان بتوں کو مارتے اور کہتے جاتے تھے:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (الاسراء: ۸۱)

جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ (سبا: ۴۹)

حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

حق آچکا باطل نہ پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

(باب-۲۱)

جس کی زبان میں فحش گوئی یا بدزبانی ہو اسے کیا کرنا چاہئے :

۸۸۷ - سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بدزبانی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ؟ إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ

يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ (۱)

تو استغفار سے کہاں دور ہے؟ میں ہر روز اللہ عزوجل سے سو بار

استغفار کرتا ہوں۔

نوٹ: امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ۴۳۸-۴۵۰-۴۵۱ پر اور ابن حبان نے الموارد: ۲۴۵۸ میں اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں عبید بن مغیر نامی راوی مجہول ہیں کذا فی التقریب۔

(باب-۲۲)

جب سواری کا جانور پھسل جائے تو کیا کہے :

۸۸۸ - سنن ابی داؤد میں مشہور تابعی ابو یلیخ ایک شخص صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم کا ردیف، سواری پہ پیچھے سوار تھا کہ سواری پھسل گئی تو میں نے کہا:

تَعَسَ الشَّيْطَانُ، شَيْطَانُ كَاخَانَةَ خَرَابٍ هُوَ تَوَّأَبٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَرَمَا تَقْلُ
تَعَسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَعَاظَمَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلُ
النَّبِيِّ وَيَقُولُ بِقُوَّتِي وَلَكِنْ قُلْ بِاسْمِ اللَّهِ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ
ذَلِكَ تَصَاعَرَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الدُّبَابِ (۱)

”تعس الشيطان“ شيطان گرے یا ہلاک ہو مت کہو کیونکہ اگر تو یہ کہے گا تو وہ پھول جائے گا (اپنے کو بڑا تصور کریگا) یہاں تک کہ وہ پھول کر گھر کے مانند ہو جائیگا، اور کہے گا کہ یہ میری طاقت و قدرت سے ہوا البتہ ”بسم اللہ“ کہو کیونکہ اگر تو یہ کہے گا تو وہ حقیر و کتر ہو جائیگا، یہاں تک کہ کبھی کے برابر ہو جائیگا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ابو داؤد نے ابو یلیخ سے اسی طرح ”عن رجل“

ہو ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ روایت کیا۔

۸۸۹ - اور ابن سنی کی کتاب میں ابو یلیخ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد صحابی ہیں، جن کا نام صحیح و مشہور قول کے مطابق اسامہ ہے۔ ان کے نام کے بارے میں کئی اور اقوال بھی ہیں، اور یہ دونوں روایتیں صحیح و متصل ہیں، کیونکہ ابو داؤد کی روایت میں مجہول شخص صحابی ہیں، اور تمام صحابہ عدول ہیں، ان کے نام کی جہالت صحت حدیث کے لئے مضر نہیں۔

تعس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے ہلاک ہونا، بعض نے گرنا کسی نے پھسلنا

اور کسی نے ”لَئِمَّةُ الشَّرِّ“ یعنی برائی لگنا لکھا ہے، اور یہ عین کے زیر اور زبردنوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے، مگر زبر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے، امام لغت علامہ جوہری نے اپنی صحاح ۲/۹۰۷ میں اس کے علاوہ اور کوئی معنی ذکر نہیں کیا ہے۔

(باب - ۲۳)

حکمر اں کی موت پر خطبہ دینا :

مسلمان والی و حکمر اں کی موت پر کسی معمر شخص کا خطبہ دینا اور لوگوں کو صبر و سکون کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

۸۹۰ - بخاری کی مشہور صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن حضرت ابو بکر صدیقؓ کا خطبہ مروی ہے کہ جس میں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدَمَاتُ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ

اللَّهُ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ . (۱)

جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد کی وفات ہو چکی ہے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آ سکتی۔

۸۹۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات ہوئی، جبکہ وہ بصرہ و کوفہ کے امیر تھے، تو حضرت جریر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء بیان کیا اور فرمایا (لوگو) تم پر لازم ہے اللہ کا تقویٰ (اس سے ڈرتے رہنا) جو تمہارا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور تم پر لازم ہے سکون و وقار کا دامن تھامے رہنا، یہاں تک کہ تمہارا دنیا امیر مقرر ہو جائے، اور وہ ابھی مقرر ہونے ہی والا ہے۔

(باب-۲۲)

حسن سلوک کرنے والے کو دعا دینا:

۸۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کو گئے تو میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی لا کر رکھ دیا، آپ جب باہر آئے تو دریافت کیا ”من وضع هذا“ یہ کس نے رکھا ہے، لوگوں نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ“ اے اللہ تو اسے خوب سمجھ عطا فرما۔ بخاری کی روایت ہے ”اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“ اے اللہ تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ (۱)

۸۹۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کے متعدد معجزات کا ذکر ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ سفر کے درمیان رواں دواں تھے، اور نصف شب گزر چکی تھی، میں آپ کے پہلو میں تھا کہ آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہو گئی، آپ سواری سے جھک گئے، آپ کو جگائے بغیر میں نے آکر آپ کو سہارا دیا تو آپ سواری پر برابر ہو گئے، پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا، آپ پر پھر غنودگی طاری ہوئی اور آپ ﷺ سواری سے جھک گئے، آپ کو اٹھائے بغیر میں نے پھر آپ کو سہارا دیا تو آپ سواری پر برابر سیدھے ہو گئے پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ جب سحر کا آخری وقت ہو گیا تو آپ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اس طرح جھک پڑے کہ گرنے کا خطرہ ہو گیا میں نے آکر آپ کو پھر سہارا دیا، تو آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا ”من هذا؟“ ”یہ کون ہے؟“ میں نے عرض کیا ابو قتادہ، آپ نے فرمایا: ”متی كان هذا مسيرك مني“ تیرا یہ سفر میرے ساتھ کب سے ہے؟ میں نے عرض کیا، آپ کے ساتھ میرا یہ سفر پوری رات سے ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”حَفِظَكَ اللَّهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّكَ“ جس طرح سے تو نے اپنے نبی کی حفاظت کی اللہ اسی طرح تیری حفاظت فرمائے۔ (آگے پوری حدیث مذکور ہے) (۲)

۸۹۴ - سنن ترمذی میں حضرت اسامہ بن زید رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ صُنِعَ لَهُ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ (جزاك الله خيراً) فَقَدْ
أَبْلَغَ فِي الشَّاءِ“ (۱)

جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے کو
’جزاک اللہ خیرا‘ اللہ تجھے بہتر بدلہ دے، کہے تو اس نے تعریف و شکر
یہ کا حق ادا کر دیا۔

۸۹۵ - سنن نسائی، ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ربیعہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیا اور جب مال آیا تو آپ نے مجھے ادا کر دیا اور فرمایا:

بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ
وَالْإِدَاءُ. (۲)

اللہ تیرے مال اور اہل و عیال میں برکت دے قرض کا بدلہ حمد و ثنا اور
ادا ہوگی ہی ہے۔

نوٹ : یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، عبداللہ بن ربیعہ نے فتح مکہ کے وقت ایمان لایا تھا، اور آپ ﷺ نے ان سے یہ قرض غزوہ حنین کے موقع پر لیا تھا۔

۸۹۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ الحبلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ زماخہ
جابلیت میں قبیلہ نخعم کا ایک گھر تھا جسے وہ ”کعبہ یمان“ کہتے تھے اس کا دو نام ”ذو الخلصہ“ بھی
تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”هَلْ أَنْتَ مُرَبِّحِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ“ کیا تم مجھے
”ذو الخلصہ“ سے سکون پہونچا سکتے ہو؟ میں قبیلہ خمس کے ڈیرہ سواروں کو لیکر وہاں پہونچا اور

(۱) سنن ترمذی ۲۰۳۵، وقال الترمذی حدیث حسن جید غریب

(۲) سنن نسائی ۴۶۸۳، ابن ماجہ ۲۳۳۲، عمل الیوم لابن سنی ۲۷۸

اسے ڈھادیا اور جسے وہاں پایا اسے قتل کر دیا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں واپس آکر اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے میرے لئے اور قبیلہ حمص کے لئے دعائیں دی۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمص کے گھوڑسواروں اور حمص کے جوانوں کے لئے پانچ بار برکت کی دعا دی۔ (۱)

۸۹۷ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زحرم کے پاس آئے تو لوگ اس کا پانی پلا رہے تھے، اور اس کام میں لگے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: "اَعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَىٰ عَمَلٍ صَالِحٍ" کرتے رہو کیونکہ تو نیک کام کر رہے ہو۔

(باب-۲۵)

ہدیہ لیتے وقت کی دعا:

جب کوئی کسی کو کچھ ہدیہ دے اور ہدیہ قبول کرنے والا اسے دعا دے تو ہدیہ دینے والے کو چاہئے کہ وہ اس کی دعا کا جواب اسی طرح دے:

۸۹۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی نے بکری بطور تحفہ پیش کیا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اسے تقسیم کر دو، حضرت عائشہؓ نے خادمہ کے ذریعہ اسے تقسیم کر دیا، خادمہ جب تقسیم کر کے واپس آئی تو حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ ان لوگوں نے کیا کہا ہے، خادمہ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے "بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمْ" کہا کہ اللہ تم سبھوں میں برکت دے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "وَفِيهِمْ بَارَكَ اللَّهُ" اور ان سبھوں کو بھی اللہ برکت دے۔ ہم اسی طرح ان کی دعا کا جواب دیں گے، جس طرح انہوں نے ہمیں دیا اور ہمارا ثواب ہمارے پاس برقرار رہے گا، (یعنی جس طرح انہوں نے ہمیں دعا دی اسی دعائیہ جملہ کو ہم انہیں لوٹا دیں گے، تو ہمارا ثواب ہمیں باقی رہے گا، اور ہمیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا انہیں ملا ہے۔ (۲)

(۱) بخاری ۲۳۵۶، مسلم ۲۳۷۶

(۲) دیکھیں عمل الیوم لابن سنی ۲۷۹

نوٹ: یہ حدیث حسن ہے، اسے امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ ۳۰۳، میں روایت کیا ہے، اور ابن سنی نے اسی سے نقل کیا ہے، نورد علیہم مثل ما الخ نسائی کی کتاب میں تو ہے مگر ابن سنی کی کتاب میں نہیں ہے۔

(باب-۲۶)

کسی عذر شرعی کی وجہ سے ہدیہ قبول کرنے سے معذرت:

منصب قضا یا کسی عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے جہاں ہدیہ قبول کرنا ناپسندیدہ ہے اگر ہدیہ قبول کرنے سے قاصر ہو تو اظہار معذرت کرنا مستحب ہے۔

۸۹۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہؓ نے نبی کریم ﷺ کو جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا جبکہ آپ حالت احرام میں تھے، تو آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا، اور فرمایا:

”لَوْلَا اَنَا مُحْرِمُونَ لَقَبَلْنَاهُ مِنْكَ“ (۱)

اگر ہم لوگ محرم نہ ہوتے تو تمہاری اس پیش کش کو ضرور قبول کر لیتے۔

(باب-۲۷)

تکلیف دور کرنے والے کے لئے دعا:

۹۰۰ - ابن سنی کی کتاب میں سعید بن مسیبؓ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے کچھ تیکا وغیرہ نکالا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَسَحَ اللَّهُ عَنْكَ يَا أَبَا أَيُّوبَ، مَا تَكْرَهُ“ اے ابو ایوب اللہ تیری ہر ناگوار بات کو دور فرمائے۔ (۲)

۹۰۱ - ابن سنی کی ایک دوسری روایت سعید بن مسیبؓ ہی سے ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ دور کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَكُنْ بِكَ السُّوءُ يَا أَبَا أَيُّوبَ لَا يَكُنْ بِكَ السُّوءُ“ (۱)

تمہیں کچھ ضرر نہ پہونچے اے ابوالایوب تمہیں کچھ ضرر نہ پہونچے۔

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے، الاذکار کے نسخوں میں سعید کے بجائے سعد ہے مگر ابن سنی کی کتاب میں سعید ہی ہے جو صحیح ہے، الاذکار میں غلط نقل ہو گیا ہے۔

۹۰۲ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن بکر الباہلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے سر یا داڑھی سے کچھ لیکر دور کیا، تو اس نے بطور دعا حضرت عمرؓ کو کہا، ”صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ السُّوءَ“ اللہ آپ سے ہر مصرت رساں شئی کو دور کر دے، تو حضرت عمرؓ نے اسے جواب دیا ”صَرَفَ عَنَّا السُّوءَ مُنْذُ اسَلَمْنَا“ جب سے ہم نے اسلام قبول کیا تب ہی سے اللہ نے ہم سے مصرت و برائی (کفر) کو دور کر دیا، البتہ اگر تم سے کوئی چیز لیکر دور کی جائے تو یوں کہو: ”اِخَذْتُ يَدَاكَ خَيْرًا“ تیرے ہاتھ نے خیر کا کام کیا۔ (۲)

(باب-۲۸)

فصل کا پہلا پھل دیکھنے کے وقت کی دعا:

۹۰۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فصل کا جب پہلا پھل نظر آتا تو لوگ اسے آپ ﷺ کے پاس لیکر آتے، آپ ﷺ اسے لیکر فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا

فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدْنَانَا“ (۳)

اے اللہ تو ہمارے پھلوں میں برکت دے تو ہمارے شہر میں برکت دے تو ہمارے اوزان صاع میں برکت دے اور تو ہمارے اوزان مد میں برکت دے پھر سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل دیدے۔

مسلم کی دوسری روایت ۱۳۷۳، اور ۴۷۲ میں یہ اضافہ بھی ہے بركة مع بركة، بركت کے ساتھ بركت دے۔ پھر موجود بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو دیدیتے۔

اور ترمذی کی روایت (حدیث نمبر ۳۴۵۴) میں ہے کہ جو سب سے چھوٹا بچہ نظر آتا وہ اسے دیدیتے، اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، ابن سنی کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب فصل کا نیا پھل آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر، ونٹوں پر رکھتے (چومتے) اور فرماتے:

”اللَّهُمَّ كَمَا أَرَيْتَنَا أَوَّلَهُ فَأَرِنَا آخِرَهُ“ (۱)

اے اللہ جس طرح تو نے اس کا پہلا پھل دکھایا ہے، اس کا آخری پھل بھی دکھا۔

پھر جو بھی بچہ آپ کے پاس ہوتا وہ اسے دیدیتے۔

نوٹ: حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس کے شواہد موجود ہیں، امام طبرانی نے ”المعجم الکبیر“ ۱۱/۱۶۱ میں اور الصغیر ۹۱ میں اسے ابن عباس سے روایت کیا ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ معجم صغیر کی روایت کے رجال بخاری کے رجال ہیں، اور اس کے الفاظ یوں ہیں:

كَانَ إِذَا آتَى بِالْبَكُورَةِ مِنَ الثَّمَرَةِ قَبْلَهَا أَوْ جَعَلَهَا عَلَى عَيْنَيْهِ،
ثُمَّ أَعْطَاهَا أَصْغَرَ مَنْ يَحْضُرُ مِنَ الْوِلْدَانِ.

جب آپ کے پاس فصل کا پہلا پھل لایا جاتا تو آپ اس کو چومتے یا اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر جو بچہ موجود ہوتا اسے دیدیتے تھے۔

(باب-۲۹)

تعلیم و موعظت میں میانہ روی:

یاد رکھیں کہ جب کوئی وعظ و نصیحت کرے، یا علم کی بات بتائے تو مستحب ہے کہ اس میں

میانہ روی اختیار کرے، اکتا دینے کی حد تک اس میں طول نہ دے کہ لوگ اس سے دل برداشتہ ہو جائیں اور اس کی چاشنی و عظمت، لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے، اور لوگ علم و معرفت اور خیر کی بات سننے کو ناپسند کر کے ممنوع و محرم شئی میں مبتلا ہو جائیں۔

۹۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت شقیق بن سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہمیں ہر پچاس دنوں پہ وعظ کیا کرتے تھے، ایک شخص نے ان سے عرض کیا، میری خواہش ہے کاش آپ ہمیں ہر روز نصیحت کرتے، تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: مجھے اس سے اس کے سوا اور کوئی مانع نہیں کہ میں تمہیں اکتا دینے اور بد دل کر دینے کو پسند نہیں کرتا اور میں تو اسی طرح تمہیں وعظ و نصیحت کرتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ ہمیں بد دل اندیشہ سے کبھی کبھی ہی کیا کرتے تھے۔ (۱)

۹۰۵ - صحیح مسلم میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

إِنَّ طُولَ الصَّلَاةِ وَقَصْرَ خُطْبَتِهِ مَنَّةٌ مِّنْ فَهْمَةٍ ، فَاطِيلُوا
الصَّلَاةَ وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ “ (۲)

انسان کے نماز کی طوالت اور خطبہ کا اختصار اس کے فقہ اور سمجھداری کی علامت ہے، اس لئے نماز کو طول دو اور خطبہ میں اختصار کرو۔

ابن شہاب زہری سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب مجلس طویل ہوتی ہے تو اس میں شیطان کا کچھ حصہ نکل آتا ہے، یعنی طوالت کی وجہ سے شیطان کو وسوسہ پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ علم کی عظمت و جلالت کے تارک اور اس سے متنفر و بد دل ہو جاتے ہیں، اور نہ پڑنے والی باتوں میں لوگ پڑ جاتے ہیں۔

(باب - ۳۰)

خیر کی نشاندہی اور اس پر لوگوں کو ابھارنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“ (المائدہ ۲) اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور بھلائی و پرہیزگاری پر۔

۹۰۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا (۱)

جس نے کسی ہدایت کی دعوت دی تو اس کے لئے اتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کے لئے ، اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی ، اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والے کے لئے ، اس کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۹۰۷ - صحیح مسلم ہی کے اندر اصحاب بدرین میں سے حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ“ جس نے کسی خیر و بھلائی کی رہنمائی کی تو اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس کے کرنے والے کے لئے۔ (۲)

۹۰۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

قَوْلَ اللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ

(۱) ”النَّعَمُ“

اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعہ کسی ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔

۹۰۹ - صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا قول مروی ہے کہ:

”وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ“ (۲)

اللہ بندے کی مدد و نصرت میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت میں رہتا ہے۔

یہ پوری حدیث کا ٹکڑا ہے اس سے پہلے کے الفاظ اس طرح ہیں:

مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُفْرِيَّةً مِنْ كُفْرِبِ الدُّنْيَا ، نَفَسَ اللّٰهُ عَنْهُ
كُفْرِيَّةً مِنْ كُفْرِبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جس نے کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت و تکلیف کو دور کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن کی مصیبتوں و مشقتوں میں سے کچھ مشقت کو دور کرے گا۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار صحیح و مشہور احادیث اس باب میں وارد ہوئی ہیں، جو کتب صحاح میں موجود ہیں۔

(باب-۳۱)

اگر خود کو علم نہ ہو تو اہل علم کی طرف محول کرے :

اگر کسی عالم سے علم کے باب میں کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے، اور اسے اس کا علم نہ ہو، اور وہ جانتا ہو کہ اس کا علم کسے ہے اور کون یہ مسئلہ بتا سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ سائل کو اس کی نشاندہی کرے کہ وہ اس کے پاس جا کر اپنی علمی دشمنی دور کر سکے۔ اس سے پہلے والے باب

کی احادیث بھی اس باب میں ذکر کی جاسکتی ہیں۔

۹۱۰۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الَّذِينَ النَّصِيحَةُ“ دین درحقیقت اخلاص و نصیحت ہے، اور یہ بھی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت و خیر خواہی ہے (نصیحت کا معنی اخلاص اور خیر و صلاح کی طرف بلانا اور شر و فساد سے روکنا ہے۔ (۱)

۹۱۱۔ صحیح مسلم میں حضرت شریح بن ہانی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں خفین پر مسح کرنے سے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس جا کر ان سے دریافت کرو، کیونکہ وہی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے دریافت کیا، پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔ (۲)

نوٹ: حدیث کا بقیہ حصہ اس طرح ہے: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ“ حضرت علی نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس (خفین پر مسح) کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر کیا ہے۔

اس حدیث کے اندر حضرت عائشہؓ کی منقبت بھی ہے کہ انہوں نے وہی طریقہ اپنایا جو کسی بڑے صاحب علم کو زیب دیتا ہے، کہ وہ اسے اپنانے کی کوشش کرے یعنی اگر اس سے کچھ دریافت کیا جائے اور اس کا علم نہ ہو تو خامہ فرسائی یا قیاس و تخمین کی باتیں کرنے کے بجائے اس کا علم رکھنے والے کے پاس اسے بھیج دے۔ اسی طرح اس کے اندر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم و فضل کی برتری کا اقرار و اعتراف بھی ہے۔

۹۱۲۔ صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ہشام بن عامر کے واقعہ میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ سعد کا رسول اللہ ﷺ کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کرنے کا ارادہ ہوا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے اس کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا روئے زمین پر رسول اللہ ﷺ کی وتر کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت

کے بارے میں کیا میں تمہیں نہ بتاؤں؟ انہوں نے استفسار کیا کہ وہ کون؟ تو ابن عباس نے جواب دیا عائشہؓ ان کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو، پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔ (۱)

۹۱۳ - صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حطان سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ریشم کے کپڑے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو، میں نے ان سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا: ابن عمر سے دریافت کرو میں نے ابن عمر سے دریافت کیا تو فرمایا مجھے ابو حفص (یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم) نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

”إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَبِيرُ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَقَ لَهُ فِي

الْآخِرَةِ“ (۲)

دنیا میں ریشم کا کپڑا وہی زیب تن کرتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اس باب میں اس کے علاوہ بے شمار صحیح و مشہور احادیث منقول ہیں۔

(باب-۳۲)

اگر شرعی فیصلہ کرانے کی دعوت دی جائے تو کیا جواب ہونا چاہئے:

جسے کہا جائے کہ میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب، یا رسول اللہ ﷺ کی سنت، یا علمائے اسلام کے اقوال سے حکم ہیں، یا اسی طرح کے جملے مثلاً ”جھگڑا ختم کرانے کے لئے میرے ساتھ مسلمانوں کے حاکم یا مفتی کے پاس چلو“ کہا جائے تو بہتر ہے کہ وہ اس کے جواب میں کہے: ”سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا“ ہم نے سنا اور مانا۔ یا یہ کہے ”سَمِعْنَا وَطَاعْنَا“ برضا و رغبت و بخوشی، یا یہ کہے: ”نَعَمْ وَكَرَامَةً“ ہاں ہاں عزت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا قَوْلُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

اَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (النور: ۵۱)
ایمان والوں کی بات یہ تھی کہ جب بلائیے ان کو اللہ اور رسول کی طرف
فیصلہ کرنے کو انہیں تو کہیں ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا، اور وہ لوگ کہ
انہی کا بھلا ہے۔

(فصل)

جسے نصیحت کی جائے اس کا جواب کیا ہونا چاہئے:

جس شخص کی کسی سے خاصیت یا کسی معاملہ میں نزاع ہو اور اس سے کہا جائے کہ ”اللہ سے
ڈرو“ یا ”اللہ کا خوف کرو“ یا ”اللہ کو حاضر و ناظر جانو“ یا یہ کہے ”یاد رکھو کہ اللہ تجھ سے آگاہ و مطلع ہے“ یا
کہے ”یاد رکھو تو جو کچھ بولے گا اللہ کے نزدیک تیرے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا، اور اس کا حساب
لیا جائے گا“، یا اس سے کہے ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ
مُّحْضَرًا“ (آل عمران: ۳۰)، جس دن موجود پایگا ہر شخص جو کچھ کہ کیا ہے اس نے نیکی اپنے سامنے رکھی۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ“ (البقرہ: ۲۸۱) اور ڈرتے رہو اس دن
سے جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، یا اسی جیسی دوسری آیات قرآنی، یا کلمات کہے جائیں، تو
مناسب ہے کہ سننے والا اسے باادب سنے اور جواب میں کہے: ”ہم نے سنا اور مانا“ یا ”اللہ ہمیں اس
کی توفیق دے“ یا ”اللہ کی مہربانی کے ہم طالب ہیں“، پھر مخاطب سے نرمی سے گفتگو کرے اور اپنے
الفاظ کی ادائیگی میں ناشائستگی سے مکمل پرہیز و احتیاط کرے، اکثر لوگ ایسے موقعوں سے نامناسب
جملے استعمال کر لیتے ہیں، اور کبھی تو ایسا جملہ بھی استعمال ہو جاتا ہے، جس سے کفر لازم آتا ہے۔

اسی طرح اگر اس کہا جائے کہ ”تمہارا یہ عمل حدیث رسول ﷺ کے برخلاف ہے“، تو
مناسب ہے کہ وہ یہ نہ کہے کہ ”میں حدیث کو نہیں مانتا، یا اس کا التزام نہیں کرتا، یا اس پر عمل نہیں کرتا“،
یا اس طرح کے بڑے الفاظ استعمال نہ کرے، اگرچہ وہ حدیث جس کا حوالہ دیا جا رہا ہو کسی
خصوصیت کی وجہ سے متروک الظاہ ہو، یا اس میں تاویل کی گئی ہو، بلکہ ایسی صورت میں وہ صرف یہ

کہے کہ مذکورہ حدیث مخصوص ہے یا مودل یعنی اس میں تاویل کی گئی ہے یا وہ بالا جماع متروک الظاہر ہے، یعنی بالا جماع اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(باب-۳۳)

نادانوں سے پہلو تہی کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ“ (الاعراف: ۱۹۹)

عادت کر دوں گزر کی، اور حکم کرنیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبَغْيِ الْجَاهِلِينَ“ (القصص: ۵۵)

اور جب سفین وہ نکی باتیں، اس سے کنارہ کریں، اور کہیں ہم کو ہمارے

کام اور تم کو تمہارے کام سلامت ہیں، ہمیں نہیں چاہئے بے سمجھ لوگ۔

نیز اللہ جل شانہ کا فرمان ہے :

فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا (النجم: ۲۹)

سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے ہماری یاد سے۔

نیز ارشاد ربانی ہے :

فَاصْفَحْ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ“ (الحجرات: ۸۵)

سو کنارہ کر اچھی طرح کنارہ۔

۹۱۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے کہ غزوہ حنین

کے دن نبی کریم ﷺ نے قریش کے چند اشراف عرب کو مال غنیمت کی تقسیم میں ترجیح دی، تو ایک

شخص نے کہا، اللہ کی قسم اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا، اور اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی گئی، میں

نے کہا ”اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور اس کی اطلاع دوں گا“ پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی وہ بات آپ کو بتادی تو آپ کا چہرہ غصہ سے رگت سے سرخ ہو گیا پھر فرمایا، **فَمَنْ يَعْدِلْ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ**، اگر اللہ اور اللہ کا رسول انصاف نہ کرے تو اور کون کریگا؟ پھر فرمایا: **يُوحِمُ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُذِيَ بِكَثْرٍ مِنْ هَذَا فَصَبِرْ**، اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں، انہیں اس سے بھی زیادہ قوم کی طرف سے اذیت دی گئی تو انہوں نے صبر کیا (یہ پوری حدیث نمبر: ۹۹۳ پر آئیگی) (۱)

۹۱۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حزن قیس کے پاس مہمان ٹھہرے وہ اس وفد میں تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنے سے بہت قریب کر رکھا تھا، اس وفد کے قراء حضرات خواہ نوجوان ہوں یا عمر دراز حضرت عمرؓ کے ہم نشین مجلس اور صاحب مشاورت تھے، عیینہ نے ایک روز اپنے بھتیجے حزن سے کہا کہ بھتیجے اس امیر کے پاس تیرا ایک مقام ہے، تم ان سے میری ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرو اس نے اجازت طلب کی اور حضرت عمرؓ نے ملنے کی اجازت دیدی، جب عیینہ ان کے پاس پہنچے تو داخل ہوتے ہی انہوں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اے ابن خطاب اللہ کی قسم آپ نہ تو ہمیں پورا پورا دیتے ہیں، اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی، غضبناک ہو گئے اور چاہا کہ (اس کی ٹھکانی کر دیں) کچھ کر بیٹھیں، تو حزن نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا، اے امیر المؤمنین اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم سے کہا ہے **”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْوَةِ وَاعْمُرْ حُصْنَ الْجَاهِلِينَ“** (الاعراف: ۱۹۹) عادت کر درگذر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا، اور کنارہ کر جاہلوں سے، اور یہ جاہلوں میں سے ہے، جس وقت آپ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی، اللہ کی قسم عمر اس سے آگے نہ بڑھے (ان کا غصہ فرو ہو گیا) اور حضرت عمر کتاب اللہ کے سامنے حد درجہ سر تسلیم خم کر دینے والے تھے۔ واللہ اعلم۔ (۲)

(باب-۳۴)

خود سے بڑے بزرگوں کو وعظ و نصیحت کرنا:

اس باب میں ایک حدیث تو وہی ہے جو ابھی اوپر بیان کی گئی جس میں ”حر“ نے اپنے سے برتر جلیل القدر شخصیت کو نصیحت و یاد دہانی کرائی — یاد رکھیں کہ یہ باب ایسا ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہئے چھوٹے ہر بڑے انسان پر نصیحت کرنا یعنی اخلاص کے ساتھ نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا اور وعظ و پند کرنا، واجب ہے، بشرطیکہ اپنی موعظت و نصیحت میں کسی فساد یا فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَدْعُ السَّبِيلَ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بَالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل: ۱۲۵)

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے انکو جس طرح بہتر ہو۔

وہ حدیث جو اس سے پہلے گزری اس جیسی بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں اور اکثر لوگ جو مرتبہ میں اپنے سے بڑوں کے سامنے اس خیال سے تساہل برتتے ہیں کہ یہی ادب یا حیا کا تقاضہ ہے تو یہ صریح غلطی اور بدترین نادانی ہے، یہ حیا کے قبیل سے نہیں، بلکہ ذلت، کمزوری، عاجزی، بے بسی، لاغری، اور پستی ہے، حیا تو سراپا خیر ہے اور اس سے خیر ہی برآمد ہوتا ہے، جبکہ اس تساہل سے شر برآمد ہوتا ہے، اس لئے یہ حیا نہیں ہو سکتا، حیا، علماء ربانین اور محققین علماء کے نزدیک وہ عادت و اخلاق ہے جو قباحث و برائی کے ترک کرنے کا سبب بنے، اور حقدار کے حق میں کوتاہی سے باز رکھے اور یہی مفہوم اس روایت کا ہے جو حضرت جنیدؒ سے رسالہ قشیری ۱۵۰۳/۱۵ میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں: کہ نعمتوں کے مظاہر اور کوتاہیوں اور خامیوں کے مظاہر کے درمیان ایک حالت ہوتی ہے اور اسی حالت کا نام حیا ہے، میں نے اس مسئلہ کو پوری تفصیل اور شرح و بسط سے صحیح مسلم کی شرح کے شروع میں ذکر کیا ہے واللہ الحمد، واللہ اعلم۔

(باب-۳۵)

وعدوں اور عہد و پیمان کی پاسداری کرنے کا حکم دینا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ“ (آحل: ۹۱)

اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ“ (المائدہ: ۱)

اے ایمان والو! پورا کرو عہدوں کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا“ (الاسراء: ۳۴)

اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔

اس طرح کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں مگر سب سے سخت یہ آیت ہے :

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (القف: ۲۳)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بے زاری

کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

۹۱۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”أَيُّهُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ،

وَإِذَا أُوْتِمِنَ خَانَ“ (۱)

منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب

وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

مسلم کی روایت نمبر: ۵۹، اور ۱۰۹ میں یہ اضافہ بھی ہے: **وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ** ”اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔“ اس مفہوم کی احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں، میں اتنے ہی پراکتفا کرتا ہوں۔

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے ایسی چیز کا وعدہ کرے جو شرعاً ممنوع نہ ہو تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے پھر یہ پورا کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا مستحب ہے اگر اسے ترک کرتا ہے تو فضیلت کا تارک ہوگا اور مکروہ تنزیہی کا مرتکب ہوگا مگر گنہگار نہیں ہوگا۔

ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب ہے، امام ابو بکر بن عربی فرماتے ہیں: جن کا یہ مسلک ہے اس کی عظیم ہستیوں میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز ہیں، آگے فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کی ایک تیسری رائے بھی ہے اور وہ یہ کہ وعدہ اگر کسی سبب کے ساتھ مربوط ہو مثلاً کہے کہ ”اگر تو شادی کریگا تو تیرے لئے یہ ہے“ یا کہے کہ ”قسم کھا کہ تو مجھے گالی نہ دیگا تو تیرے لئے یہ ہے“ یا اس طرح کے امور میں وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر وعدہ مطلق ہو کسی سبب سے مربوط نہ ہو تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

جن لوگوں نے عدم وجوب کا قول لیا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ ہبہ کے مفہوم میں ہے، اور ہبہ جمہور کے نزدیک قبضہ کے بعد ہی لازم ہوتا ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔

(باب-۳۶)

مال وغیرہ دینے والے کو دعا دینا:

۹۱۷ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین جب مدینہ پہنچے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس ٹھہرے تو سعد بن ربیعؓ نے فرمایا: میں تیرے ساتھ اپنا مال تقسیم کر دیتا ہوں، اور اپنی بیویوں میں سے ایک سے تیرے حق میں دست بردار ہو جاتا ہوں، تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے جواب میں فرمایا:

”بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ“ اللہ تعالیٰ تیرے اہل و عیال اور مال و اسباب میں برکت

دے۔ (۱)

(باب-۳۷)

بھلائی کرنے والے ذمی کو کیا کہنا چاہئے:

یاد رکھیں کہ کافر کے لئے دعا مغفرت کرنا یا اس طرح کی دعائیں جو کسی کافر کے لئے جائز نہیں، دینا جائز نہیں، البتہ اس کے لئے ہدایت اور جسمانی صحت و عافیت کی دعائیں دینا جائز ہے۔

۹۱۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پیاس بجھانے کے لئے پانی طلب کیا تو ایک یہودی نے آپ کو پانی پلایا، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: ”جَمَلَكَ اللَّهُ“ اللہ تجھے حسین بنائے، چنانچہ اس نے مرنے تک بڑھاپا نہیں دیکھا۔ (۱)

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کے اکثر رواۃ ضعیف ہیں اور بعض واضعین حدیث میں شارکے گئے ہیں۔

(باب-۳۸)

نظر بد سے حفاظت :

اپنی ذات یا اپنے مال اولاد میں کوئی ایسی چیز نظر آئے جس پر نظر لگنے کا خدشہ ہو تو انسان کو مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

۹۱۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الْعَيْنُ حَقٌّ“ نظر لگنا برحق ہے (۱)

نوٹ : ابن علان اپنی کتاب (۲۶۴/۶) میں فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پہ محمول کیا ہے، کہ بلاشبہ نظر بد بقدرت خداوندی ہلاکت و فساد کا سبب بنتا ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے گویا ایک شخص کی نظر کو دوسرے شخص کے لئے ضرر کا باعث بنا دیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: جب کسی کے بارے میں پتہ چلے کہ اس کی نظر لگتی ہے تو حتی الامکان اس سے اجتناب و پرہیز کرے، اور امام وقت کو چاہئے کہ اسے دفع ضرر کے خاطر لوگوں کے درمیان داخلے سے روک دے۔

۹۲۰ - حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کا چہرہ زرد اور بدلا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسے جھاڑو اور دم کرو کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے، ”اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بَهَا نَظْرَةً“ (۱)

۹۲۱ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”الْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْئٌ سَابَقَ الْقَدْرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلَتْ فَاغْسِلُوا“ (۲)

نظر بد برحق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پہ سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر بد سبقت لے جاتی، اور اگر تمہیں پانی سے دھلوا یا جائے تو ضرور دھوؤ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: دھلوانا اس طرح ہے کہ جس نے بنظر پسندیدگی کو دیکھ کر نظر بد لگایا ہے اسے کہا جائے کہ اپنے تہبند کے اندرونی حصہ کو جو جسم سے لگا ہوا ہو پانی سے دھوئے پھر اس پانی کو مریض (جسے نظر لگی ہے) پر انڈیل دے۔ حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے پھر اس پانی سے مریض کو دھویا جاتا تھا۔ اسے ابو داؤد نے (حدیث نمبر ۳۸۸۰ پر) مسند صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

۹۲۲ - سنن ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معوذتین نازل ہونے تک جنوں اور انسانوں کے نظر بد سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، جب یہ دونوں سورتیں نازل ہو گئیں تو آپ نے ان دونوں کو لیکر بقیہ تعوذات کو ترک کر دیا۔ (۱)

۹۲۳ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسنؓ و

حسینؓ کو ان معوذات کے ذریعہ دم کیا کرتے تھے۔

أَعِذُّكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ

كُلِّ عَيْنٍ لَا مَةَ. (۲)

میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور

زہریلی بلا اور ہر لگنے والی نظر بد سے۔

اور فرماتے کہ تمہارے بابا، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کے ذریعہ اسماعیل و اسحاق علیہ السلام

کو دم کیا کرتے تھے۔

(۱) ترمذی ۲۵۸، تھ ۴۳۲، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ، ۳۵۱۱ وقال الترمذی هذا حديث حسن

(۲) بخاری ۳۲۱

۹۲۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت سعید بن حکیمؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب نظر بد لگنے کا خدشہ ہوتا تو فرماتے :
 ”اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَلَا تَضُرَّهُ“

اے اللہ تو اس میں برکت دے اور اسے نقصان مت پہنچا۔ (۱)

نوٹ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کوئی چیز پسند آئے اور بھا جائے اور اس کی خوبی و حسن پہ نظر جننے لگے تو یہ یا اس جیسی دوسری دعا پڑھ لے تاکہ اس کی نظر بدی میں تبدیل ہو کر دوسرے کو اپنا شکار نہ بنالے۔

۹۲۵ - ابن سنی ہی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى شَيْئًا فَاعْجَبَهُ فَقَالَ: مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَمْ يَضُرَّهُ“ (۲)

کس نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ چیز اسے بھلی لگی پھر، ”ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ“ (کیا ہی خوب ہے اللہ کی مشیت، ساری قوت و طاقت اللہ ہی سے ہے) کہہ لیا تو اسے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

۹۲۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُعْجِبُهُ فِي نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ فَلْيَبْرِكْ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ. (۳)

جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ اپنے دل میں پسند کرتا ہو،

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۷ حدیث معطل

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۶ ضعیف

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۴ صحیح الجامع فی ۱۶۴۱ اوواف الذہبی

اس کی ذات میں یا اس کے مال میں، تو چاہئے کہ اسے برکت کی دعا دے؛ کیونکہ نظر بد برحق ہے۔

۹۲۔ ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَأَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَنْدُعْ بِالْبَرَكَةِ. (۱)

جب تم میں سے کوئی اپنی جان و مال اور بھائیوں میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے بہت بھا جائے تو اسے چاہئے کہ برکت کی دعا کرے۔

علماء شوافع میں سے امام ابو محمد قاضی حسینؒ نے اپنی کتاب ”التعلیق“ میں ذکر کیا ہے کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیم نے ایک دن جب اپنی قوم کو دیکھا تو ان کی کثرت پہ بہت خوش ہوئے اسی لمحے ان میں سے ستر ہزار افراد کی وفات ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمایا کہ ”إِنَّكَ عِنْتَهُمْ“ تم نے انہیں نظر لگا دیا۔

وَلَوْ أَنَّكَ إِذَا عَيْنْتَهُمْ حَصَّنْتَهُمْ لَمْ يَهْلِكُوا.

اگر تم نے انہیں دیکھتے وقت باندھ دیا ہوتا (ان کی حفاظت کر لیا ہوتا) تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔

اسی نبی نے عرض کیا :

وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَحْصَنْتَهُمْ؟ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ.

کس چیز سے ان کی حفاظت کروں (یعنی باندھوں) تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کیا۔

(۱) عمل الیوم لابن نسی ۲۰۵ صفحہ الحاکم ۲۱۵ ووافقه الذہبی.

کہ تم اس طرح کہا کرو :

(حَصَّنْتُكُمْ بِالْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا وَدَفَعْتُ

عَنْكُمْ السُّوءَ بِأَحْوَالٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“)

میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں (باندھتا ہوں) اس حی و قیوم ذات کے

ذریعہ جسے کبھی موت نہیں آسکتی اور میں دور کرتا ہوں تم سے ہر مضرت کو

لاحول ولا قوۃ الا کے ذریعہ۔

قاضی حسین کے اتالیق کہتے ہیں کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی عادت تھی کہ وہ جب

احباب کو دیکھتے اور ان کا حسن حال و صفات انہیں پسند آتا تو وہ انہی مذکورہ کلمات کے ذریعہ ان کی

حفاظت فرماتے (اور انہیں باندھ دیتے تھے) واللہ اعلم۔

نوٹ : ابن علان (۶۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اپنی امالی میں حضرت صہیبؓ سے

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین کے دن نماز فجر کے بعد اپنا ہونٹ ہلا رہے تھے، جب کہ

اس سے قبل ایسا کرتے ہوئے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا تھا، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

ہم آپ کو وہ چیز کرتے دیکھ رہے ہیں جو آپ پہلے کبھی نہیں کرتے تھے، آپ کے ہونٹ کی یہ حرکت

کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کے نبیوں میں سے کسی نبی کو اپنی امت کی کثرت بھاگی تو

انہوں نے کہا، کوئی چیز ان کا قصد نہیں کر سکتی، اللہ نے ان پر وحی نازل فرمایا اور کہا کہ اُمت کو تین

باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہو: (۱) یا ہم ان پر کسی دوسرے دشمن کو مسلط کر دیں

جو انہیں کاٹ ڈالیں۔ (۲) یا ان پر ہم بھوک (پیاس) مسلط کر دیں۔ (۳) یا ہم انہیں موت

دیدیں۔

نبی نے ان تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے اپنی اُمت سے مشورہ کیا، تو

اُمت نے عرض کیا: دشمن کی ہم طاقت نہیں رکھتے، بھوک پہ ہم صبر نہیں کر سکتے، البتہ موت میں کوئی

حرج نہیں، چنانچہ اللہ نے ان پر موت نازل کر دیا تو تین دنوں میں ان کے ستر ہزار افراد جاں بحق ہو گئے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرماے، میں اس وقت کہہ رہا ہوں، جبکہ اپنی کثرت میری نظروں کے سامنے ہے، اے اللہ میں تیرے ہی بل پہ طاقت رکھتا ہوں، تیرے ہی بل پہ حملہ آور ہوتا ہوں، اور تیرے ہی بل پہ جنگ کرتا ہوں، اَللّٰهُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَوِّلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ

یہ حدیث صحیح ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند (۳۳۳/۴) میں اس کی تخریج کی ہے، امام نسائی نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے، اور مسلم کی شرط پہ اسی سند سے امام ترمذی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ قاضی حسین نے غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہوں، کیونکہ ان کے قول میں ”بِكَ لِمَحْصِه“ کا تذکرہ ہے، جبکہ صحیح حدیث میں تین دن کا تذکرہ ہے، کہ اتنے افراد تین دنوں میں جان بحق ہوئے۔ (نہ کہ بیک لمحہ)

(باب-۳۹)

پسندیدہ یا ناپسندیدہ چیز دیکھتے وقت کیا کہنا چاہئے:

۹۲۸ - ابن ماجہ وابن سنی کی کتاب میں بسند جید حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جسے وہ پسند کرتے ہوں تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جن کی نعمتوں سے نیکیاں کمال کو پہنچتی ہیں۔

اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ“ ہر حال میں اللہ ہی کے لئے حمد و ثناء ہے۔ (۱)

(۱) سنن ابن ماجہ ۳۸۰، عمل الیوم لابن سنی ۳۸۰، وقال الحاکم، ۴۹۹/۱، حدیث صحیح الاسناد

(باب-۴۰)

جب آسمان کی طرف دیکھے تو کیا کہے :

آسمان کی طرف نظر کرتے وقت یہ پڑھنا مستحب ہے۔

وَبَنَّا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

(آل عمران: ۱۹۱)

اے ہمارے رب تو نے یہ عبت نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو

ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔ (آخر سورت آیت ۲ تک)

کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح

کیا ہے، اس کا ذکر پہلے بھی (حدیث نمبر ۶۴۲) پہ آچکا ہے۔ (۱)

(باب-۴۱)

جب کسی چیز سے بدفالی خیال کرے تو کیا کہے

۹۲۹ - صحیح مسلم میں صحابی رسول ﷺ حضرت معاویہ بن حکم السلمیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے بعض بدفالی لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ذَلِكَ شَيْئِي يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ فَلَا يَصُدُّهُمْ. (۲)

یہ ایسی چیز ہے کہ لوگ اسے اپنے دلوں میں پاتے ہیں چاہئے کہ یہ

خیال انہیں اس کام کے کرنے سے باز نہ رکھے۔

(۱) بخاری ۴۵۶۹، مسلم ۶۳-۲۵۶۱

(۲) مسلم ۵۳۷

۹۳۰ - ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں حضرت عروہ بن عامر الجعفی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بدقالی کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

أَصْدَقُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا وَإِذَا رَأَيْتُمُ الطَّيْرَةَ شَيْئًا
تَكْرَهُونَهُ فَقُولُوا (اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ
وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللَّهِ) (۱)

اس میں سب سے سچا فال نیک ہے اور یہ کسی مسلمان کو نہیں پھیرتا، اور جب تم کوئی ایسی بدقالی دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو کہو: اے اللہ تیرے سوا کوئی اچھائیوں کو نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا، اور کوئی طاقت و قوت تیرے بغیر میسر نہیں۔

(باب-۴۲)

حمام میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے :

بعض علماء کی رائے ہے کہ اس وقت ”بسم اللہ“ کہے، جنت کا سوال کرے اور جہنم سے پناہ مانگے۔
۹۱۳ - ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

نِعْمَ الْبَيْتُ الْحَمَامُ يَدْخُلُهُ الْمُسْلِمُ
دَخَلَهُ سَأَلَ اللَّهَ
عَزَّ وَجَلَّ الْجَنَّةَ وَاسْتَعَاذَهُ مِنَ النَّارِ (۲)

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۹۴ سندہ ضعیف

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۱۶ سندہ ضعیف

غسل خانہ کیا ہی بہتر مکان ہے جس میں مسلمان داخل ہوتا ہے، جب اس میں داخل ہو تو اللہ عز و جل سے جنت طلب کرے اور جہنم سے پناہ مانگے۔

نوٹ : تہبند کے بغیر حمام میں داخل ہونے کی ممانعت بسند صحیح ثابت ہے حاکم نے المستدرک ۲۸۸/۳ میں مسلم کی شرط پہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اتَّقُوا بَيْتًا يُقَالُ لَهُ الْحَمَّامُ“ (اس گھر سے بچو جسے حمام کہا جاتا ہے) صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ تو گندگی کو دور کرتا اور مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”فَمَنْ دَخَلَهُ فَلْيَسْتَبْرِ“ تو جو اس میں داخل ہوا سے چاہئے کہ پردہ کرے (بدن ڈھکے)۔ حاکم ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمَنْزَرٍ“ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں تہبند کے بغیر ہرگز داخل نہ ہو۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس وقت سرزمین عرب میں نہ تو حمامات تھے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ حمام میں داخل ہوئے۔

(باب-۴۳)

غلام یا لونڈی یا جانور وغیرہ خریدتے وقت کی دعاء :

ابتداءً مستحب ہے کہ اس کی پیشانی کو پکڑے اور کہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَہٗ وَخَيْرَ مَا جِبِلَ عَلَیْہِ ، وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جِبِلَ عَلَیْہِ (۱)

اے اللہ میں تجھ سے اس کی اور اس کی فطرت کی خیر و برکت کا سوال

(۱) ابوداؤد (۲۱۶۰) اس کا ذکر کتاب النکاح میں حدیث نمبر: ۷۸۸ پہ پہلے آچکا ہے

کرتا ہوں اور اس کی اور اس کی فطرت کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔
اور قرض کی ادائیگی کے وقت یہ دعاء کہے :

”بَارَكَ اللَّهُ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ“ اللہ تعالیٰ تیرے اہل و عیال اور مال و اسباب میں
برکت دے۔ (اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۸۹۵ پر آچکا ہے اس کی سند حسن ہے)
یا یہ کہے :

”جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا“ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے۔
(اس کا ذکر بھی پہلے حدیث: ۸۹۴ پر آچکا ہے اور اس کی سند حسن صحیح ہے)

(باب-۴۴)

سواری پر نہ جمنے والے کے لئے دعاء :

۹۳۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ الجلیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کیا کہ میں گھوڑے پر جرم نہیں پاتا ہوں، تو آپ ﷺ نے
اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اور فرمایا:

”اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا“ (۱)

اے اللہ تو اسے جمادے، اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔

(باب-۴۵)

مخاطب کو ایسی بات بتانے کی ممانعت جو اس کے سمجھ میں نہ آئے یا الٹا سمجھے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (ابراہیم: ۴)

(۱) بخاری ۳۰۳۲ مسلم ۲۲۷۵

اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ ان کو سمجھائے۔

۹۳۳ - صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ”لوگوں کو وہی بات بتاؤ جو ان کی سمجھ میں آئے، کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو جھٹلائیں؟“ (۱)

(باب - ۴۶)

معلم یا واعظ کا حاضرین کو خاموش کرانا :

۹۳۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے فرمایا: ”اسْتَنْصِتِ النَّاسَ“ ”لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا:

لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ“ (۲)
میرے بعد کافروں کی سی حرکت نہ کرنے لگنا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

(باب - ۴۷)

جن کی پیروی کی جاتی ہو انہیں ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے جو صحیح ہونے کے باوجود بظاہر خلاف شرع محسوس ہو۔

”عالم، معلم، قاضی، مفتی، مربی اور شیوخ و بزرگان دین، جن کی لوگ پیروی کرتے ہوں، اور انہیں اپنا مشعل راہ تصور کرتے ہوں، ان کے لئے مستحب ہے کہ ایسے اقوال و افعال اور

تصرفات سے اجتناب کریں جو درست اور حق ہونے کے باوجود بظاہر خلاف شرع یا صحت کے برعکس محسوس ہو، کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی برائیاں پیدا ہو سکتی ہیں، مثلاً لوگ یہ گمان کرانے لگیں گے کہ یہ ظاہر ہی کی طرح ہر حال میں جائز و درست ہے اور یہی شریعت اور ہمیشہ کے لئے معمول بہ حکم ہے، — یا اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت اور

تقیض پیدا ہوگی، اور لوگ اس کے گھٹیا و حقیر ہونے کا اعتقاد کر بیٹھیں گے اور آپس میں اس کی چہ می گوئیاں کریں گے، پھر اس سے علم حاصل کرنا ترک کر دیں گے اور اس کی ثقاہت مجروح ہو جائیگی، اور روایت و شہادت ساقط ہو جائیگی، اس کا فتویٰ لغو و باطل ہو جائے گا، اور علم کی جو بات وہ کیا کرتا تھا، لوگوں کے دلوں سے اس کی وقعت ختم ہو جائے گی، یہ اس کی چند ظاہری برائیاں ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی خرابیاں و خامیاں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لئے کسی ایک کو بھی ایسا عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے چہ جائے کہ سب کے سب علماء یہ عمل کریں — اگر اس طرح کے عمل کی ضرورت حد درجہ ضروری ہو جائے تو بھی اس کو ظاہر کر کے نہ کرے، اور کھلے عام کرنے سے پرہیز کرے — اور اگر ظاہر کرتا ہے، یا مصلحتاً اسے ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ لوگ اس کے جواز اور حکم شرعی سے آشنا ہو جائیں تو بہتر ہے کہ اپنے عمل کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے جو یہ عمل کیا ہے حرام نہیں ہے، اور ایسا میں نے محض اس وجہ سے کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو علم ہو جائے کہ جس طرح میں نے کیا ہے اس طرح کرنا شرعاً حرام و ممنوع نہیں ہے، اور اس کے کرنے کا طریقہ اس طرح ہے، اور اس کے یہ یہ دلائل ہیں۔

۹۳۶ - صحیح بخاری میں حضرت اہل بن سعد ابن عدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے، آپ نے تکبیر کہا، تو لوگوں نے بھی پیچھے تکبیر کہی، پھر آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا تو لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا، پھر

آپ اٹھے اور فوراً پیچھے بٹے، اور زمین پر سجدہ کیا پھر واپس منبر پر لوٹ آئے، اور نماز سے فراغت تک منبر پر رہے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

إِنَّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعَتْ هَذَا لِتَأْتُمُوا بِي وَلِتَعْلَمُوا صَلَاتِي

لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تم میری اقتدار کرو اور میری نماز کو سیکھ

لو۔ (۱)

۹۳۷ - اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً یہ حدیث کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: ”إِنَّهَا صَفِيَّةٌ“ (یہ صفیہ ہے) (۲)

نوٹ: واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ حضرت حفصہ کو ان کے گھر پہنچانے کے لئے اپنے ساتھ لیکر جا رہے تھے، کہ انصار کے دو آدمیوں کا آپ کے پاس سے گذر ہوا، آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں شیطان ان کے دلوں میں غلط وسوسہ نہ ڈال دے کہ کسی اجنبی عورت کو ساتھ لیکر جا رہے ہیں، اس لئے آپ نے پیدا ہونے والے اس وہم و وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ان دونوں سے کہا ”عَلَى رَسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةٌ“ تم دونوں ذرا ٹھہرو، یہ صفیہ ہے (یعنی میری زوجہ مطہرہ ہے کوئی اجنبی عورت نہیں ہے۔)

۹۳۸ - بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کھڑے کھڑے پانی پیا پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے ابھی مجھے کرتے دیکھا۔ (۳)

اس مفہوم کی احادیث و آثار کتب صحاح میں بکثرت و شہرت موجود ہیں۔

(۱) بخاری ۹۱۷ مسلم ۹۳۳

(۲) بخاری ۵۶۱۵ مسلم ۳۱۷۵

(۳) بخاری ۵۶۱۵

(باب-۴۸)

رہبر و مقتدی سے اگر خلاف معروف عمل

سرزد ہو تو پیروکاروں کو کیا کرنا چاہئے:

اگر کوئی متبع یا پیروکار اپنے شیخ، استاذ یا جن کی پیروی کی جاتی ہے کو ایسا عمل کرتے دیکھے جو بظاہر نیک عمل اور عرف کے خلاف ہو تو وہ ان سے حصولِ علم و ہدایت کی نیت سے اس کا سبب دریافت کرے، اگر اس سے یہ عمل بھول کر یا غلطی سے سرزد ہو گئی ہو تو وہ اس کا تذکرہ کرے، اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے، اور ایسا کرنا فی الواقع اس کے لئے درست بھی تھا تو وہ اس کی پوری وضاحت اس سے کر دے۔

۹۳۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے، جب گھائی میں پہنچے تو سواری سے اترے، پیشاب کیا، پھر وضو کیا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا نماز کا ارادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”الصَّلَاةُ أَمَامَكَ“ نماز آگے ہے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ! حضرت اسامہ نے اس وجہ سے سوال کیا کہ آپ بوقتِ مغرب گھائی میں داخل ہوئے تھے، اور مغرب کا وقت ختم ہونے ہی والا تھا۔

نوٹ : اس لئے انہیں شبہ ہوا کہ شاید اسی جگہ مغرب کی نماز ادا کرنے کا ارادہ ہے، آپ نے جواب میں بتا دیا کہ آج کے دن میں حجاج کے لئے مغرب کی نماز کا وقت یہ نہیں ہے، بلکہ اس کا وقت عشاء کے وقت کے ساتھ شروع ہوگا، اور وہ آگے مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

۹۴۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول آپ کو اس سے کیا لینا؟ میں تو اسے بخدا مومن سمجھتا ہوں۔ (۱)
نوٹ : حضرت سعد کی یہ روایت مسلم میں اس طرح ہے:

”حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول فلاں کو دیجئے اس لئے کہ وہ مومن ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ”أَوْ مُسْلِمٌ“ کیا وہ مسلمان ہے؟ میں نے تین بار کہا اور آپ پھر اسی طرح تینوں بار مجھے جواب دیتے رہے، کہ کیا وہ مسلمان ہے؟ پھر فرمایا: ”إِنِّي لَا عِطَى الرَّجُلِ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يَكُفَّهُ اللَّهُ فِي النَّارِ“ اس کے علاوہ کئی اور شخص کو دینا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کیونکہ یہ خطرہ ہے کہ (وہ کمزور ایمان والا آدمی مال نہ پا کر کفر میں نہ لوٹ جائے اور) اللہ اسے جہنم میں نہ جھونک دے۔

۹۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت چند نمازیں ایک ہی وضو سے ادا کیں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: آج آپ نے وہ عمل کیا جو پہلے نہیں کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عَمَدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ“ اے عمر میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔

اور اس کی بے شمار نظیریں صحاح میں موجود ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ (۱)

(باب-۴۹)

مشاورت کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ (آل عمران: ۱۵۹) اور ان سے مشورہ لیں کام میں۔

اس کے بارے میں بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جو شہرت کی حامل ہیں، ورنہ تو یہی آیت کریمہ ہر ایک سے بے نیاز و مستغنی کرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ جب اللہ جل شانہ خود اپنی کتاب میں بھص جلی اپنے نبی کو مشاورت کا حکم دے رہا ہے جبکہ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل و افضل ہیں تو پھر غیروں کا کیا؟

یاد رکھیں کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے جس شخص کی پرہیزگاری و دینداری، تجربات و مہارت، نصیحت و شفقت وغیرہ پر اعتماد و بھروسہ ہو اس سے مشورہ کرے، اور اس وصف کے ساتھ اجتماعی مشاورت بھی مستحب ہے، اور بہتر ہے کہ خوب خوب مشورہ کیا جائے، اور جن سے مشورہ کیا جا رہا ہو انہیں اپنا مقصد اور اس کے مصالح و مفاسد کا اگر علم ہو تو ان سے وہ مصالح و مفاسد بھی بیان کر دے۔

حاکموں اور والیوں مثلاً بادشاہ، قاضی یا وزیر وغیرہ کے لئے مشورہ کرنے کی تاکید زیادہ ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اصحاب سے ہمیشہ مشاورت کیا کرتے تھے، اور ان کے اقوال و آراء کی طرف ان کے رجوع ہونے اور قبول کرنے کے واقعات بے شمار اور مشہور ہیں۔

مشاورت کا فائدہ یہ ہے کہ جن سے مشورہ کیا جا رہا ہے، اگر وہ شخص مذکورہ اوصاف کا حاصل ہو، اور اس میں بظاہر کوئی قباحت و مفاسد نہ ہو تو اس کے مشورہ کو قبول کیا جائے۔ جس سے مشورہ لیا جائے اس پر واجب ہے کہ اپنے مشورہ میں خیر خواہی کی پوری پوری کوشش کرے اور فکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مشورہ دے۔

۹۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت تمیم داریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”الدين النصيحة“ دین درحقیقت نصیحت کا نام ہے، صحابہ نے عرض کیا: کس کے لئے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ”لِلّٰهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ وَائِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَتِهِمْ“

اللہ کے لئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لئے۔ (۱)

۹۳۳ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”الْمُسْتِشَارُ مُوْتَمِنٌ“ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ (۱۲)

امین ہے۔ (۱۴)

(باب - ۵۰)

شیریں کلامی کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

”وَ اخْفِضْ حَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ“ (الحجر: ۸۸) اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ“ (٣)

نارِ جہنم سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو (یعنی صدقہ)

(کر کے) اور جو یہ نہ پائے تو کلام شیریں کے ذریعہ۔

۹۴۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) مسلم: ۵۵

(۲) سنن ابی داؤد ۵۱۲۸، ترمذی ۲۸۲۲، تحفۃ ۷۱۳۹، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ ۳۵، وقال الترمذی حدیث حسن

(۳) بخاری ۶۰۲۳ و مسلم ۱۰۱۶

ارشاد فرمایا:

كُلُّ سَلَامِي مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ
الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ الرَّجُلَ فِي ذَاتِهِ
فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعَ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ قَالَ :
وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ
صَدَقَةٌ ، وَتَمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“ (۱)

انسان کا ہر عضو پر صدقہ ہے ہر دن جس میں سورج طلوع ہو: دو کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، سواری پر انسان کی مدد کرے کہ اسے اٹھا کر اس پر بیٹھائے یا اس کا سامان اٹھا کر اس پر رکھے صدقہ ہے، ارشاد فرمایا: بھلی بات صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کی طرف بڑھاتا ہے صدقہ ہے، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو تودور کرے صدقہ ہے۔

(اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب کے شروع میں حدیث نمبر: ۲۵ پر گذر چکا ہے)

۹۴۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

مجھ سے فرمایا :

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنَّ تَلَقَّى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلِقٍ (۲)
ادنیٰ درجہ کے خیر یا نیکی کو بھی معمولی مت سمجھو خواہ اپنے بھائی سے
حشاش و بشاش چہرہ کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) بخاری ۹۸۹، مسلم ۱۰۰۹

(۲) مسلم ۲۶۲۶ یہ حدیث بھی پہلے نمبر: ۳۰ پر گزر چکی ہے

(باب-۵۱)

وضاحت سے بات کرنے کی تاکید :

۹۴۷ - سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو واضح و دو ٹوک ہوتی تھی، جو بھی سنتا اسے سمجھ لیتا تھا۔ (۱)

۹۴۸ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات کرتے تو اس کا اعادہ تین بار فرماتے، تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے، اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں سلام کرتے، اور تین بار کرتے۔ (۲)

(باب-۵۲)

ہنسی مذاق کا بیان :

۹۴۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے چھوٹے سے بھائی (حفص بن ابی طلحہ) کو کہا کرتے تھے، ”يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ“ اے ابوعمیر بلبل نے کیا کیا۔ (۳)

۹۵۰ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا، ”يَا ذَا الْأَذْنَيْنِ“ اُو دوکان والے۔ (۴)

(۱) ابوداؤد: ۳۸۳۹ و اسنادہ حسن

(۲) بخاری: ۱۹۳ اس کا ذکر بھی حدیث نمبر ۶۷۰۰ پر آچکا ہے

(۳) بخاری: ۶۱۱۹، مسلم: ۲۱۵۰، اس کا ذکر پہلے نمبر ۸۳۳ پر آچکا ہے

(۴) ابوداؤد: ۵۰۰۲ و ترمذی: ۱۹۹۳، وقال الترمذی: حدیث صحیح

نوٹ : نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کی ذہانت اور حسن استماع کی وجہ سے کان والا کہہ کر پکارا اور آپ مذاق میں بھی حق اور سچی بات ہی کہتے تھے۔

۹۵۱ - ابو داؤد و ترمذی میں حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، مجھے سوار کرا دیں، آپ نے فرمایا، ”اِنِّیْ حَامِلُکَ عَلٰی وَلَدِ النَّاقَةِ“ تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کئے دیتا ہوں، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول: اونٹنی کے بچے کو میں کیا کروں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النَّاقَةَ“ کیا اونٹ کو اونٹنی کے علاوہ بھی کوئی چیز پیدا کرتی ہے؟ (۱)

۹۵۲ - ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، آپ ہم سے دل لگی بھی کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا“ میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔ (۲)

۹۵۳ - ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَارِ حُجَّہَ وَلَا تَعِدُّهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفْہُ۔ (۳)

اپنے بھائی سے نہ جھگڑو نہ مذاق کرو، اور نہ ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ

کر سکو، (نہ وعدہ خلافی کرو)

نوٹ : امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، مگر اس کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم کی بقول عراقی جمہور نے تضعیف کی ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کے حافظے کی وجہ سے ان میں ضعف ہے۔ علماء کی رائے میں جس مذاق و دل لگی سے منع کیا گیا ہے وہ مذاق ہے، جو حد سے متجاوز ہو اور

(۱) سنن ابی داؤد: ۴۹۹۸، ترمذی ۱۹۹۱ و قال الترمذی: احديث حسن صحیح

(۲) سنن ترمذی ۱۹۹۰ و قال الترمذی: حدیث حسن

(۳) سنن ترمذی ۱۹۹۵، و قال الترمذی: حدیث حسن غریب

ہمیشہ کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے دل میں سختی پیدا ہوتی، انسان ذکر الہی اور اہم دینی امور و تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ ایذا رسانی اور بغض و عناد پر منتج ہوتا ہے، اور رعب و قار خاک میں مل جاتا ہے۔

ہاں جو ان مفاسد سے محفوظ رہے وہ جائز و درست ہے جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے، آپ شاذ و نادر ہی مخصوص حالات میں کسی مصلحت کے پیش نظر ہنسی مذاق کیا کرتے تھے، جس کا مقصد مخاطب کی دل جوئی اور انس و محبت کو بڑھانا ہوتا تھا۔ اور اس میں قطعی کوئی ممانعت نہیں بلکہ ان اوصاف کے ساتھ ایسا کرنا افضل و مستحب ہے۔

علماء کی رائے جو ہم نے یہاں بیان کیا اور ان احادیث کی جو تحقیق و تشریح کی اور اس کے احکام بیان کئے، آپ اس پر اعتماد و بھروسہ کریں اور اس کا التزام کریں کیونکہ اس کی ضرورت بہت زیادہ پیش آتی ہے، واللہ اعلم۔

(باب-۵۳)

شفارش کا بیان

یاد رکھیں کہ حکام وقت یا کسی بھی مالکین حقوق وغیرہ سے شفارش کرنا بہتر عمل اور مستحب ہے، بشرطیکہ یہ شفارش حدود و قصاص یا ناجائز و غیر مشروع کام کے لئے نہ ہو، مثلاً بچوں، مجنوں یا وقف وغیرہ کی جائداد کے ناظرین و نگران کار سے بعض حقوق سے دستبرداری کی شفارش کرنا، کیونکہ اس طرح کی شفارش، شفارش کرنے والے کے لئے حرام اور جس سے شفارش کی جا رہی ہے اس کا اس شفارش کو قبول کرنا حرام ہے۔

اسی طرح شفارش کے بجائے ایسا عمل جس سے ان حقوق کی دستبرداری یا اس میں کچھ کمی کرنا لازم آتا ہو، یا اس کی تگ و دو کرنا اس کے نتائج سے ناخبر ہونے کے باوجود حرام و ناجائز ہے۔ ان

مذکورہ باتوں کی دلیلیں علماء کے اقوال اور کتاب و سنت میں بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
مُقِيتًا. (النساء: ۸۰۵)

جو کوئی شفاعت کرے نیک بات میں، اس کو بھی ملے گا اس میں سے
ایک حصہ، اور جو کوئی شفاعت کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک
بوجھ اس میں سے، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

”الْمُقِيتُ“ کا معنی ”مقتدر“، یعنی پوری قدرت رکھنے والا بھی ہے اور ”مقدر“، یعنی
تقدیر بنانے والا بھی ہے، یہ اہل لغت کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین کا
بھی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ”مقیت“ بمعنی ”حفیظ“، یعنی خوب حفاظت کرنے والا ہے،
اور کچھ علماء کی رائے میں مقیت اس ذات کو کہتے ہیں جس پر ہر جاندار کی روزی عائد ہوتی ہو (اور
اس وقت یہ قوت سے ماخوذ ہوگا)

امام بکلی کی رائے میں مقیت کا معنی ہے ”اچھائی یا برائی کا بدلہ دینے والا“، بعض علماء کی
رائے میں اس کا معنی ”شہید“، یعنی گواہ و مطلع رہنے والا ہے، اس معنی میں اس کا مفہوم حفیظ کا مفہوم
ہوگا، اور کفیل کا معنی بوجھ یا حصہ یا نصیب ہے اور آیت میں مذکور شفاعت جمہور کے نزدیک اپنے
ظاہری معنی یعنی شفاعت ہی کے مفہوم میں ہے، یعنی انسانوں کا ایک دوسرے کے لئے شفاعت
کرنا، بعض حضرات نے شفاعت حسنہ کا مفہوم بیان کیا ہے، کہ اس کا ایمان کفار سے قتال و جہاد
کرنے کی اس سے شفاعت کرے، واللہ اعلم۔

۹۵۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
کے پاس جب کوئی طالب حاجت آتا تو آپ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے:

اَشْفَعُوا تُوَجَّرُوا وَيَقْضَىٰ اللَّهُ عَلَىٰ لِسَانِ نَبِيٍّ مَا أَحَبَّ ، وَفِي
رِوَايَةٍ ”مَا شَاءَ“ (۱)

شفارش کرو اور جبر پاؤ گے، اور اللہ کو جو پسند ہوگا اپنے نبی کی زبان سے
اسے پورا کریگا، ایک روایت میں ہے ”اللہ جو چاہے گا۔“

۱۹۵۴ - ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے:

اَشْفَعُوا اِلَيَّ لِتُوَجَّرُوا ، وَلَيَقْضِيَ اللَّهُ عَلَىٰ لِسَانِ نَبِيٍّ مَا شَاءَ .
مجھ سے شفارش کرو تا کہ تمہیں اجر دیا جائے، اور اللہ جو چاہے گا اپنے
نبی کی زبان سے اسے پورا کریگا۔

یہ روایت صحیحین کی روایت کے مفہوم کی وضاحت کر رہی ہے۔ (۲)

۹۵۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے حضرت بریرہؓ اور ان کے شوہر کے واقعہ میں
مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا: ”لَوْ رَأَيْتَنِي“ کاش تم اس سے رجوع
کر لیتی، حضرت بریرہؓ نے عرض کیا یا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي؟ اے اللہ کے رسول کیا آپ حکم دے
رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”إِنَّمَا أَشْفَعُ“ میں محض شفارش کر رہا ہوں، حضرت بریرہؓ نے عرض
کیا ”لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ“ مجھے اس شخص کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۳)

۹۵۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن
حذیفہ بن بدر، جب مدینہ پہونچے تو اپنے بھتیجے حزن قیس کے پاس ٹھہرے، یہ اس وفد میں سے
تھے جنہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے بہت قریب کر رکھا تھا، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا:

(۱) بخاری ۶۰۲۸، مسلم، ۲۶۱۲

(۲) دیکھیں: سنن ابی داؤد: ۵۱۳۱

(۳) دیکھیں: بخاری: ۵۲۸۳

میرے بھتیجے، اس امیر کے پاس تیرا ایک مقام ہے تم ان سے میری ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرو، انہوں نے اجازت طلب کیا اور حضرت عمرؓ نے ملنے کی اجازت دیدی، جب عیینہ ان کے پاس پہنچے تو بولے، بات دراصل یہ ہے اے ابن خطاب! کہ آپ نہ تو ہمیں پورا پورا دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، حضرت عمرؓ غضبناک ہو گئے، اور قریب تھا کہ کچھ کر بیٹھتے، تو حزن عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ جل شانہ نے اپنے نبی سے کہا ہے: خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلین“ (الاعراف: ۱۹۹) عادت کر دگرذری اور حکم کرنیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔ اور یہ جاہلوں میں سے ہے، اللہ کی قسم جس وقت انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی حضرت عمرؓ اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کے سامنے فوراً رک جانے والے تھے، (یعنی کتاب اللہ کے سامنے حد درجہ سر تسلیم خم کر دینے والے تھے، چاہے کتنے ہی غضب و طیش کی حالت میں ہوں) (۱)

(باب-۵۴)

خوشخبری و مبارک باد دینا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا تَبُوءُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ إِنَّ اللَّهَ
يُشِيرُكَ بِخَيْرٍ“ (آل عمران ۴۹)

پھر انہیں آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے تجھی کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(۱) دیکھیں: بخاری ۴۶۴۲، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۹۱۵ پر آچکا ہے

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ (عنکبوت: ۳۱)

اور جب پہونچے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لیکر۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ“ (الصفت: ۱۰۱) خوشخبری دی ہم نے اس کو

ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا“

نیز ارشاد خداوندی ہے :

قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الذاریات: ۲۸) ”بولے

تو مت ڈر اور خوشخبری دی اس کو ایک ہوشیار لڑکے کی“

نیز باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

قَالُوا لَا تَوَجَلْ إِنَّآ أَنبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الحجر: ۵۳-۵۴) بولے مت

ڈر ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ

إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ . (ہود: ۷۱)

اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اس

کو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يَبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ

(آل عمران: ۴۵)

جب کہافرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی“

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهَ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(الشوری: ۲۳)

یہ ہے جو خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایمان دار بندوں کو جو کرتے ہیں
بھلے کام۔

نیز اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

(--۱۷-۱۸)

سو تو خوشخبری سنا دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں
اس پر جو اس میں اچھی اچھی باتیں ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَأَبَشِّرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (نصرت: ۳۰) اور خوشخبری

سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ

بِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

(الحزید: ۱۲)

جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو کہ

دوڑتی ہوئی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے، خوشخبری

ہو تم کو آج کے دن ان باغوں کی کہ نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں۔

نیز اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

يُسِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ
مُقِيمٌ“ (التوبة: ۲۱)

خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور
رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا“

اور بشارت و خوشخبری سے متعلق بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جو مشہور معروف ہیں،

ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

۹۵۷ - کعب بن مالکؓ کی اپنے توبہ کے واقعہ سے متعلق روایت جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو خوب چیخ کر با آواز بلند کہہ رہا تھا

، ”يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ابشِر“ اے کعب بن مالک مبارک ہو، تیرے لئے خوشخبری ہے، پھر لوگ

مجھے مبارک باد اور خوشخبری دینے لگے اور میں رسول اللہ ﷺ سے قصد سے چل پڑا لوگ فوج در فوج

مجھ سے مل رہے تھے اور توبہ قبول ہونے کی خوشخبری دے رہے تھے، اور کہہ رہے تھے، اللہ کی طرف

سے تیری توبہ کی قبولیت تجھے مبارک ہو، یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ

ﷺ کے ارد گرد لوگ جمع ہیں، حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور

مجھے مبارک باد دی، حضرت کعبؓ نے حضرت طلحہؓ کے اس طرز عمل (اور والہانہ محبت) کو کبھی نہیں

بھلایا، پھر حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

، جبکہ آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

”أَبَشِّرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدْتَكَ أُمَّكَ“ (۱)

جب سے تیری والدہ نے تمہیں پیدا کیا ہے، تب سے جتنے دن تم پر گزرے ہیں اس میں سب سے بہترین دن کی خوشخبری تمہیں مبارک ہو۔

(باب-۵۵)

تسبیح و تہلیل کے الفاظ میں اظہار تعجب

۹۵۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ملاقات ان سے ہوئی جبکہ وہ جنبی تھے، وہ آپ کے پاس سے چپکے سے نکل گئے اور جا کر غسل کیا، ان کے نکل جانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں تلاش کیا، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا (اَیْسَنَ کُنْتَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ) ”اے ابو ہریرہ تم کہاں تھے، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی ملاقات مجھ سے ہوگئی جبکہ میں ناپاک تھا، اس لئے مجھے ناگوار معلوم ہوا کہ (اس حالت میں) میں آپ کی مجلس میں بیٹھوں تا آنکہ غسل کر لوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”سُبْحَانَ اللَّهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجِسُ“ سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (۱)

۹۶۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حیض سے پاک ہو کر غسل کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے کیفیت بتاتے ہوئے فرمایا:

خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِسْكِ فَتَطَهَّرِي بِهَا ، قَالَتْ كَيْفَ اتَطَهَّرُ بِهَا ؟ قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا ، قَالَتْ كَيْفَ ؟ قَالَ : سُبْحَانَ اللَّهِ ، نَطَهَّرِي بِهَا ، فَاجْتَذِبْتُهَا إِلَيَّ وَقُلْتُ تَتَّبِعِي اثَرِ الدَّمِّ “
(مشک لگا ہوا کپڑا یا اس جیسی چیز کا) ایک ٹکڑا لو پھر اس سے پاکی حاصل

کرو، اس نے عرض کیا اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا، اس سے پاکی حاصل کرو، اس نے پھر عرض کیا، کس طرح؟ تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس سے پاکی حاصل کرو، (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تین بار کے باوجود نہ سمجھ سکی تو میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس سے کہا خون کے اثرات کو دور کرو (خوشبودار کپڑا شرمگاہ پر رکھ کر) (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ بخاری کی مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی بقیہ روایتیں اسی مفہوم کی ہیں ”فِرْصَة“ کا معنی ٹکڑا ہے اور مسک بمعنی مشک ہے جو خوشبوؤں کی دنیا میں مشہور و معروف ہے، بعض حضرات نے ”مسک“ کے میم کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے، اس وقت اس سے مراد ”جلد“، یعنی چمڑا ہوگا، نیز اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال منقول ہیں، مگر صحیح و مختار قول یہ ہے کہ عورت تھوڑا خوشبو کپڑا یا اون یا روئی وغیرہ کے ٹکڑے میں لگا کر فرج (شرمگاہ) میں رکھے تاکہ اس کی بدبودور ہو کر خوشبودار ہو جائے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا مقصد جلد حمل ٹھہرانا ہے اور غلوق میں جلد بازی سے کام لینا ہے، مگر یہ بات ضعیف و بے وزن ہے، واللہ اعلم۔

۹۶۱ - صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ربیع کی بہن اُم حارثہ نے کسی کو زخمی کر دیا، ان لوگوں نے اس کا مقدمہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”الْقِصَاصُ، الْقِصَاصُ“ یعنی قصاص لیا جائے گا، ام ربیع (یعنی ام حارثہ کی والدہ) نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اس سے قصاص لینے؟ واللہ اس سے قصاص تو نہیں لیا جاسکتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سُبْحَانَ اللَّهِ، يَا أُمَّ الرَّبِيعِ، الْقِصَاصُ كِتَابُ اللَّهِ“ سبحان اللہ، اے ام ربیع

قصاص تو کتاب اللہ کا حکم ہے۔ (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں : اصل حدیث تو صحیحین یعنی بخاری و مسلم دونوں میں ہے، مگر مذکورہ روایت مسلم کے الفاظ ہیں، اور یہی اس جگہ ہمارا مقصود ہے۔

۹۲۶ - صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ سے قید کی جانے والی عورت کے واقعہ سے متعلق طویل حدیث میں مروی ہے کہ وہ چھوٹ کر بھاگ نکلی، اور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہو گئی اور اس نے نذر مانا کہ اگر اللہ نے اسے نجات دیدیا اور وہ بچ نکلی تو وہ اس اونٹنی کو اللہ کے واسطے قربان کر ڈالیگی، پھر وہ بچ کر آگئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”سُبْحَانَ اللَّهِ بِسْمِ مَا جَزَّيْهَا“ سبحان اللہ بڑا ہی برا بدلہ ہے جو اس نے اونٹنی کو دیا۔ (۲)

۹۲۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی استیذان والی حدیث میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا ﷺ ارح، اور اس کے اخیر میں ہے ”يَا ابْنَ الْخَطَّابِ لَا تَكُونَنَّ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“، قَالَ : سُبْحَانَ اللَّهِ سَمِعْتُ شَيْئًا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَيْتُ ”اے ابن خطاب آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے لئے عذاب نہ بنیں، تو حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا: سبحان اللہ، میں نے تو ایک بات سنی تھی اس لئے میں نے چاہا کہ مہلت سے کام لوں، یا مشورہ کر لوں، یا تحقیق کر لوں۔ (۳)

۹۲۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جب ان سے کہا گیا، ”إِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ بے شک آپ جنتیوں میں سے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ، مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، سبحان اللہ کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہیں۔ (پھر پوری حدیث ذکر کیا) (۴)

(۲) صحیح مسلم: ۱۶۴۱

(۱) صحیح مسلم: ۱۶۷۵

(۴) بخاری ۳۸۱۳ مسلم ۲۲۸۴

(۳) صحیح مسلم: ۲۱۵۴

(باب-۵۶)

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ

یہ بات یا تو سب سے اہم ہے، یا اہم بابوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس عمل کی عظمت، اس پر توجہ دینے کی اشد ضرورت، اور عموماً لوگوں کا اس میں تساہل برتنے کی وجہ سے اس کے بارے میں بے شمار نصوص وارد ہوئی ہیں جس کا اس جگہ احاطہ کرنا ممکن نہیں، البتہ ہم اس جگہ اس کے اہم اصول کو بیان کر رہے ہیں، کیونکہ اس سے صرف نظر مناسب نہیں ﷺ اس سلسلہ میں علماء کی مختلف و متعدد تصنیفات ہیں، اس کا کچھ ٹکڑا میں نے صحیح مسلم کی شرح کے شروع میں ذکر کیا ہے اور ان اہم امور پر متنبہ کیا ہے جس کی معرفت و واقفیت سے استغناء درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ “ (آل عمران : ۱۰۴)

اور چاہئے کہ میں سے ایک جماعت ایسی جو بلائی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہونچے اپنی مراد کو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ“ (الأعراف : ۱۹۹) عادت کردہ گزر

کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ، يَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ . (التوبہ : ۷۱)

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں،
سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

كُنُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنِ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ (المائدہ : ۷۹) آپس میں منع نہ
کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی مشہور آیتیں ہیں :

۹۶۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
کو کہتے سنا :

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ
فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (۱)
تم میں سے جو کوئی کسی طرح کی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ بزور بازو
اسے بدل دے (روک دے) اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے
اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے (اسے بُرا جانے) اور یہ
ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

۹۶۶ - سنن ترمذی میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَئِكَ هُمُ
الَّذِينَ تَعَالَى أَنْ يَنْعَثَ عَلَيْهِمْ عِقَابًا مِنْهُ ، ثُمَّ تَدْعُوهُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ . (۲)

(۱) مسلم ۴۹

(۲) سنن ترمذی ۲۱۶۹، وقال الترمذی: حدیث حسن

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یا تو تم ضرور بھلائی کا حکم دو اور برائی کے کام سے روکو (ورنہ) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے سزا و عتاب بھیج دے، پھر تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔

۹۶۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْنَا أَنْفُسُكُمْ لَا يَبْصُرُكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

اے ایمان والوں! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا، جبکہ تم ہوئے راہ پر۔

حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے :

إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ (۱)

لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں (اے ظلم سے باز نہ رکھیں) تو قریب ہے کہ اللہ اپنے عذاب میں ان سکھوں کو شامل کر لیں۔

۹۶۸ - سنن ابی داؤد و ترمذی اور دیگر کتابوں میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

أَفْضَلُ الْجِهَادِ عَذْلٌ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (۲)

(۱) ابوداؤد: ۳۳۳۸، ترمذی: ۳۰۵۷، بخاری: ۶۶۱۵، سنن کبریٰ للنسائی: ۴۰۰۵

(۲) ابوداؤد: ۳۳۳۳، ترمذی: ۲۱۷۴، وقال الترمذی: حدیث حسن

سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہنا ہے۔

(امام نوویؒ فرماتے ہیں) اس باب کی احادیث اس حد تک مشہور و معروف ہیں کہ ان سمجھوں کا احاطہ اور تذکرہ دشوار ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کریمہ ان چند آیتوں میں سے ایک ہے کے اندر بہت سے جاہل و نادان لوگ دھوکا کھائے بیٹھے ہیں اور اسے غلط مفہوم پہ محمول کر کے نامناسب مطلب اخذ کر رہے ہیں، حالانکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اگر تم اسے بجالاتے رہو اور اس پر عمل پیرا رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی، اور تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور مذکورہ آیت کریمہ مفہوم کے اعتبار سے اس دوسری آیت کے قریب ہے جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

مَاعَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ (مکینہ: ۱۸) اور رسول کا ذمہ تو بس یہی ہے، کھول کر پیغام پہونچا دینا۔

یاد رکھیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کے حکم دینے اور برائی کے کام سے روکنے کے لئے چند شرائط و ضوابط اور چند جانی پہچانی صفات ہیں، یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں، اس کی بہترین منظر کشی امام غزالیؒ کی ”احیاء علوم الدین“ میں کی گئی ہے اور ان میں سے اہم باتوں کی وضاحت میں نے مسلم کی شرح میں کر دی ہے، واللہ اعلم۔

کتاب حفظ اللسان

(زبان کی حفاظت کا بیان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق: ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کو تیار)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر: ۱۳) بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔

مستحب اذکار کو بیان کرنے کی جس قدر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور آسانی پیدا فرمایا، ماضی میں اسے ذکر کر چکا ہوں، اب میرا ارادہ ان الفاظ یا باتوں کو ذکر کرنے کا ہے جو یا تو مکروہ ہیں یا حرام، ان میں سے چند ایسے مقاصد کا تذکرہ اس جگہ کر دینا میں مناسب سمجھتا ہوں جس کی واقفیت ہر دیندار کی ضرورت ہے، اور اس لئے کہ یہ کتاب الفاظ کے احکام اور اس کے اقسام کا احاطہ بھی کر لے۔

چونکہ اس کا بیشتر حصہ معروف و مشہور ہوگا اس لئے اکثر مقامات پر بیان دلائل سے پہلو تہی کروں گا، وباللہ التوفیق۔

(فصل) - بات کریں تو خیر کی :

ہر بالغ و مکلف شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور ایسی ہی بات کرے جس میں خیر و بہتری اور مصلحت ہو۔ بات کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت و اچھائی میں اگر ہر دو پہلو مساوی ہو تو خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر، اور سنت کے موافق ہے، کیونکہ بسا اوقات جائز و

مباح بات بھی حرام یا مکروہ کے ارتکاب تک انسان کو پہنچا دیتی ہے، بلکہ عام طور پر عادات ایسا ہی ہوتا ہے، جبکہ کوئی شئی سلامتی کی برابری نہیں کر سکتی۔

۹۶۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا

أَوْ لِيَصْمُتْ. (۱)

جو بھی اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات

کرے یا خاموش رہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ حدیث جس کی صحت متفق علیہ ہے اس بات میں نص صریح ہے کہ انسان کے لئے صرف ایسی ہی بات کرنا مناسب ہے جو بھلی اور خیر کی حامل ہو اور جس کی مصلحت اس کے سامنے واضح و عیاں ہو، اور اگر اس کی مصلحت میں اسے شک ہو تو بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ انسان جب بات کرنے کا ارادہ کرے، بات کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لے، اگر مصلحت سمجھے تو بات کرے ورنہ خاموش رہے، تا آنکہ مصلحت اس کا متقاضی ہو جائے۔

۹۷۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ "جس کی زبان اور دست و بازو سے دوسرے مسلمان محفوظ

رہیں۔ (۲)

(۱) بخاری ۶۳۷۵، مسلم ۴۷

(۲) بخاری ۱۱۱۸، مسلم ۴۷

۹۷۱ - صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَصُومُنِي مَائِينَ لَحْيَيْهِ وَمَائِينَ رِجْلَيْهِ أَصْنَمٌ لَهُ الْجَنَّةُ (۱)

دونوں داڑھوں کے درمیان اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی جو مجھ سے ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

نوٹ: یہ کنایہ ہے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت سے کہ جو شخص زبان اور شرم گاہ کو قابو میں رکھنے کی مجھ سے گارنٹی دے دے اور بدکاریوں اور بدگوئیوں سے محفوظ رہے، میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی لیتا ہوں۔

۹۷۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا:

إِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِكَلِمَةٍ مَا يَتَّبِعُنَّ فِيهَا، يَزُولُ بِهَا إِلَى النَّارِ،

أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (۲)

انسان کبھی ایسا جملہ بولتا ہے جسے وہ محسوس نہیں کرتا، جس سے وہ جہنم میں

گر پڑتا ہے، وہ بات مشرق و مغرب کے درمیان کی مسافت سے زیادہ

بعید (وزنی) ہوتی ہے۔

بخاری کی روایت میں لفظ ”مغرب“ کے بغیر صرف، ”أَبْعَدَ مَائِينَ الْمَشْرِقِ“ ہے

”مائیتین“ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کبھی بے سوچے سمجھے بول لیتا ہے اس کی اچھائی یا برائی میں غور نہیں کرتا، اس کے انجام کا اندازہ نہیں لگاتا، اس کے نتائج و عواقب سے بے خبر رہتا ہے، حالانکہ اس کا انجام بڑا بھیانک اور اس حد تک خطرناک ہوتا ہے کہ اس کی وہ معمولی سی بات اسے جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔

۹۷۳ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى مَا يُلْقَى لَهَا
بِأَلَّا يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ، وَإِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ
سَخَطِ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُلْقَى لَهَا بِأَلَّا يَهْوِيَ بِهَا فِي جَهَنَّمَ “ (۱)
بندہ کبھی رضائے الہی کی ایسی بات کہتا ہے جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا ،
اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور بندہ کبھی
غضب الہی کی ایسی بات کر لیتا ہے جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا اور اس
کی وجہ سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے۔

۹۷۴ - موطا امام مالک ، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت بلال بن حارث المزنی سے مروی ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ الرَّجُلَ لِيَتَكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى ، مَا
يُظَنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ بِهَا رِضْوَانُ اللَّهِ
إِلَى يَوْمٍ يَلْقَاهُ وَأَنَّ الرَّجُلَ لِيَتَكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ
تَعَالَى مَا كَانَ يُظَنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ ، يَكْتُبُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا
سَخَطَهُ إِلَى يَوْمٍ يَلْقَاهُ . (۲)

انسان کبھی اللہ کی رضائے کی بات کرتا ہے ، جس انتہاء کو اس کی بات
پہنچ جاتی وہ اس کا گمان تک نہیں کرتا ، اللہ اس کی وجہ سے اس کے
لئے اپنی رضائے اپنی ملاقات کے دن تک کے لئے لکھ لیتے ہیں ، اور

(۱) بخاری ۶۳۷۸

(۲) موطا امام مالک ۲/۹۵۸ ، ترمذی ۲۳۱۹ ، ابن ماجہ ۳۹۶۹ ، وقال الترمذی حسن صحیح

انسان کبھی اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے، وہ بات جس انتہاء کو پہنچ جاتی کہ وہ اس کا گمان تک نہیں کرتا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی ناراضگی اپنی ملاقات کے دن تک کے لئے لکھ لیتے ہیں۔

۹۷۵ - ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسی بات بتادیں جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں، تو آپ نے فرمایا: ”قُلْ رَبِّي يُلْقِي اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ“ تم کہو: اللہ ہی میرا پروردگار ہے، پھر اسی پر چلے رہو، میں نے عرض کیا، میرے اندر جس چیز کا خدشہ ہے اس میں سب سے خوفناک بات کیا ہے تو آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: ”هذا“ یہ ہے۔ (۱)

۹۷۶ - ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ
ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنْ أَبْعَدَ النَّاسُ مِنَ اللَّهِ
تَعَالَى الْقَلْبُ الْقَاسِيُ. (۲)

ذکر الہی کے ماسوا زیادہ باتیں مت کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے ماسوا
زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی ہے، اور لوگوں میں اللہ سے سب سے
دور سخت دل والا ہے۔

(۱) ترمذی ۲۳۱۱، تھجہ، ۴۲۷، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ ۲۹۷۷، قال الترمذی: حسن صحیح

(۲) سنن ترمذی ۲۳۱۱، وقال الترمذی: حدیث حسن غریب

۹۷۷ - ترمذی ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ وَقَاهُ اللَّهُ تَعَالَى شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (۱)

اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی دونوں داڑھوں کے درمیان والی شئی (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی شئی (شرمگاہ) کے شر سے حفاظت فرمادیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۹۷۸ - ترمذی ہی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! نجات کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسْعَكَ بَيْتُكَ ، وَابْكْ عَلَى خَطِيئَتِكَ (۲)

اپنی زبان کی حفاظت کرو، اپنے گھر ہی (میں) سوتے رہو، یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو اور اپنی خطاؤں پہ گریہ کرو (آنسو بہاؤ)۔

۹۷۹ - ترمذی ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكْفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ: اِتَّقِ اللَّهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اغْوَجَجَتْ اغْوَجَجْنَا (۳)

(۱) ترمذی ۲۳۰۹، وقال: حدیث حسن

(۲) ترمذی ۲۳۰۶، وقال: حدیث حسن

(۳) ترمذی ۲۳۱۲، وقال: حدیث حسن غریب

انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان پہ ملامت کرتے اور کہتے ہیں کہ تو میرے واسطے اللہ سے ڈرتی رہنا، کیونکہ ہمارا دار و مدار تجھ ہی پر ہے تو اگر ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہے، اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

۹۸۰ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ام حبیبہؓ کی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا :

كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ وَنَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ وَذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى . (۱)

اولاد آدم کی ہر بات اس کے خلاف ہوتی نہ کہ اس کے موافق، سوائے کسی نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے۔

۹۸۱ - ترمذی میں حضرت معاویہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا :

لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسْرُهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ ، تَعْبُدُ اللَّهَ تَعَالَى لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ ، الصَّوْمُ جَنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ النَّارَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ تَلَا : تَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ، حَتَّى بَلَغَ يَوْمَهُمُ " (السجده: ۱۶-۱۷) ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخَوِّدُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ

(۱) ترمذی ۳۳۱۲، ابن ماجہ ۳۹۷۴، وقال الترمذی: حسن غریب

وَعُمُودُهُ وَذُرُوءَ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ إِلَّا سَلَامٌ، وَعُمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذُرُوءُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَخْبِرُكَ بِمَلَاكٍ ذَلِكَ كُلُّهُ، قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، ثُمَّ قَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: لِكَلِّتِكَ أَمْلُكَ، وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا خَصَائِدُ السِّنِّتِهِمْ“ (۱)

تم نے بہت بڑی چیز کے بارے میں پوچھا ہے، اور جس کے لئے اللہ اسے آسان کر دے، وہ بہت آسان ہے اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں ابواب خیر کی رہنمائی نہ کر دوں؟ روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ خطاؤں کو اسی طرح مٹا دیتا جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور انسان کا درمیان شب نماز پڑھنا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی تتجافى جنوبهم عن المضاجع (جدارہتی ہیں ان کی کروٹیں سونے کی جگہ سے) يعملون تک، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں عمل کی بنیاد اس کا ستون اور اس کی بلندی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا بے شک اے اللہ کے رسول، آپ ضرور بتائیں، تو آپ نے فرمایا، اس کی بنیاد اسلام، اس کا ستون نماز اور اس کی چوٹی کی بلندی جہاد ہے، پھر آپ نے فرمایا:

(۱) سنن ترمذی ۲۶۱۶، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

کیا میں تمہیں ان تمام باتوں کا سرمایہ و نچوڑ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا بے شک اے اللہ کے رسول، آپ ضرور بتائیں، تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا پھر فرمایا، اس کو قابو میں رکھو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم جو بات کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیری ماں اولاد سے محروم ہو، کیا لوگوں کو جہنم میں اس کے سروں کے بل اس کی زبان کی کھیتی کے علاوہ بھی کوئی چیز ڈالے گی؟

۹۸۲ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْأَةِ تَرْكُهَا مَالًا يَعْنِيهِ (۱)

انسان کے اسلام کی خوبی اس کا لالچنی باتوں کو چھوڑنا ہے۔

۹۸۳ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”مَنْ صَمَتَ نَجَا“ جو خاموش رہا نجات پایا، اس کی سند ضعیف ہے، میں نے اس کے ضعف ہی کو اجاگر و آشکارا کرنے کے لئے اس جگہ بیان کیا ہے، اس لئے کہ یہ لوگوں میں مشہور و مروج ہے۔ اوپر جن احادیث کا میں نے ذکر کیا ہے اس جیسی بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جس قدر میں نے ذکر کر دیا اہل توفیق کیلئے اتنا کافی ہے اس کا کچھ حصہ آگے انشاء اللہ غیبت کے بیان میں آئے گا، وباللہ التوفیق۔

سلف صالحین اور دیگر متقدمین کے آثار بھی اس باب میں بے شمار ہیں، مذکورہ احادیث کے بعد اس کی ضرورت نہیں، البتہ اس کے بعض عیوب کی نشاندہی کر دینا اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں۔

پتہ چلا ہے کہ قنس بن ساعدہ اور اکثم بن صیفی ایک جگہ جمع ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا، اولاد آدم کے اندر تم نے کتنے عیوب پائے؟ دوسرے نے جواب دیا یہ شمار سے باہر ہے، البتہ جتنے کو میں شمار کر سکا وہ آٹھ ہزار عیوب ہیں، اور میں نے ایسی عادت و خصلت بھی پائی کہ انسان اگر اسے استعمال میں لے آئے تو اس کے سارے عیوب کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے، ایک نے سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا: زبان کی حفاظت۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے عمل میں کلام کو شمار کرنا شروع کر دے تو لایعنی باتوں میں اس کی گفتگو کم ہو جاتی۔ امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد ”ربیع“ سے کہا: اے ربیع لایعنی اور بے سود باتیں مت کیا کرو کیونکہ اگر تو بات کرے گا تو بات تم پر حاوی ہو جائے گی، تم باتوں پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ درازی قید و بند اور طول جس کے لئے زبان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ دوسرے کچھ علماء فرماتے ہیں کہ زبان کی مثال اس درندے یا وحشی جانور جیسی ہے کہ اگر اسے نہ باندھا جائے تو وہ اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

استاد ابوالقاسم قشیریؒ اپنے مشہور رسالہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خاموشی ہی سلامتی ہے، اور یہی بنیادی شئی ہے، اور خاموشی کے وقت خاموش رہنا مردوں کا ایسا ہی وصف ہے، جس طرح بولنے کے مقام پر گویا ہونا اچھی خصلت ہے، پھر فرماتے ہیں ”میں نے ابوعلی دقاق کو کہتے سنا، جو حق بات پر خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے، پھر فرماتے ہیں: مجاہدہ اور تزکیہ نفس کرنے والوں کا خاموشی کو ترجیح دینا اس وجہ سے ہے کہ اپنی زبان کی آفتوں اور مصیبت کا علم ہے، انہیں معلوم ہے کہ اس کی گفتگو میں نفس کا کتنا حصہ ہے، اور کس قدر صفات مدح سرائی کا اظہار ہے، اور حسن کلام وغیرہ کے ذریعہ امتیاز پانے کا رجحان وغیرہ جیسی آفات ہیں۔ یہ

اہل ریاضت کے صفات اور ان کی خوبیاں ہیں اور یہ ان کے تہذیب اخلاق اور دست کشی کا ایک رکن ہے۔ اس سلسلے میں کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ اِنَّهَا الْاِنْسَانُ لَا يَلْدَغَنَّكَ اِنَّهُ تُعْبَانُ
اے انسان اپنی زبان کی حفاظت کر وہ سانپ ہے کہیں وہ تمہیں ڈس نہ لے
كَمْ فِي الْمُقَابِرِ مِنْ قَتِيلٍ لِسَانِهِ كَانَتْ تَهَابُ لِقَائِهِ الشَّجَعَانُ
کتنے ہی اپنی زبان کے مارے (ڈسے ہوئے) جس کے مقابلے سے بڑے بڑے بہادر
قبر میں پڑے ہیں۔ تھراتے تھے۔

ریاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَعَمْرُكَ اِنْ فِي ذَنْبِي لَشُغْلًا لِنَفْسِي عَنْ ذُنُوبِ بَنِي اُمِيَّةَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ رُبِّىْ حَسَابُهُمْ اِلَيْهِ تَنَاهٰى عِلْمُ ذَلِكَ لَا اِلَهَ
وَلَيْسَ بِضَائِرِيْ مَا قَدْ اَتَوْهُ اِذَا مَا اللّٰهُ اَصْلَحَ مَا لَدَيْهِ
مجھے میری قسم، بلاشبہ میرے نفس کے گناہوں نے مجھے بنو اُمیہ کے گناہوں سے غافل
کر دیا۔ ان کا حساب میرے رب پہ ہے۔ اس کا علم اسی پر ختم ہے نہ کہ مجھ پر۔ اس نے جو کچھ کیا
وہ مجھے نقصان پہونچانے والی نہیں۔ بشرطیکہ اللہ اس کی اصلاح فرمادے جو میرے پاس ہے (یعنی
زبان)

(باب-۱)

غیبت اور چغلخوری کی حرمت :

یاد رکھیں کہ یہ دونوں خصلتیں انسان کی بدترین خصلتوں میں سے دو ہیں اور لوگوں کے درمیان یہی سب سے زیادہ عام ہے، حتیٰ کہ بہت کم لوگ ہی اس سے محفوظ رہتے ہیں، عموم حاجت

اور اس سے پرہیز و اجتناب کی اہمیت کے پیش نظر میں اس کی ابتداء غیبت سے کرتا ہوں۔

غیبت : انسان کے اندر موجود عیوب و امور کا پیٹھ پیچھے ذکر کرنا جس کے ذکر کئے جانے کو وہ ناپسند کرے غیبت کہلاتا ہے، خواہ اُن عیب کا تعلق اس کے جسم، دین، دنیا، نفس، خلقت، اخلاق، مال و اولاد، والدین و شریک حیات، خادم و غلام، عمامہ یا ٹوپی، کپڑا، چلنے پھرنے، حرکت کرنے، بشاشت و انبساط، بے حیائی و بے شرمی، ترش روئی یا خوش روئی سے ہو یا کسی اور چیز سے، اس کا ذکر زبان سے کیا جا رہا ہو یا تحریر سے، سر، ہاتھ آنکھ کے اشارہ سے کیا جا رہا ہو یا کسی اور طرح کے کتایہ سے۔

جسمانی عیوب ذکر: مثلاً اندھا، لنگڑا، چونڈھا، گنجا، پستہ، لمبا، سیاہ، زرد، وغیرہ۔

دینی عیوب ذکر کرنا: مثلاً فاسق و فاجر، چور، خائن، ظالم، نماز میں سستی کرنے والا، نجاستوں سے لاپرواہی کرنے والا، والدین کا نافرمان، حق داروں کو زکاۃ نہ دینے والا، غیبت سے اجتناب نہ کرنے والا وغیرہ۔

دنیاوی عیوب: مثلاً بے ادب، لوگوں کی توہین کرنے والا، اپنے اوپر کسی کا حق نہ سمجھنے والا، بہت باتونی، بہت زیادہ کھانے یا سونے والا، بے وقت سونے والا، بے محل اٹھنے والا۔

والدین سے متعلق عیوب کا ذکر: مثلاً اس کا باپ فاسق ہے، جانور فروش ہے، بڑھئی ہے، لوہار ہے، دُھنیا ہے۔

اخلاقی عیوب کا ذکر: مثلاً بداخلاق ہے، متکبر ہے، جھگڑالو ہے، جلد باز ہے، سخت ہے، عاجز ہے، کمزور دل ہے، لاپرواہ ہے، ترش رو ہے، چڑچڑاہے، بے شرم ہے وغیرہ۔

کپڑوں کے عیوب کا ذکر: مثلاً چوڑی آستین والا، لمبے دامن والا، گندے کپڑے والا، وغیرہ علی

ہذا القیاس۔

اصل ضابطہ یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو، اگر ناپسند نہ کرے تو غیبت نہیں کہلائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غیبت نام ہے ان عیوب کو ذکر کرنے کا جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرے۔ (۱) اس سے متعلق صریح احادیث آگے آرہی ہے۔

مغلخوری : اور چغلی یہ ہے کہ ایک کی بات دوسرے کو فساد و بگاڑ پیدا کرنے کی غرض سے نقل کی جائے۔

یہ تو ان دونوں کی تعریف تھی ﷺ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دونوں باجماع امت حرام ہیں۔ اس کے حرام ہونے کی دلیلیں کتاب و سنت اور اجماع امت میں پڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا“ (حجرات: ۱۲) اور برانہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”وَيَلِّ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ“ (الہزہ: ۱) خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چنے والے کی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”هَمَّا زَ مَشَاءَ بِنَمِيمٍ“ (القلم: ۱۱) طعنے دے، چغلی کھاتا پھرے۔

۹۸۴ - بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ“ (۲) مغلخو ر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۹۸۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا :

اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ، قَالَ : وَفِيْ رِوَايَةٍ
 الْبَخَارِيْ ، بَلَى اِنَّهُ كَبِيْرٌ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ
 وَاَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ النَّوْلِ . (۱)

ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور انہیں کسی بڑی چیز کے اندر عذاب
 نہیں دیا جا رہا ہے، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: ہاں وہ بلاشبہ
 (حقیر سمجھے جانے کے باوجود) بہت بڑی بات ہے، بہر حال ان میں
 سے ایک مغلخوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

(انام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ: ”انہیں کسی بڑی چیز کے اندر عذاب نہیں دیا
 جا رہا ہے“ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے زعم و گمان میں اگرچہ وہ بڑی چیز نہ تھی، مگر فی الواقع اور اللہ کے
 نزدیک بہت بڑی چیز تھی، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کوئی اتنی بڑی چیز نہ تھی کہ اسے نہ چھوڑا جاسکتا
 تھا، بلکہ اسے چھوڑنا اور اس سے پرہیز کرنا بہت آسان تھا، مگر اس کے باوجود اسے نہ چھوڑ کر وہ
 بڑے عذاب کا مستحق بن گئے۔

۹۸۶ - مسلم ابوداؤد، ترمذی و نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا :

اَتَذَرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ ؟ قَالُوْا : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ :
 ذِكْرُكَ اَحَاكَ بِمَا يَكْرَهُ ، قِيْلَ : اَفَرَايْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ
 مَا اَقُوْلُ ، قَالَ : اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ اَغْتَبْتَهُ ، وَاِنْ لَمْ
 يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهْتَهُ (۱)

(۱) بخاری ۲۱۶، مسلم ۲۹۲

(۱) ابوداؤد ۴۷۳۷، ترمذی ۱۹۳۴، تحفہ ۱۳۹۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی وقال الترمذی: حسن صحیح۔

کیا تمہیں پتہ ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کو ایسی بات سے یاد کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، عرض کیا گیا، آپ کیا فرماتے ہیں میرے بھائی کے اندر اگر وہ عیب موجود ہو جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جو تم کہو اگر وہ اس کے اندر پائی جاتی ہے تو تم نے غیبت کی اور اگر اس کے اندر نہیں پائی جاتی تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔

۹۸۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں قربانی کے دن اپنے خطیبہ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ
يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا الْأَهْلُ
يَلْفُتُ. (۱)

تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت و آبرو تم پر حرام ہے، تمہارے اس شہر میں اس ماہ کے اندر اس دن کی حرمت ہی کی طرح، آگاہ رہو کیا ہم نے پہونچا دیا یعنی بیشک ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہونچا دیا۔

۹۸۸ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا:

حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: بَعْضُ الرِّوَاةِ يَعْنِي
قَصِيرَةً، فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتُ كَلِمَةً لَوْ مَزَجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ.

صفیہ کا اس طرح ہونا آپ کے لئے کافی ہونا چاہئے، بعض رواۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اس سے ان کا پستہ قد ہونا مراد لے رہی تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم نے ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے (تو اس کی بدبو سے) پورے سمندر کا مزہ بدل جائے۔

نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَحْبَبْتُ إِلَيَّ حَكِيثُ إِنْسَانًا وَإِنْ لِي كَلْدًا وَكَلْدًا (۱)
مجھے پسند نہیں کہ میں کسی کے بارے میں کچھ بیان کروں اور میرے لئے اس اس طرح برائی لکھی جائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ”مَزَجَتْ“ کا معنی ملانا ہے، مگر یہاں اس میں سے مراد یہ ہے کہ اس کی ملاوٹ اس طرح ہو کہ اسی سے اس کا مزہ اور اس کے بو میں تبدیلی و تغیر پیدا ہو جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کلمہ کی شدتِ قباحت اور اس کے حدرِ جہ بدبودار ہونے کی صلاحیت اس انتہاء کو پہنچتی ہوئی ہے کہ ایک جملہ پورے سمندر کے پانی کو گدلا و بدبودار بنا سکتا ہے، اس سے اس کی شدتِ قباحت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ غیبت سے روکنے اور اس کی خطرناکی بیان کرنے کے بارے میں یہ حدیث سب سے اہم اور عظیم ترین ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کی مذمت سے متعلق اس سے بڑھ کر اور کوئی حدیث ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (النجم: ۳) اور وہ نہیں بولتے اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو بھیجا ہوا حکم (وحی) ہے۔

(۱) ابوداؤد: ۴۸۷۵، ترمذی: ۲۵۰۲، وقال الترمذی: حسن صحیح

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لطف و کرم اور ہر ناگواریات سے اس کی عافیت و پناہ کی درخواست کرتے ہیں۔

۹۸۹ - سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا غَرَجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يُخِمُّشُونَ
وُجُوهُهُمْ وَصُدُّورَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جَبْرِيلُ؟ قَالَ:
هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لَحْمَ النَّاسِ وَيَقْعُونَ فِي
أَعْرَاضِهِمْ“ (۱)

جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گذر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانے کے تھے، اور وہ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانی گوشت کھاتے اور ان کے ناموس کے درپے ہوتے تھے۔

۹۹۰ - ابوداؤد ہی میں حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا إِلَّا مُسْتَطَالَةً غَنَى عَرَضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ“ (۲)
سب سے بڑا گناہ ناحق کسی مسلمان کے ناموس کے درپے ہونا اور اس کی تحقیر کرنا ہے۔

۹۹۱ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ ، كُلُّ
 الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عَرَضُهُ ، وَمَالُهُ وَدَمُهُ ، التَّقْوَى
 هُنَا بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَخْفِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ . (۱)
 مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کے ساتھ نہ خیانت کر سکتا ہے ، نہ
 جھوٹ بول سکتا ہے ، نہ اسے رسوا کر سکتا ہے ہر ایک مسلمان کی عزت و
 آبرو مال و اسباب اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے ، تقویٰ
 اس جگہ (سینہ میں) ہے ، انسان کی برائی و شر کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ
 اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل کرے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں : اس حدیث کے فوائد کس قدر عظیم اور اس کی
 افادیت کس قدر لامتناہی ہے اس کا شمار اور اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

(باب-۳)

حد غیبت سے متعلق چند اہم امور :

سابقہ باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ غیبت نام ہے انسان کے ان اوصاف و خصال کو
 ذکر کرنے کا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، خواہ اس کا ذکر الفاظ کے ذریعہ ہو یا تحریر کے ذریعہ، یا آنکھ،
 ہاتھ سر، یا دیگر اعضاء کے اشاروں کنایوں کے ذریعہ، اصل ضابطہ یہ ہے کہ جس کے ذریعہ آپ کسی
 مسلمان کی تنقیص و تحقیر کا اظہار و افہام کریں تو وہ حرام کردہ غیبت ہے، مثلاً آپ بیان کریں کہ
 فلاں لنگڑا کر، ڈول کر یا کسی اور انداز و اسلوب سے چلتا ہے اور اس حکایت و بیان سے آپ کا
 ارادہ اس کی تنقیص ہو تو یہ بلا خلاف حرام ہے، یا کوئی مصنف اپنی کتاب میں کسی شخص کا ذکر کرتے

(۱) سنن ترمذی ۱۹۲۷ وقال: حدیث حسن

ہوئے لکھے کہ فلاں شخص ایسا ہے اور اس کا ارادہ اس سے اس کی تنقیص و تحقیر یا برائی بیان کرنا ہو تو یہ بھی حرام ہے، اور اگر اس کا ارادہ اس کی غلطی کی نشاندہی کرنا ہو کہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں، یا اس کے قلت علم اور کمزوری کو بیان کرنا مقصود ہو کہ لوگ اس سے دھوکے میں مبتلا ہو کر اس کے قول کو قبول نہ کر لیں، تو یہ غیبت نہیں، بلکہ ضروری نصیحت و خیر خواہی ہے، اور اگر اس کی یہی نیت ہو تو اس پر اسے اجر و ثواب بھی ملے گا۔

یا اسی طرح اگر کوئی مصنف اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ ایک قوم یا ایک جماعت کی یہ رائے ہے، اور یہ بے بنیاد و غلط ہے یا جہالت اور نادانی و غفلت ہے تو یہ بھی غیبت نہیں ہوگا، کیونکہ غیبت اس وقت شمار کیا جاتا ہے جبکہ کسی مخصوص و متعین فرد کا یا متعین جماعت کا ذکر کیا جائے۔ غیبت محرمہ ہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کہیں ”بعض لوگوں نے ایسا کیا“ یا ”بعض فقہار نے ایسا کیا“ یا ”بعض علم کے دعویداروں نے ایسا کیا“ یا ”بعض زہد و بزرگی کا دعویٰ کرنے والوں نے ایسا کیا“ یا ”میرے پاس آنے والوں میں سے بعض نے ایسا کیا“ یا ”جن پر میری نظر پڑی ان میں سے بعض نے ایسا کیا“ یا ”اسی طرح کے جملے کہنا جس سے مخاطب فوراً متعین شخص کو سمجھ جائے کہ کس کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔“

اس غیبت محرمہ میں سے خود ساختہ فقیہ و عبادت گزاروں کا تعریض و کنایہ کے ذریعہ کسی کی تنقیص کرنا بھی ہے، یہ حضرات بطور تعریض ایسی غیبت کرتے ہیں کہ سمجھنے والا یا مخاطب اس کی مراد صریح الفاظ میں سمجھنے کی طرح فوراً سمجھ جاتا، مثلاً کسی سے کہے: ”کیف حال فلاں“ فلاں کا کیسا حال ہے، پھر کہے ”اللہ یُصلِحْہُ“ اللہ ہم سب کی اصلاح فرمائے، یا ”اللہ یَغْفِرْ لَنَا“ اللہ ہم سب کی مغفرت فرمائے، یا ”اللہ یُصلِحْہُ“ اللہ اس کی اصلاح فرمائے، یا

”نَسْأَلُ اللہَ الْعَافِیَۃَ“ ہم تو اللہ ہی سے عافیت مانگتے ہیں، یا ”نُحَمِّدُ اللہَ الَّذِیْ لَمْ یَبْتَلِنَا بِالْذَّخُولِ عَلَی الظُّلْمَةِ“ اللہ کا حمد و شکر ہے کہ اس نے ظالموں کے پاس کی آمد و رفت میں ہمیں

بتلانہ کیا، ”اللَّهُ يُعَافِيْنَا مِنْ قَلْبِهِ الْحَيَاءُ“ اللہ ہمیں بے شرمی یا قلت حیا سے عافیت بخشے، یا ”نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّرِّ الَّذِيْ يَتُوْبُ عَلَيْنَا“ ہم تو ہر شر سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں اللہ ہماری توبہ قبول کرے۔۔۔۔۔ یا اس جیسے الفاظ جس سے مطلوبہ شخص کی تنقیص و تحقیر مقصود ہو، یہ سب کے سب غیبت محرمہ ہیں۔

یا اسی طرح کہے کہ ”فلاں اسی میں مبتلا ہوا جس میں ہم سب مبتلا ہیں، یا کہے،“ اس سلسلہ میں اس کا مال اس کے لئے حیلہ ہے“ یا کہ ”ہم سب اس طرح کرتے ہیں“ (تو یہ بھی غیبت ہے) یہ تو چند موٹی موٹی مثالیں ہیں ورنہ غیبت کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ مخاطب کو کسی متعین شخص کے نقائص باور کرائے جائیں جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

اور ان سب باتوں کا علم ہمیں اس حدیث کے منشا و مراد سے حاصل ہو رہا ہے، جس کا ذکر اس سے قبل (حدیث نمبر: ۹۸۶ پر) بروایت مسلم وغیرہ حدیث کے بیان میں ہوا۔

(فصل) - غیبت کرنے اور سننے کی حرمت:

یاد رکھیں کہ غیبت جس طرح غیبت کرنے والے کے لئے حرام ہے اسی طرح سننے والے کے لئے اس کا سننا اور اس کی تصدیق کرنا بھی حرام ہے، لہذا جب کوئی کسی کو غیبت شروع کرتے ہوئے پائے تو اگر بظاہر کوئی ضرر و نقصان نہ ہو تو اس سے روکے، اور اگر ضرر کا خطرہ ہو تو دل سے انکار کرے، اور اگر اس مجلس سے الگ ہونا ممکن ہو تو اس سے الگ ہو جائے۔۔۔۔۔ اگر زبان سے غیبت کو روکنے کی قدرت ہو یا کسی اور طریقہ سے غیبت کی بات کاٹ سکتا ہو تو ایسا کرنا اس پر لازم ہے، اگر قدرت کے باوجود نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔

اور اگر وہ زبان سے خاموش ہونے کی ہدایت تو کر رہا ہو، مگر دل میں اسے جاری رکھنے کی خواہش ہو تو ایسے شخص کے بارے میں امام غزالی اپنی کتاب (الاحیاء ۳-۱۴۶) میں فرماتے ہیں کہ

اس کا یہ فعل نفاق ہے اور اس طرح وہ محصیت سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا، بلکہ دل سے بھی اسے برا سمجھنا ضروری ہے، اور اگر ایسی مجلس میں بیٹھنے اور شریک رہنے پر انسان مجبور ہو جس میں غیبت ہو رہی ہو اور اسے روکنے یا نکیر کرنے سے وہ قاصر و عاجز ہو، یا انکار و نکیر تو کرے مگر اسے قبول نہ کیا جائے، اور وہ اس سے جدا بھی نہیں ہو سکتا ہو تو اس کا سننا اور غیبت کی باتوں پر کان لگانا اس کے لئے حرام ہوگا، اور اس سے دوری کا راستہ یہ ہے کہ وہ زبان و دل یا صرف دل سے اللہ کا ذکر کرے اور کسی دوسری باتوں میں غور و فکر شروع کر دے، تاکہ غیبت کی ان باتوں سے اس کا ذہن مشغول ہو جائے، اور وہ ان باتوں کو نہ سن سکے، اس کے باوجود اگر اس کے کان میں غیبت کی باتیں پڑتی ہیں جبکہ اس نے اس کی طرف نہ کان لگایا نہ سننے کی کوشش کی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس کے بعد جب بھی وہ اس سے علیحدہ ہونے پر قدرت رکھے اور غیبت جاری ہو تو قدرت حاصل ہوتے ہی اس مجلس سے علیحدہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (انعام: ۶۸)

اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے منقول ہے کہ انہیں کسی ولیمہ میں مدعو کیا گیا، وہ وہاں حاضر ہوئے، لوگوں نے ایک شخص کا تذکرہ کیا جو نوخیز نہیں پہنچا تھا تو کچھ لوگوں نے کہا ”انہ ثقیل“ وہ بو جھل ہے، اس پر حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا :

”یہ جرم میں نے خود اپنے نفس کے ساتھ کیا کہ میں ایسی جگہ حاضر ہوا جہاں لوگوں کی غیبت کی جارہی ہے، پھر وہ بغیر کھائے نکل آئے، اور تین دنوں تک کچھ نہیں کھایا۔“

کچھ شاعروں نے بھی اس سے متعلق کہا ہے:

وَسَمِعَكَ صُنَّ عَنْ سَمَاعِ الْقَيْحِ كَصَوْنِ اللِّسَانِ عَنِ النُّطْقِ بِهِ
فَإِنَّكَ عِنْدَ سَمَاعِ الْقَيْحِ شَرِيكَ لِقَائِهِ فَاَنْتَبِهْ

میری باتوں کو سننے سے اپنے کان کی حفاظت اس طرح کر جس طرح بری باتوں کے تلفظ سے زبان کی حفاظت کرتے ہو۔

کیونکہ بری باتیں سنتے وقت تو بری باتیں کرنے والوں کا شریک ہے، تو اس سے آگاہ و متنبہ رہ۔

(باب-۳)

دفع غیبت کا بیان :

یاد رکھیں کہ ایسا طریقہ جس کے ذریعہ انسان اپنے آپ سے غیبت کو دفع کر سکے کتاب و سنت میں بے شمار ہیں اور اس کی دلیلیں بھری پڑی ہیں، لیکن ہم اس جگہ اس کے بعض حصوں کے ذکر پر ہی اکتفاء کر رہے ہیں، کیونکہ اہل توفیق اتنے ہی سے باز آجائیں گے، اور جو اس کے برخلاف ہیں ان کے لئے کتابوں کا انبار بھی ناکافی ہے۔

اس خصوص میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر ان نصوص کو پیش کرے جو غیبت کی تحریم کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، پھر کلام باری تعالیٰ میں غور و فکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

”مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَقِيدٌ“ (ن: ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک گمراہ تیار (لکھنے کے لئے)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ“ (النور : ۱۵)

اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے۔

اور اس حدیث کو سامنے رکھے، جس کا ذکر پہلے (نمبر ۷۳۰ پر) آیا کہ بندہ کبھی غضب الہی کی ایسی بات کرتا جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جس کا تذکرہ ”حفظ لسان“ اور غیبت کے بیان میں ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ان جملوں کو بھی اس کے ساتھ شامل کر لے کہ ”اللہ میرے ساتھ ہے“ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اللہ ہم پر مطلع ہے۔“

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا ”آپ میری غیبت کرتے ہیں“ تو انہوں نے جواب دیا، تمہارا مرتبہ میرے نزدیک اتنا بلند نہیں ہوا کہ میں تجھ سے اپنے حسنات میں محاکمہ کروں“ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے والدین کی کرتا، کیونکہ وہی میرے حسنات کے زیادہ حقدار ہیں۔

(باب-۴)

مباح و حلال غیبت کا بیان :

یاد رکھیں کہ غیبت اگرچہ عام حالات میں حرام ہے، مگر مصلحتوں کے پیش نظر بعض حالتوں میں جائز و مباح ہے اور وہ شرعی صحیح اغراض و مقاصد اسے حلال بنا دیتی ہیں، جس کا حصول اس کے بغیر ناممکن و دشوار ہو، اور یہ چھ اسباب و اغراض میں سے ایک ہو سکتی ہے۔

(۱) دفع ظلم کی وجہ سے مظلوم کے لئے جائز ہے کہ اپنی مظلومیت کا اظہار اقدار اعلیٰ یا قاضی وغیرہ، حکام وقت سے کرے، جنہیں ظلم سے انصاف دلانے پر قدرت ہو، الغرض اس کے لئے یہ کہنا جائز و مباح ہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا یا اس طرح کیا یا میرا یہ حق چھین لیا، یا مجھ سے یہ لے لیا، وغیرہ۔

(۲) برائی دور کرنے میں مدد حاصل کرنے اور خطا کار کو راہ راست پر لانے کے لئے، جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ برائی دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اس سے یہ کہنا کہ فلاح شخص کا عمل ایسا ہے لہذا اسے تنبیہ کی جائے وغیرہ، اور اس کا مقصد اس سے منکر و برائی کو دور کرنا ہی ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو حرام ہوگا۔

(۳) فتویٰ حاصل کرنے کے لئے: مثلاً مفتی سے کہے کہ میرے والد نے یا میرے بھائیوں نے یا فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے کیا ویسا کرنا ان کے لئے جائز ہے؟ اور میری خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور میں کس طرح اپنا حق پاسکتا ہوں؟ اور کس طرح خود سے ظلم کو دفع کر سکتا ہوں؟ یا یوں کہے کہ میری بیوی میرے ساتھ اس طرح کرتی ہے، یا میرا شوہر میرے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ الغرض: یہ تمام باتیں ضرورت و حاجت کی وجہ سے جائز و درست ہیں، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ وہ نام لئے بغیریوں کہے: اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کا معاملہ اس طرح کا ہے، یا کسی میاں بیوی کا معاملہ اس طرح ہے، اس طرح متعین کئے بغیر ہی مقصد حاصل ہو جائے گا، لیکن اس کے باوجود اگر ان کی صراحت کرنا چاہے تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے اور اس کی دلیل ”ہند بنت عتبہ“ (ابوسفیانؓ کی شریک حیات اور حضرت معاویہؓ کی والدہ) کی حدیث ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آگے (نمبر ۹۹۶ پر) آئیگا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، ابوسفیان نہایت کنجوس انسان ہیں (الحديث) اور نبی کریم ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا۔

(۴) مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانے یا انہیں نصیحت کرنے کی غرض سے اور یہ کئی طرح سے ممکن ہے۔

۱ - مجروح مخدوش راوی حدیث یا معاملے کے گواہ کی جرح کرنا اور اس کے عیوب کو آشکارا کرنا، اور یہ بالا جماع جائز ہے، بلکہ ضرورت پڑنے پر واجب ہے۔

۲ - اگر کوئی کسی سے رشتہ نکاح قائم کرنے، شراکت داری کرنے یا امانت و ودیعت رکھنے یا معاملہ کرنے وغیرہ کے بارے میں مشورہ طلب کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی معلومات نصیحت کے طور پر اس کے سامنے رکھ دے، اگر مقصد صرف اتنا بتا دینے سے حاصل ہو جائے ”کہ اس سے معاملہ کرنا ٹھیک نہیں“ یا ”اس کے یہاں رشتہ کرنا مناسب نہیں“ یا ”اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کریں“ تو اس سے زیادہ کھل کر اس کی برائی بیان کرنا جائز نہیں، اور اگر اس سے مقصد حاصل نہ ہو، بلکہ اس کی صراحت و وضاحت اور متعین عیوب و برائیاں بیان کرنا، ضروری ہو تو اس کی صراحت کی جاسکتی ہے۔

۳ - اگر آپ کسی کو ایسا غلام خریدتے دیکھیں جو چوری، زنا کاری، بدکاری، شراب نوشی وغیرہ میں مشہور و معروف ہو تو خریدار سے اگر وہ اس سینا واقف ہو تو اس کا اظہار کر دینا اور اسے بتا دینا اس پر واجب ہے، اور یہ اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کوئی جو قابل فروخت سامان میں کسی طرح کا کوئی عیب پائے، مشتری کو اس سے آگاہ کر دینا اس پر واجب ہے، بشرطیکہ مشتری کو اس کا علم نہ ہو۔

۴ - آپ اگر کسی فقیہ کو دیکھیں کہ وہ کسی فاسق و فاجر یا اہل بدعت کے پاس ہمیشہ آتا جاتا ہے، اور اس سے کسب علم کرتا ہے تو اس فقیہ کو اس کے بارے میں بتا دینا واجب ہے اور اس کے حالات سے متعلق اسے نصیحت کر دینا ضروری ہے، مگر ان تمام باتوں کے لئے شرط ہے کہ مقصود نصیحت ہو، اس کے اندر لوگ عام طور پر غلطی کرتے ہیں، اور بات کہنے والے کو بسا اوقات حسد پر محمول کر لیا جاتا ہے، یا کبھی شیطان ایسا ہی باور کر دیتا ہے، جبکہ وہ نصیحت و شفقت کا خیال کئے بیٹھا ہوتا ہے،

لہذا اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

۵ - کھلے عام فسق و فجور اور بدعات و منکرات کرنے والا ہو: مثلاً کھلے عام شراب نوشی کرنا، لوگوں کے درپے آزار ہونا، ظالمانہ طریقے پر لوگوں سے کمیشن یا مالی ٹیکس وصول کرنا اور باطل امور کی سرپرستی کرنا، غرض جسے وہ کھلے عام کرتا ہو اس کے ذریعہ اسے یاد کرنا جائز ہے، البتہ دیگر عیوب جس کا اظہار وہ کھلے عام نہیں کرتا اس کے ذریعہ یاد کرنا حرام ہے، الا اینکه اسے بیان کرنے کے دیگر اسباب بھی پائے جاتے ہوں۔

۶ - اسی سے پہچانا جاتا ہو: یعنی اگر کوئی انسان کسی خاص لقب سے معروف و مشہور ہو مثلاً چوندھا، لنگڑا، بہرا، اندھا، بھینگا، چچئی، ناک والا وغیرہ، تو پہچان کرانے کی نیت سے ان القاب کے ذریعہ اسے یاد کر سکتا ہے، مگر بطور تنقیص ان الفاظ کا استعمال قطعی ممنوع و حرام ہوگا۔ اگر ان اوصاف کے بجائے کسی اور طریقہ سے اس کی پہچان ہو سکتی ہو تو اس سے کرنا زیادہ بہتر و افضل ہے۔

یہ چھ اسباب تھے جس کی وجہ سے علماء نے غیبت کو حلال و مباح قرار دیا ہے، اور جن لوگوں نے ان اسباب کی وجہ سے اس کے جواز کی تصریح کی ہے ان میں سے ایک امام غزالی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب (الاحیاء ۱۵۳-۱۵۴) میں اسے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار علماء نے ان اسباب کی وجہ سے اسے مباح و حلال قرار دیا ہے، اس کی دلیلیں صحیح و مشہور احادیث میں بھری پڑی ہیں، ان اسباب کے اکثر حصہ پر علماء کا اجماع و اتفاق ہے کہ اس کی وجہ سے غیبت حلال ہے۔

۹۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے (داخلی) اجازت طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اِنَّدُنُوْا لَہٗ بِمَنْسِ اَخُو الْعَشِیْرَةِ" اسے

اجازت دیدو، یہ قبیلے کا بدترین فرد ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے اہل فساد و اہل شکوک کی غیبت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (۱)

۹۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کا کام انجام دیا تو انصاریوں میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم محمد نے اس تقسیم کے اندر اللہ کی رضا جوئی ملحوظ نہیں رکھا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ کا چہرہ بدل گیا اور آپ نے فرمایا:

رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرِ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ“ (۲)

اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں انہیں، اپنی قوم کی جانب سے، اس سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئیں تو انہوں نے صبر کیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: میں نے کہا کہ اس کے بعد میں کبھی اس سے کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا۔

امام بخاری نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ لوگوں کا اپنے عزیز اور برادر کو اس بات سے باخبر کر دینا جائز و مباح ہے جو اس کے بارے میں لوگ کہیں یا کہتے ہوں۔

۹۹۴ - صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَا أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِينِنَا شَيْئًا“ (۳)

میں نہیں سمجھتا کہ فلاں اور فلاں شخص ہمارے دین کا کچھ بھی علم رکھتے ہیں۔

(۱) بخاری ۶۰۵۴، مسلم ۲۵۹۱

(۲) بخاری ۴۳۳۶، مسلم ۱۰۶۲، اس کا ذکر پہلے بھی نمبر ۹۱۴ پر آچکا ہے

(۳) مسلم ۶۰۶۷

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی حضرت لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں شخص منافی تھے۔

۹۹۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے اس سفر میں لوگوں کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تو عبد اللہ بن ابی (رأس المنافقین) نے کہا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں ان پر بالکل مت خرچ کرو، تاکہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائیں، اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم لوگ لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت دار لوگ (یعنی ہم لوگ) وہاں سے ذلیل و خوار لوگوں کو (یعنی اللہ کے رسول اور مومنین و مہاجرین کو) نکال باہر کریں گے۔

تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے پاس قاصد بھیجا (پھر پوری حدیث ذکر کیا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمایا :

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ الْخ. (المنافقون: ۱) (۱)

۹۹۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسفیانؓ کی شریک حیات ہنڈ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ”ان ابا سفیان رجل شعیح“ بلاشبہ ابوسفیانؓ نہایت کنجوس آدمی ہے۔ الخ (۲)

۹۹۷ - فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا :
أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُغْلُوكَ وَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ الْعَصَاعَنَ عَاتِقِهِ.

(۱) بخاری ۴۹۰۰، مسلم ۲۷۷۷

(۲) بخاری ۹۳۵۹، مسلم ۱۷۱۴

جہاں تک بات معاویہ کی ہے تو وہ کمزور و محتاج ہے، البتہ ابوجہم اپنے لاشیٰ اپنی کندھے سے جدا ہی نہیں کرتے، یعنی اپنی بیویوں کی ہمیشہ پٹائی کرتے رہتے ہیں۔ (۳)

(باب-۵)

اساتذہ یا بزرگوں کی غیبت سن کر اس کا جواب دینا :

یاد رکھیں کہ کسی بھی مسلمان کی غیبت سننے والوں کو چاہئے کہ فی الفور اس کی تردید کرے اور غیبت کرنے والوں کی سرزنش کرے، اور اگر اس پر بات کا اثر نہ ہو تو بزرگ و اس کی سرزنش کرے اور اگر نہ ہاتھ سے روک سکتا ہو اور نہ زبان سے تو وہ اس مجلس سے علیحدہ ہو جائے اور اگر کوئی اپنے شیوخ و اساتذہ یا جن کا اس پر حق بنتا ہے یا کسی صاحب فضل و کمال، علماء و صلحاء و بزرگان دین کی غیبت سنے تو اس کی سرزنش کی طرف زیادہ سختی سے توجہ دے اور ذرہ برابر اس میں تساہل نہ برتے۔

۹۹۸ - ترمذی میں حضرت ابو درودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللَّهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

جس نے اپنے بھائی کے آبرو کی مدافعت کی اللہ اس کے چہرے سے قیامت کے دن جہنم کے آگ کو دور کر دیگا۔

۹۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عثمانؓ کی مشہور طویل حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا: مالک بن دُخشم کہاں ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا وہ منافق ہے، اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت نہیں رکھتا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا تَقُلْ ذَلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ : يُرِيدُ

بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ“ (۱)۔

ایسا مت کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے رضا الہی کے ارادہ سے ”لا

الہ الا اللہ“ کہا ہے۔

۱۰۰۰۔ صحیح مسلم میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عائد ابن عمروؓ جو کہ صحابہ رسول میں سے ہیں، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور بولے اے بچے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے:

إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الحُطْمَةُ فَإِنَّكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ .

بدترین چرواہا شدت پسند سخت دل ہے، خبردار کہ تم ان میں سے ہو (یہ

کنایہ ظالم حکمرانوں سے ہے)

تو ابن زیاد نے ان سے کہا آپ بیٹھ جائیں، کیونکہ آپ اصحاب محمدؐ کے بچے کچھے بھوسیوں میں سے ہیں (اس نے بطور تحقیر یہ الفاظ ان کے گھٹیا ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسے ردی شخص کی بات ناقابل التفات ہے) تو انہوں نے جواب دیا، کیا اس عہد میں بھوسیاں تھیں؟ (یعنی اس وقت سارے کے سارے صحابہ داندہ اور پر مغز تھے کوئی بھوسی نہیں تھا) بھوسیاں تو ان کے بعد دوسروں میں پیدا ہوئے (یعنی عہد صحابہ اور عہد رسول کے بعد) (۲)

۱۰۰۱۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ سے ان کے توبہ کے واقعہ سے متعلق طویل حدیث میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جبکہ آپؐ جو کہ میں قوم کے اندر جلوہ افروز تھے، ”مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ“ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ تو بنی سلمہ کے

(۱) بخاری ۳۲۵، مسلم ۳۳

(۲) دیکھیں: صحیح مسلم ۱۸۳۰

ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول اسے اس کی خود پسندی (حب نفس) اور اس کے شب و روز یا صبح شام نے باز رکھا، (آنے سے روک دیا) تو حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا: ”بِئْسَ مَا قُلْتَ“ تم نے نہایت بری بات کہا، اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول ہم نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا، اس پر نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔ (۱)

۱۰۰۲ سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو طلحہؓ سے مروی ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مِمَّنْ أَمْرِي يَخْذُلُ أَمْرًا مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْقَضُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ ، وَمَا مِنْ أَمْرٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْقَضُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نَصْرَتَهُ“

جو کوئی شخص کسی مسلمان کو ایسے مقام پر رسوا کرتا ہے جہاں اس کی آبرو لوٹی جا رہی ہو اور ناموس تار تار کیا جا رہا ہو، تو یقیناً اللہ اس کو ایسے مقام پر رسوا کرتے جہاں اسے اللہ کی نصرت کی ضرورت اور امید ہوتی ہے اور جو کوئی مسلمان کی ایسے مقام پہ مدد کرتا ہے جہاں اس کا ناموس تار تار اور آبرو لوٹی جا رہی ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ایسے مقام پہ مدد فرماتا جہاں اس کی نصرت و مدد کی ضرورت و خواہش ہوتی۔ (۲)

۱۰۰۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(۱) دیکھیں: بخاری ۴۳۱۸، مسلم ۶۹۶۹

(۲) ابوداؤد ۴۳۸۸ حدیث حسن

مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ - أَرَاهُ قَالَ - بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى
 مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمَى
 مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيدُ شَيْنَهُ بِهِ حَبَسَهُ اللَّهُ عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ
 حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ (۱)

جس نے کسی مسلمان کی حفاظت کسی منافق سے کیا تو اللہ تعالیٰ ایک
 فرشتہ مبعوث کرتا ہے، جو قیامت کے دن اس کے گوشت کی نارِ جہنم
 سے حفاظت کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان پہ کسی چیز کا الزام اس کی
 برائی کرنے کے ارادہ سے رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روکے
 رکھیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے قول سے تائب ہو کر باہر نہ نکل آئے۔

(باب-۶)

دل سے غیبت کرنا :

یاد رکھیں کہ بدگوئی و بدکلامی ہی کی طرح بدظنی بھی حرام ہے، یعنی جس طرح لوگوں کی برائیاں
 دوسروں سے بیان کرنا حرام ہے، اسی طرح خود سے اس کی برائیاں کہنا اور بدگمانی رکھنا بھی حرام ہے،
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ“ بچتے رہو بہت گھٹیاں کرنے سے۔

۱۰۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ“ (۲)

(۱) سنن ابی داؤد ۴۸۸۳، یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس سے پہلے والی حدیث اس کی شاہد ہے

(۲) بخاری ۶۰۶۳، مسلم ۲۵۶۳

خبردار کہ بدگمانی رکھو (کسی کو شک کی نظر سے دیکھو) کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (یعنی بدگمانی کا گناہ جھوٹ سے زیادہ یا بدگمانی کی وجہ سے جھوٹ کا وقوع زیادہ ہوتا ہے)

اس مفہوم کی احادیث بے شمار ہیں، اور اس ظن و گمان سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کی برائی پر دل کا آمادہ ہونا اور اس کا اپنے اندر فیصلہ کر لینا، البتہ دل میں کھٹکنے والی بات یا دوسرے، اگر اس پر جماؤ یا استقرا نہ ہو تو بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ دل میں ایسی باتوں کے پیدا ہونے پر اسے اختیار نہیں، اور نہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی راستہ ہے، اس کا یہی صحیح مفہوم ہے۔

۱۰۰۵ - صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَنْكَلِمَ بِهِ
أَوْ تَعْمَلْ (۱)

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دل میں پیدا ہوں جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے اس کا اظہار نہ کرے۔

علماء کی رائے ہے کہ اس حدیث نفس سے مراد دل میں کھٹکنے والی بات ہے جبکہ اس کے اندر استقرا پیدا نہ ہوا ہو، خواہ دل میں کھٹکنے والی یہ بات غیبت ہو یا کفر ہو یا کچھ اور، سب معاف ہے۔ جس کے دل میں کفر کی کوئی بات کھٹکے جو محض کھٹکنے کی حد تک ہو اس کے حصول کا قصد و ارادہ نہ ہو، اور وہ فوراً اس خیال کو اپنے قلب و ذہن سے نکال دے تو وہ نہ کافر ہوگا اور نہ اس پر کچھ لازم آئے گا۔ اور وہ اس میں مبتلا شخص کو کیا کرنا چاہئے اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۱۰۰۶ - صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی شخص اپنے اندر ایسی بات پاتا ہے جس کا زبان پر لانا بہت بھاری معلوم ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَوْ قَدْ وَجَدْتُمُوهُ“؟ قَالُوا: نَعَمْ: کیا وہ بات تم نے اپنے دلوں میں پایا ہے، صحابہ نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا: ذَلِكْ صَرِيحُ الْإِيمَانِ ”یہ صریح ایمان ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ بھی اس مفہوم کی بہت سی احادیث ہیں جسے ہم نے وسوسوں کے بیان میں ذکر کیا ہے، اور اسے معاف کرنے یا درگزر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا اس سے اجتناب اور پرہیز کرنا دشوار ہے، البتہ اس پر قائم رہنے سے اجتناب دشوار نہیں، بلکہ ممکن ہے اسی لئے اس کا قصد کرنا یا اس پر قائم و برقرار رہنا حرام ہے۔

اور جب کبھی غیبت یا اس جیسی دیگر معصیوں کے وسوسوں کا کھٹکا پیش آئے تو ضروری ہے کہ اس سے اعراض کر کے اسے دور کرے، ایسی تاویلات کرے کہ یہ اپنے ظاہر سے ہٹ کر صحیح مفاہیم کی عکاسی کرنے لگیں۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب (الاحیاء ۱۵۰/۳-۱۵۱) میں فرماتے ہیں کہ: ”جب تیرے دل میں بدگمانی و ظن سور پیدا ہو تو جان لو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے جسے وہ تیرے دل میں ڈال رہا ہے، اس لئے اسے جھٹلادینا چاہئے کیونکہ شیطان سب سے بڑا فاسق ہے“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

فَتَصَبَّحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ . (الحجرات : ۸۷)

اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کر لو کہیں جانہ پڑو کسی

قوم پر نادانی سے، پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے۔

لہذا ابلیس کی تصدیق جائز نہیں، اگر وہاں کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہو جو فساد پر دلالت کرتا ہو، اور اس کے برخلاف کا بھی احتمال ہو تو، بدگمانی کرنا جائز نہیں۔

اور بدگمانی کی علامتوں میں سے ہے کہ اس شخص کے ساتھ تمہارے دل کی حالت و کیفیت جس طرح پہلے تھی اس میں تبدیلی آجائے، تم اس سے نفرت کرنے لگو یا اس کی موجودگی بار محسوس ہونے لگے، عزت و احترام، تعظیم و توقیر یا اس کا خیال رکھنے میں فور پیدا ہو جائے، اور اس کی بڑائی کے تصور سے آپ مغموم ہو جائیں، کیونکہ شیطان کبھی لوگوں کے دلوں میں لوگوں کی برائی کا ایک نہایت معمولی ٹکڑا ڈالتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ یہ تیری سمجھ داری، ذکاوت حس اور زیرکی ہے اور یہ کہ مومن بنظر نور الہی دیکھتا ہے، جبکہ فی الواقع وہ شیطانی دھوکے اور اس کی تاریک نظروں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اور اگر اس کی خبر کوئی عادل و متوازن شخص دے تو اس کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب تاکہ کسی سے بدگمانی پیدا نہ ہو، اور جب کبھی کسی مسلمان کے بارے میں تیرے دل کے اندر کوئی برا خیال جو بدگمانی کے قبیل سے ہو پیدا ہو تو اس کے اعزاز و اکرام اور احترام و رعایت میں اور زیادہ اضافہ کر دو، کیونکہ اس سے شیطان خار ہوگا، اور ان وسوسوں کو تم سے دور کر دے گا اور آئندہ اس طرح کی بات تیرے دل میں اس خیال سے نہیں ڈالے گا کہ تم اس کی وجہ سے اس کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاؤ گے اور نیک عمل میں لگ جاؤ گے۔

اور جب تم کسی مسلمان کی غلطی کو کسی غیر مشکوک دلیل کی بنیاد پر جان لو تو اسے تنہائی میں نصیحت کرو تاکہ اس کی غیبت کرنے کی دعوت دیکر شیطان تمہیں دھوکہ نہ دینے پائے، اور جب تم اسے وعظ و نصیحت کرو تو اس طرح مت کرو کہ اس کے عیوب و نقائص سے واقفیت پر تمہارے اندر خوشی جیسی بات محسوس ہو، تاکہ وہ تمہیں تعظیم و تکریم کی نظر سے اور تم اسے حقارت و کتیری کی نظر سے دیکھو، بلکہ تمہارا ارادہ اسے گناہ سے نجات دلانا ہو، اور اس طرح اس کے لئے غمزدہ رہو جس طرح

اپنے اندر نقص و عیوب پیدا ہونے کی صورت میں غمگین ہوتے ہو، اور تمہیں یہ بات زیادہ پسند ہو کہ تیری نصیحت و وعظ کے بغیر وہ خود ہی ان نقائص کو ترک کر دے، اور تجھے نصیحت کرنے کا موقع نہ ملے۔“

یہ امام غزالی کے کلمات تھے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب بدگمانی کا عارضہ پیش آئے تو اسے فوراً دور کرے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں غور و فکر کرنے سے متعلق کوئی شرعی مصلحت نہ ہو، البتہ اگر کوئی شرعی مصلحت ہو تو اس کے عیوب و نقائص میں غور و فکر کرنا اس کی کھوج پر کھ اور تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا جائز ہے، مثلاً گواہوں و راویوں کی جرح کرنا اور دیگر امور جس کا ذکر مباح غیبت کے بیان میں آچکا ہے۔

(باب-۷)

غیبت کا کفارہ اور اس سے توبہ :

جو کوئی کسی گناہ کا ارتکاب کرے اس پر بخل تمام فوراً توبہ کرنا لازم ہے، وہ توبہ جو اللہ کے حقوق سے متعلق ہو اس کے اندر تین چیزوں کا ہونا شرط ہے :

(۱) فوراً اس معصیت سے دستبرداری و کنارہ کشی اختیار کرنا۔

(۲) کئے ہوئے عمل پر نادم و شرمسار ہونا۔

(۳) آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا۔

اور وہ توبہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہو اس کے اندر ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی شرط

بھی ہے اور وہ یہ کہ: صاحب حق کو اس کا حق واپس کرنا یا اس سے معافی و برائت حاصل کرنا۔

لہذا غیبت کرنے والوں پر ان چاروں چیزوں سے توبہ کرنا واجب ہے، کیونکہ غیبت کا تعلق حقوق العباد یا حقوق انسانی سے ہے، لہذا جس کی غیبت کی گئی ہے اس سے اسے حلال کرنا

ضروری ہے۔ اور صرف اتنا کہنا کافی ہوگا یا نہیں؟ کہ ”میں نے آپ کی غیبت کی ہے، اس لئے آپ مجھے معاف کر کے حلال و آزاد کریں“، یا جس بات کی غیبت کی ہے اس کا بیان اور اس کی وضاحت کرنا ضروری ہوگا؟ اس میں علماء شوافع کی دورائے ہے، ایک یہ کہ اس کی وضاحت ضروری ہے، اگر وضاحت و بیان کے بغیر ہی وہ بری کر دے تو یہ برات درست نہیں ہوگی، جس طرح کہ مال مجہول سے اگر بری کر دے تو بری نہیں ہوتا (احناف کے نزدیک بڑی ہو جاتا ہے)۔

دوسرا فعل یہ ہے کہ اس کی وضاحت شرط نہیں، کیونکہ یہ ان امور سے تعلق رکھتا ہے جس میں تسامح و درگزر سے کام لیا جاتا ہے، اس لئے اس کو مال کے برخلاف اس کا بتانا اور اس کی وضاحت کرنا ضروری نہیں، مگر پہلا قول ہی مشہور و مفتی بہ ہے، کیونکہ انسان کبھی کسی غیبت کو تو معاف کر دیتا ہے، مگر کسی دوسری بات کو معاف نہیں کرتا، اور جس کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ غائب یا وفات پا چکا ہو تو اس سے برات حاصل کرنا دشوار ہے، مگر بعض علماء کی رائے ہے کہ اسے اس کے لئے بکثرت دعا و مغفرت اور اس کے لئے حسنات کرتے رہنا چاہئے۔

جس کی غیبت کی گئی ہے اسے چاہئے کہ غیبت کرنے والے کو بری کر دے، مگر ایسا کرنا اس پر واجب نہیں، کیونکہ ایسا کرنا تبرع اور اپنے حق سے دستبردار ہونا ہے، اور اسے اس کا اختیار ہے کہ دستبردار ہو یا نہ ہو، مگر اس پر تاکید کی طور پر مستحب ہے کہ وہ اسے بری کر دے تاکہ دوسرا مسلمان بھائی معصیت کے وبال سے نجات پاسکے، اور خود اسے اللہ کی طرف سے عفو و درگزر پر ثواب عظیم اور اللہ کی محبت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ، وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ . (آل عمران : ۱۳۴)

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ معافی کے ساتھ وہ اپنے دل کو تسلی دے کہ بات تو پیدا ہو چکی ہے، اور اس کے ازالے کی اب صورت بھی نہیں، اس لئے مناسب نہیں کہ میں حصولِ ثواب کو نظر انداز کر دوں جو مجھے اپنے مسلمان بھائی کی گلو خلاصی سے حاصل ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

”وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ“

(الشوری: ۴۳)

اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا اور بے شک یہ کام ہمت کے ہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ“

(اعراف: ۱۹۹)

عادت کر در گذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔
اور اس جیسی بے شمار آیات ہیں۔

۱۰۰۷ - حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ (۱)

اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی (مسلمانوں) کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو وہ شیطان ہے۔
مفتدین نے اسے شعر میں یوں کہا ہے :

قِيلَ لِي: قَدْ اسَاءَ إِلَيْكَ فَلَانٌ وَمَقَامُ الْفَتَى عَلَى الدُّلِّ عَارٌ

مجھ سے کہا گیا کہ فلاں نے تیری برائی کی ہے اور نوجوان کا ذلت پر برقرار رہنا عار ہے

قُلْتُ : قَدْ جَاءَنَا وَاحِدَةٌ عِدْرًا دِيَّةُ الذَّنْبِ عِنْدَنَا الْاِعْتِذَارِ
میں نے کہا وہ میرے پاس آیا اور اس نے معذرت کی
خواہی اور میرے نزدیک گناہوں کی دیت (خون بہا)

غیبت کرنے والوں کو غیبت کے گناہ سے بری کرنے کی تلقین و تحسین کے سلسلے میں جو کچھ
میں نے اس جگہ بیان کیا یہی صحیح اور درست ہے، اور سعید بن مسیب سے جو یہ منقول ہے کہ انہوں
نے فرمایا :

”لَا أُحِلُّ مَنْ ظَلَمْنِي“ جس نے مجھ پر ظلم کیا میں اسے حلال نہیں کرتا۔ یا ابن سیرین
سے جو یہ منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے: لِمَ أَحْرَمَهَا عَلَيْهِ فَأُحِلَّ لَهَا؟ ”میں کیوں اسے اس پر
حرام قرار نہیں دیا کہ اسے حلال کر دوں۔ کیونکہ غیبت کو اس پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اور جسے
اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے اسے میں کبھی حلال نہیں کر سکتا۔ تو یہ قول ضعیف ہے، یا ان کی
طرف غلط منسوب ہے، کیونکہ بری کرنے والا کسی حرام کو حلال نہیں قرار دیتا، بلکہ اپنے ثابت شدہ
حق سے دستبردار ہوتا ہے، اور کتاب و سنت کی بے شمار نصوص عفو و درگزر کے استحباب پر دلالت کر
رہی ہیں، اور اس بات کا ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ وہ حقوق جو ساقط کرنے والے کی ذات کے
ساتھ مختص ہو اس کے ساقط کرنے سے وہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ ابن سیرین کی بات کو اس پر
بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ ”إِنِّي لَا أَبِيحُ غَيْبَتِي أَبَدًا“ میں اپنی غیبت کو کبھی بھی مباح نہیں سمجھتا
، یعنی غیبت حرام ہے، میں اس کے حرام ہونے کا ہی قائل ہوں، میں غیبت کو مباح و حلال نہ سمجھتا
ہوں اور نہ سمجھ سکتا ہوں۔

اور یہ صحیح ہے کیونکہ اگر کوئی انسان یہ کہے کہ ”أُبَحِّثُ عَرَضِي لِمَنْ اِغْتَابَنِي“ جو میری
غیبت کرے میں اپنی آبرو اس کے لئے مباح کرتا ہوں، تو غیبت کرنے والا اس سے بری نہیں

ہوگا، اور اس کی غیبت ہر کرنے والے کے لئے حلال نہیں ہو جائیگی، بلکہ ہر شخص پر وہ اسی طرح حرام رہے گی، جس طرح دوسروں کی غیبت کرنا حرام ہے۔

۱۰۰۸ - ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَيَعَجِرُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ كَأَبِي صَمْصَمٍ ؟ كَانَ إِذَا خَرَجَ

مِنْ بَيْتِهِ قَالَ : إِنِّي تَصَدَّقْتُ بِعَرَضِي عَلَى النَّاسِ (۱)

کیا تم میں سے کوئی ابو صمضم کی طرح ہونے سے قاصر ہے، وہ جب اپنے

گھر سے نکلتے تو کہتے: میں اپنی عزت نفس اور آبرو لوگوں پر صدقہ

کر دے رہا ہوں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے میں اس سے اپنی مظلومیت اور حق ظلم کا مطالبہ

نہیں کروں گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اور یہ جملہ اس مظلومیت کے حقوق کو ساقط کرنے کی

صلاحیت رکھتا ہے جو بری کرنے سے پہلے موجود ہو، البتہ جو اس کے بعد رونما ہو تو اسے از سر نو بری

کرنا اور معاف کرنا ضروری ہوگا، محض اس قول کی وجہ سے وہ بری نہیں ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

(باب-۸)

چغلی خوری

چغلی خوری کی حرمت، اس کے دلائل، اس پر وعیدیں اور اس کی حقیقت و اصلیت کا ذکر

کر چکا ہوں، جو اختصار کے ساتھ تھا، اب اس کی تشریح و تفصیل کا ارادہ ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب (الاخيار ۱۶۵۳) میں فرماتے ہیں، چغلی خوری کا اطلاق عموماً اس پر ہوتا

ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی بات اس شخص سے کہے جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہو، مثلاً

کوئی شخص کہے کہ ”فلاں شخص آپ کے بارے میں اس طرح کہہ رہا تھا، اور چغخوری اس کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ اس کی تعریف یہ ہوگی کہ ایسی بات کا انکشاف کرنا جس کے انکشاف کو متعلقہ شخص ناپسند کرے، خواہ یہ ناپسندیدگی بات کرنے والے کی طرف سے یا جس کے بارے میں بات کہی گئی ہے اس کی طرف سے یا کسی تیسرے کی طرف سے ہو، یہ نقل و انکشاف بات کے ذریعہ یا تحریر کے ذریعہ، یا اشارہ و کنایہ کے ذریعہ، یا کسی اور ذریعہ سے ہو، اور جو بات نقل کی جا رہی ہے اس کا تعلق قول سے ہو یا عمل سے، معیوب ہو یا غیر معیوب۔

تو چغلی درحقیقت نام ہے راز کے افشاء کا اور ایسے پردے کو تار تار کرنے کا جس کے انکشاف کو ناپسند کیا جا رہا ہو۔ اس لئے لوگوں کے جن احوال پر بھی نظر پڑے انسان کو چاہئے کہ اس پر خاموشی اختیار کرے، الا ینکدا سے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ یا کسی معصیت کا ازلہ ہو، اگر کسی کو دیکھے کہ وہ اپنا مال چھپا رہا ہے اور دیکھنے والا اس کا ذکر دوسروں سے کر دے تو یہ بھی چغلی ہے۔ آگے امام غزالی فرماتے ہیں: ”ہر وہ شخص جس کے سامنے چغلی کی جائے اور دوسرے کی بات اس سے نقل کرتے ہوئے کہی جائے کہ ”فلاں شخص تیرے بارے میں اس طرح کہہ رہا تھا“ تو اس پر چھ باتوں کا التزام ضروری ہے:

(۱) اس کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغخوری فاسق ہے، اور فاسق کی خبر مردود ناقابل

قبول ہے۔

(۲) اسے اس سے منع کرے، نصیحت کرے اور ایسا کرنے کی برائی بیان کرے۔

(۳) اللہ کے واسطے اس سے نفرت کرے، کیونکہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک مبغوض و

ناپسندیدہ ہے اور اللہ کے لئے کسی سے نفرت کرنا واجب ہے۔

(۴) جس کی طرف منسوب کر کے بات کہی جائے اس سے بدظن نہ ہو، کیونکہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے

”اجتنبوا کثیرا من الظن‘ بچتے رہو بہت تہمت کرنے سے“

(۵) نقل کردہ بات آپ کو تحقیق و تجسس پر آمادہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

”وَلَا تَجَسَّسُوا“ (اور تجسس مت کرو)

(۶) چغلی کو جس بات سے منع کرے اسے خود اپنے لئے بھی پسند نہ کرے کہ اس کی

نقل کردہ باتوں کو دوسروں سے بیان کرنے لگے۔

ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سامنے کسی دوسرے شخص کی

کوئی بات کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگرچا ہو تو تمہارے معاملہ میں ہم غور کریں، کیونکہ اگر تو جھوٹا

ہے تو اس آیت والوں میں سے ہے، ”إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“ (اگر آئے تمہارے

پاس کوئی فاسق خبر لیکر تو تحقیق کر لو) اور اگر سچا ہے تو اس آیت والوں میں سے ہے ”هَمَّا زِ مَشاءِ

بِنَمِيمٍ“ (طعن دے چغلی کھاتا پھرے) اور اگرچا ہو تو تمہیں معاف کر دیں۔ اس شخص نے

عرض کیا اے امیر المومنین، ہم معافی چاہتے ہیں، آئندہ مجھ سے اس کا اعادہ نہیں ہوگا۔

ایک شخص نے صائب بن عباد کو ایک تحریر پیش کیا جس میں اسے یتیم کا مال لینے اور غضب

کرنے کی تلقین تھی، اور مال بہت زیادہ تھا، تو انہوں نے اس کے پشت پر تحریر کر دیا) چغلی نہایت

بری شئی ہے، اگرچہ بات درست ہو، اور وفات پانے والے (یتیم کے والد) پر اللہ رحم کرے، یتیم کو

اللہ نعم البدل عطا فرمائے اور مال کو اللہ خوب بڑھائے اور درپے ہونے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

(باب-۹)

حکام وقت کو بلا ضرورت بات پہنچانا :

۱۰۰۹ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَا يَلْغِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ
أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمٌ الصَّدْرُ (۱)

میرے اصحاب میں سے کوئی کسی کے بارے میں مجھے کچھ نہ پہونچائے
(میرے سامنے کسی کی بات نقل نہ کرے، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں
تمہارے پاس اس طرح آؤں کہ میرا دل (سب سے) مطمئن ہو۔

(باب-۱۰)

شرعی طور پر ثابت شدہ نسب کو متہم کرنے کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ
كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا“ (الاسراء : ۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان
سب کی اس سے پوچھ ہوگی

۱۰۱۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

إِثْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرُ الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالْيَنَاحَةِ
عَلَى الْمَيِّتِ (۲)

لوگوں کی دو خصالتیں ان کا کفر ہے نسب کو متہم کرنا اور مردے پر بین کرنا۔

(۱) ابوداؤد ۲۸۶۰، ترمذی، اسنادہ ضعیف، ما قالہ الترمذی غریب من ہذا الوجہ

(۲) صحیح مسلم ۶۷

(باب-۱۱)

فخر و مباہات کی ممانعت :

”فَلَا تَزُكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَّقٰی“ (الحج ۳۳)

سومت بیان کرو اپنی خوبی وہ خوب جانتا ہے اسکو جو فخر کر چلا

۱۰۱۱ - صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں صحابی رسول حضرت عیاض بن حمارؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَبْغِیَ اَحَدٌ عَلٰی

اَحَدٍ وَلَا یَفْخَرْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ (۱)

اللہ نے مجھے وحی کیا ہے کہ لوگ تواضع اختیار کریں تاکہ کوئی دوسرے پر نہ زیادتی کرے، اور نہ ایک دوسرے پر بڑائی و فخر کرے۔

(باب-۱۲)

مسلمانوں کے مصائب پر اظہار مسرت کرنے کی ممانعت :

۱۰۱۲ - سنن ترمذی میں حضرت واصلہ بن اسقعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فِیْ رَحْمَةٍ وَیَبْتَئِلُكَ (۲)

اپنے بھائی کی آزمائش پر مسرت کا اظہار مت کرو، (کہیں ایسا نہ ہو)

کہ اللہ اس پر رحم کا معاملہ کرے اور تمہیں اس کے اندر مبتلا کر دے۔

(۱) مسلم ۲۸۶۵، ابوداؤد ۱۳۱۲

(۲) سنن ترمذی ۵۰۶، وقال الترمذی حدیث حسن

(باب-۱۳)

مسلمانوں کی تحقیر اور اس کا مذاق اڑانا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ
وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ، سَخِرَ اللَّهُ
مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (برار- توبہ: ۷۹)

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے
ہیں، اور ان پر جن کے پاس کچھ نہیں اپنی محنت کے سوا پھر ان پر ٹھٹھے
کرتے ہیں، اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لئے دردناک
عذاب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا
خَيْرًا مِنْهُمْ، وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ،
وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ“ (حجرات: ۱۱)
اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسرے سے شاید وہ بہتر ہوں
ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے
اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ نہالو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَيَلْ لِكُلِّ هَمْزَةٍ لَمْزَةٍ“ (الہمرہ: ۱) خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی۔

اس باب میں حد شمار سے متجاوز بکثرت صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔

۱۰۱۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا ، وَلَا يَبِعَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ ، اخْوَانًا ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ ، وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ -
الْعَقُوبَى هَاهُنَا - وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .
بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ، كُلُّ
الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ . (۱)

نہ آپس میں حسد کرو، نہ بلا وجہ بولی لگاؤ (خریداری کی نیت کے بغیر) نہ آپس میں بغض و عناد رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو، نہ دوسرے کی بیعت پہ بیعت کرو، (کہ کوئی کسی خریدار سے خرید رہا تھا کہ آپ وہی چیز اسے پیش کریں کہ مجھ سے لو) اور اللہ کے بند و آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے، نہ اسے ذلیل کرے، تقویٰ اس جگہ ہے، آپ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، انسان کے شر و فساد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل کرے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو بھی۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس حدیث کی منفعت کس قدر عظیم اور اس کے فوائد کس قدر دور رس اور لا متناہی ہیں، اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
۱۰۱۴ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبِيرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبِيرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ (۱)

ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، ایک شخص نے عرض کیا انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا اور اس کا جوتا عمدہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ جمیل و خوبصورت ہے اور جمال و زیبائش کو پسند کرتا ہے، تکبر اور بڑائی حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(باب-۱۴)

جھوٹی گواہی کی مغلط تحریم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ“ (الحج: ۳۰) اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ

وَالْفَوَادُ كُلُّ أُولَئِكَ عَنْهُ مُسْتَوَلَاً (الاسراء: ۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

۱۰۱۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکر نفیع بن حارثؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ، بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِلَّا شِرَاكَ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مَتَكْنَأَ فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ شَهَادَةُ الزُّورِ، فَمَا زَالَ يَكْررها حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ“ (۱)

کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتا دوں؟ آپ نے اسے تین بار دہرایا، ہم لوگوں نے کہا بیشک ضرور بتادیں، اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، تو سنبھل کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا، آگاہ ہو جاؤ، خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، آپ اسے اس قدر بار بار دہراتے رہے کہ ہم نے دل ہی دل میں کہا کاش آپ اب خاموش ہو جاتے۔

(امام نووی فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں: اس باب میں اور بھی بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جس قدر میں نے ذکر کر دیا ہے وہی کافی ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

(باب-۱۵)

احسان جتانے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ

“ (البقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! موت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔
مفسرین کی رائے ہے کہ خیرات ضائع کرنے اور اسے مٹانے سے مراد اس کے ثواب کو ضائع کرنا ہے۔

۱۰۱۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ثَلَاثٌ لَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ : فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا ،

مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ

سَلَعَتْهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ “ (۱)

تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریگا نہ ان کی طرف التفات کریگا اور نہ ان کی صفائی کریگا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، راوی کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اسے تین بار پڑھا، ابوذرؓ نے عرض کیا، ایسے لوگ نامراد گھائے میں رہے، وہ کون لوگ ہیں اے اللہ

کے رسول؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سے نیچے لٹکا کر کپڑا پہننے والا اور احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔

(باب-۱۶)

لعنت و ملامت کرنے کی ممانعت:

۱۰۱۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ثابت بن ضحاک (جو اصحاب شجرہ یعنی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ہیں) سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ“

مؤمن پہ لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مرادف ہے۔ (۱)

۱۰۱۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يَبْغِي لِصَدِّيقٍ أَنْ يَكُونُ لَعْنًا“

صدیق کو زیب نہیں دیتا کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔ (۲)

۱۰۱۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَكُونُ اللَّعَانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۳)

بکثرت لعنت کرنے والا قیامت کے دن نہ اہل شفاعت میں سے ہوگا اور نہ ہی شہید۔

(۱) بخاری ۶۰۴۳ مسلم ۱۱۰

(۲) مسلم ۲۵۹۷

(۳) مسلم ۲۵۹۸

۱۰۲۰ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت سرہ بن جندبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”لَا تَلَا عَنْوَا بِلَعْنَةِ اللَّهِ وَلَا يَغْضَبِهِ وَلَا بِالنَّارِ“ (۱)

آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کی لعنت اس کے غضب اور نار جہنم کی لعنت مت کرو۔

۱۰۲۱ - ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا
الْبَذِيّ“ (۲)

مومن بکثرت طعنے دینے والا و تہمت لگانے والا اور بدکار و بدگوئیں ہوتا۔

۱۰۲۲ - ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتْ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ ، فَتُغْلَقُ
أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا
دُونَهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا ، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاعًا رَجَعَتْ إِلَى
الَّذِي لَعَنَ فَإِنْ كَانَ أَهْلًا لِلذِّكْرِ ، وَالْأُخْرَى رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا (۳)
جب بندہ کسی شئی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی
و بلند ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں ،

(۱) ابوداؤد و ترمذی، ۳۹۰۶، ترمذی ۱۹۷۶، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) ترمذی ۱۹۷۷، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۳) ابوداؤد و ترمذی، ۳۹۰۵، مسند احمد ۳۸۷-۳۸۶، حدیث حسن

پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے اس کے اوپر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ داہنے اور بائیں کا رخ کرتی ہے، پھر جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو جسے لعنت کیا گیا اس کی طرف لوٹتی ہے، اگر وہ اس کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

۱۰۲۳ - ابو داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ“ (۱)

جس نے کسی چیز پر لعنت کیا، اور وہ اس کا اہل نہیں تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔

۱۰۲۴ - صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ اپنے بعض اسفار میں تھے، اور انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی، اونٹنی بدگئی تو اس عورت نے اسے لعنت کیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی لعنت کو سن کر فرمایا :

خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ“ (۲)

اس اونٹنی پر جو کچھ ہے، اسے لے لو اور اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ لعنت زدہ ہے۔

راوی حدیث حضرت عمران فرماتے ہیں ہم اس اونٹنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان سے گذرتی ہے اور چلتی ہے مگر لوگ اس سے کوئی تعرض نہیں کرتے، (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: عمران کے والد حصین کے اسلام لانے یا رسول اللہ ﷺ کی صحبت پانے کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے، مگر صحیح قول ان کے اسلام و صحبت ہی کا ہے، کہ انہوں نے اسلام قبول کیا آپ کی صحبت پائی، اسی وجہ سے میں نے انہیں ”رضی اللہ عنہما“ کہا ہے۔

(۱) ابو داؤد و ترمذی ۳۹۰۸، ۱۹۷۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) صحیح مسلم ۲۵۹۵

۱۰۲۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اسی دوران کہ ایک لڑکی اونٹ پر سوار تھی اور اس پر جماعت والوں کا کچھ سامان لدا ہوا تھا کہ لڑکی نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور پہاڑی انہیں جنگی پیدا کر رہی تھی کہ اس لڑکی نے کہا ”حُلِّ اللّٰهُمَّ الْعُنْهَا“ دور ہو، تجھ پر اللہ کی لعنت، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا تُصَاحِبُنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ“

میرے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت ہے۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

”لَا تُصَاحِبُنَا رَاحِلَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی“ (۱)

میرے ساتھ وہ سواری نہ رہے جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(فصل) - تعین کے بغیر گنہگاروں پر لعنت کرنا :

۱۰۲۶ - مشہور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ“ (۲)

بال دینے والی اور دوسروں کا بال لگانے والی پر اللہ کی لعنت ہے۔

۱۰۲۷ - آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَعَنَ اللّٰهُ اَكْلَ الرِّبَا“ سود خور پر اللہ کی لعنت ہے۔ (۳)

۱۰۲۸ - نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم ۲۵۹۶ ج ۱: اونٹ کو چھڑکنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے

(۲) بخاری ۵۱۳۱، مسلم ۲۱۲۵

(۳) مسلم ۱۵۹۷

”لَعْنُ اللَّهِ الْمَصُورِينَ“ (۱) تصویر بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

۱۰۲۹- نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَعْنُ اللَّهِ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ“ (۲)

اس پر اللہ کی لعنت جس نے زمین کی علامتوں کو بدلا۔

۱۰۳۰- آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَعْنُ اللَّهِ السَّارِقَ يَسْرِقُ بَيْضَةً“ (۳)

ایسے چور پر اللہ کی لعنت جو انڈا جیسی حقیر چیز چراتا ہے۔

۱۰۳۱- آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَعْنُ اللَّهِ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ“ (۴) اس پر اللہ کی لعنت جو والدین پر لعنت بھیجے۔

”لَعْنُ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ“ اس پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لئے ذبح

کرے۔ (۴)

۱۰۳۲- آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَدَثَ فِينَا حَدَّثًا أَوْ آوَىٰ مُحَدَّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ“ (۵)

جس نے ہمارے درمیان نئی بات پیدا کی، یا کسی نئی بات پیدا کرنے

(۱) بخاری ۲۲۳۸

(۲) مسلم ۱۹۷۸

(۳) مسلم ۱۹۸۷

(۴) مسلم ۱۹۷۸-۴۴

(۵) بخاری ۷۸۳، مسلم ۱۹۷۸

والے کو پناہ دیا تو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

۱۰۳۳ - نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

اللَّهُمَّ الْعَنْ رَعْلًا وَذَكَوَانَ وَعُصِيَّةَ عَصَبِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ“ (۱)
اے اللہ تو لعنت بھیج رعل ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اللہ کے
رسول کی نافرمانی کی۔

۱۰۳۴ - نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

لَعْنُ اللَّهِ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا
وَبَاغُوهَا“ (۲)

یہود پر اللہ کی لعنت ہو، ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پکھلایا
پھر پیتنا شروع کر دیا۔

۱۰۳۶ - نیز آپ ﷺ سے مروی ہے :

لَعْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنْ
الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ“ (۳)

اللہ کے رسول کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار
کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

یہ تمام الفاظ حدیث یا تو بخاری کے یا مسلم کے یا ان دونوں کے ہیں، اختصار کے پیش نظر
اسانید و طرق سے صرف نظر کرتے ہوئے ان احادیث کو میں نے اشارۃً ذکر کرنے پر اکتفا کرنا
مناسب سمجھا۔

(۱) بخاری ۳۰۹۰، مسلم ۶۷۷۵، اس کا ذکر پہلے ۸۷۸ پر آچکا ہے

(۲) بخاری ۲۲۲۳، مسلم ۵۳۰

(۳) بخاری ۵۸۸۵

۱۰۳۷ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اس کے چہرہ پر داغ کر نشان لگایا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: ”لَعَنَ اللَّهُ الَّذِي وَسَمَهُ“ اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغ کر نشان لگایا (۱)

۱۰۳۸ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قریش کے چند بچوں کے پاس سے گذرے، جنہوں نے پرندے کو باندھ رکھا تھا، اور اسے ڈھیلوں سے مار رہے تھے، تو ابن عمر نے فرمایا: ”لَعَنَ اللَّهُ مَنْ فَعَلَ هَذَا“ جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”لَعَنَ اللَّهُ مَنْ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا“ (۲)

اللہ کی لعنت ہو ایسے شخص پر جو ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں جان ہو۔

(فصل) - مسلمانوں پر لعنت کرنے کی حرمت :

یاد رکھیں کہ متدین و پرہیزگار مسلمانوں پر لعنت کرنا باجماع امت حرام ہے، البتہ بڑے اوصاف و عادات والوں پر جائز ہے، مثلاً کہا جائے ”ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو“ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو، تصویر بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو یا اس جیسے کلمات و الفاظ جس کا بچھے فصل میں ذکر ہوا۔“

البتہ اوصاف معاصی میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف کسی مخصوص و معین فرد پر لعنت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً یہودی، نصرانی، ظالم، زانی، مصور، فاسق، چور، یا سود خور پر، تو ظاہر حدیث کا تقاضہ ہے کہ یہ حرام نہیں، مگر امام غزالیؒ نے اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے،

(۱) مسلم ۹۱۶، جانور کے چہرہ پر داغ نامنوع ہے، البتہ جسم کے بقیہ حصہ پر جائز ہے)

(۲) بخاری ۵۵۱۵، مسلم ۱۹۵۸

الا ینکہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کی وفات حالت کفر پہ ہوئی ہو جیسے، ابو لہب، ابو جہل، فرعون، ہامان یا اس جیسے لوگ کہ ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

امام غزالی اس کی وجہ بتاتے ہیں: اور یہ اس وجہ سے کہ لعنت درحقیقت اسے اللہ کی رحمت سے دور کرنا ہے، اور اس فاسق و کافر کے بارے میں ہمیں یقینی طور پر معلوم نہیں کہ اس کا خاتمہ کس پر ہوا آگے فرماتے ہیں:

”اور وہ لوگ جن پر معین طور پر اللہ کے رسول نے لعنت کیا تو ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم ہو گیا ہو کہ اس کی موت حالت کفر پہ ہوئی ہے، پھر فرماتے ہیں: ”لعنت سے قریب تر کسی انسان پر شرفساد کی بددعا کرنا ہے، حتیٰ کہ ظالموں پر بھی بددعا کرنا مذموم ہے، کہ کوئی شخص کسی ظالم کے لئے کہے ”اللہ اے صحت جسمانی سے محروم کر دے اللہ اے صحیح و سالم نہ رکھے“ یا اس جیسے کلمات۔ اسی طرح حیوانات و جمادات پر بھی لعنت کرنا مذموم و ناپسندیدہ ہے۔

(فصل)۔ جو لعنت کا مستحق نہیں اس پر لعنت کرنے کے بعد کیا کرے؟

ابو جعفر النحاس بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے، جب کوئی انسان کسی ایسی ذات پر لعنت بھیجے جو اس کا اہل نہ ہو تو اسے چاہئے کہ فوراً پیش قدمی کرے اور (بطور استثناء) کہے الا ینکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو۔

(فصل)۔ مریبوں کے بعض تنبیہی کلمات :

بھلائی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، لوگوں کی تربیت کرنے والے، اور ہر ادب کی تعلیم دینے والوں کے لئے اپنے مخاطب کو تیرا برا ہو، او ”ضعیف الحال“ او ”کوتاہ بین“ ”اے ظالم نفس“ یا اس جیسے الفاظ و کلمات کہنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ حد سے متجاوز ہو کر جھوٹ کے حدود میں داخل نہ ہو جائے، یا اس کے اندر صریحاً یا کنائی، یا تعریضی اتہام و بہتان ہو خواہ وہ اپنی

بات میں سچا ہی کیوں نہ ہو، بہر حال یہ کلمات اس وقت جائز ہیں جبکہ جھوٹ یا بہتان تراشی نہ ہو اور اس کا مقصد محض ڈانٹ ڈپٹ اور ادب سکھانا ہو، اور وہ سمجھتا ہو کہ اس طرح اس کی بات اس کے دل میں اچھی طرح پیٹھ جائے گی۔

۱۰۳۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو بدنہ (یعنی حج میں قربانی کے جانور کو) ہنکاتے وقت دیکھا تو اس سے فرمایا، ”اِرْكَبْهَا“ اس پر سوار ہو جا، اس نے عرض کیا، یہ بدنہ (یعنی حج میں قربانی کے لئے) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اِرْكَبْهَا“ اس پر سوار ہو جا، اس نے پھر عرض کیا کہ یہ بدنہ ہے، تو آپ نے تیسری بار فرمایا: ”اِرْكَبْهَا“ وَبَلَّكَ “ اس پر سوار ہو جا تیرا برا ہو۔ (۱)

نوٹ : بدنہ اس گائے یا اونٹ جیسے جانور کو کہتے ہیں جس کی قربانی حج میں مکہ کے اندر کی جائے، اور جسے قرآن کرنے والے اپنے ساتھ لے کر جائیں، اس جانور پر سواری کرنا عام حالتوں میں ممنوع ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے ”سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَكُوبِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: اِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا لَجَأْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا“ (۲) یعنی نبی کریم ﷺ سے ہدی اور قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر اس کے لئے مجبور و مضطر ہو تو ٹھیک طریقہ سے اس پر سوار ہو، مجبوراً ہی اس پر سواری کی جاسکتی ہے، غالباً آپ ﷺ اس کی مجبوری دیکھ کر ہی اسے سوار ہونے کا حکم دے رہے تھے، اور آپ کا اسے ”تیرا برا ہو“ کہنا بطور تنبیہ و تادیب تھا کہ بار بار حکم دینے کے باوجود وہ اسے ماننے کے بجائے عام حکم کے پیش نظر اپنی بات دہرا رہا تھا اور اتنا مال امر میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا تھا، یہ بدو عہد کے طور پر ہر گز نہیں تھا۔

(۱) بخاری ۱۶۸۹، مسلم ۱۳۷۷

(۲) مسلم ۱۳۲۳

۱۰۴۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اس دوران جبکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، اور آپ مالی غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، کہ ذوالنحویہ، بنی تمیم کا ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول آپ (تقسیم میں) انصاف سے کام لیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وَلَيْلِكَ وَمَنْ يَعْدِلْ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ ؟ تیرا براہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کریگا؟۔

ثبوت: ذوالنحویہ کا نام حرقوس تھا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کٹر دشمن اور بعد میں شدید ترین غالی خوارج میں سے ہوا، جنگ نہروان میں اس نے حضرت علی کو قتل کرنا چاہا، مگر حضرت علیؓ اس سے بچ گئے اور پلٹ کر اس کو قتل کر دیا اور یہ حضرت علی کے ہاتھوں مارا گیا۔

۱۰۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ بن حاتم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیا اور اس نے خطبہ کے اندر کہا:

مَنْ يَطْعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ، وَمَنْ يَعْصُهُمَا فَقَدْ غَوَى،

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَ الْخَطِيبُ

اَنْتَ، قُل: وَمَنْ يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (۱)

جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً ہدایت پالیا،

اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: تو بڑا نالائق خطیب ہے کہو: اور جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی

نافرمانی کی انا (الگ الگ کر کے)

۱۰۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت حاطبؓ کے ایک غلام

نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاطب کی شکایت کی اور بولا:

(۱) صحیح مسلم ۸۷۰، اس کی تفصیل کتاب النکاح میں حدیث ۷۸۳ کے ضمن میں آچکی ہے)

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْدٌ خُلِنَ حَاطِبُ النَّارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا
وَالْحُدَيْبِيَّةَ“ (۱)

اے اللہ کے رسول حاطب ضرور جہنم میں جائیگا، تو رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا، تم نے جھوٹ کہا، وہ جہنم میں نہیں جائیگا کیونکہ اس نے غزوہ بدر و
حُدیبیہ میں شرکت کی ہے۔

۱۰۴۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکر صدیق کا قول مروی ہے کہ ان کے لڑکے حضرت
عبدالرحمن نے مہمانوں کو رات کا کھانا کھلانے میں ان کی آمد تک تاخیر کر دی تو انہوں نے اپنے لڑ
کے کو ”یا غنثر“ او کہنے کہا۔ (۲)

۱۰۴۴ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت جابرؓ نے اپنے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھا
جبکہ ان کا کپڑا ان کے پاس رکھا ہوا تھا، کسی کہنے والے نے کہا تم نے ایسا کیا؟ تو انہوں نے
جواب دیا، ہاں میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تمہارے جیسا جاہل مجھے دیکھ لے، اور ایک روایت میں
ہے کہ ”تمہارے جیسے احمق لوگ مجھے دیکھ لیں“ (۳)

(باب-۱۷)

یتیموں، سائلوں اور ضعیفوں کو جھڑکنے کی ممانعت اور تواضع کا حکم:
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ“ (الضحیٰ: ۹)

(۱) صحیح مسلم ۲۱۹۵

(۲) بخاری ۶۰۲، مسلم ۲۰۵۷، اس کی تفصیل حدیث نمبر ۸۱۳ پر گذر چکی ہے۔

(۳) بخاری ۳۵۲، مسلم ۲۶۶

سو جو یتیم ہو اس کو مت دبا اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ“
(الانعام: ۵۲)

اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام،
چاہتے ہیں اسی کی رضا، تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ
تیرے حساب میں سے ان پر ہے، کہ تو ان کو دور کرنے لگے، پس
ہو جائیگا تو بے انصافوں میں سے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ (الکہف: ۲۸)

اور روکے رکھ اپنے آپ کو ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام،
طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر۔

نیز فرمان الہی ہے :

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ “ اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں
کے واسطے۔

۱۰۴۵ - صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت عائذ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ صحابہ
کی جماعت میں سے حضرات سلمان و صہیب و بلال رضی اللہ عنہم کی مجلس میں پہنچے تو ان تینوں
نے حضرت سفیان سے کہنا دشمنان خدا کی گردن پہ تم نے شمشیر خدا کا حق ادا نہیں کیا، تو حضرت
ابوبکرؓ بولے، قریش کے شیخ اور قریش کے سردار کو اس طرح کی بات کہہ رہے ہو؟ پھر حضرت ابوبکر

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا :

يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغَضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغَضَبْتَهُمْ لَقَدْ
اَغَضَبْتَ رَبَّكَ

اے ابو بکر! تم نے شاید ان تینوں کو ناراض کیا ہے، اگر تم نے انہیں
ناراض کیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

حضرت ابو بکر ان تینوں کے پاس آئے اور ان سے کہاے میرے بھائیو: کیا میں نے
تمہیں ناراض کیا ہے؟ ان حضرات نے جواب دیا نہیں۔ (۱)

(باب-۱۸)

جن الفاظ کا استعمال مکروہ ہے :

۱۰۴۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبِثَ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلَّ فَلَسْتُ
نَفْسِي (۲)

تم میں سے کوئی نہ کہے کہ میرا جی خبیث (پراگندہ) ہو گیا، بلکہ کہے میرا جی مبتلا رہا ہے۔
نوٹ : فَلَسَ کا معنی جی مبتلا نا ہے خبیث نفس اور اس کا مرادف ہے، سوہ ہضم کی وجہ سے طبیعت
پہ جو بار ہوتا اور جی مبتلا نا ہے اس کے لئے عرب خبیث نفس کی تعبیر استعمال کرتے تھے، نبی کریم ﷺ
نے اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے اس کا مرادف دوسرا لفظ تجویز فرمایا اور بطور کراہت تنزیہی لفظ
خبائث کے استعمال سے منع فرمایا، کیونکہ یہ شیاطین کی صفاتوں میں سے ایک صفت ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ قَلَسَتْ اور خَبِثَتْ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے مگر نبی کریم ﷺ نے خَبِثَتْ کو ناپسند فرمایا کیونکہ یہ لفظ شاعت و قباحت کا غماز تھا۔
اس کے اندر اس بات کی بھی تعلیم ہے کہ لفظ کے انتخاب میں ادب کا تقاضہ ہے کہ اچھائی پر دلالت کرنے والے الفاظ کا انتخاب کیا جائے، اور قباحت و برائی کی غمازی کرنے والے الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جائے۔

(فصل) - انگور کا نام کرم رکھنا :

۱۰۴۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے :
ارشاد فرمایا :

”يَقُولُونَ الْكَرْمَ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ“ (۱)

لوگ (انگور کو) کرم کہتے ہیں، کرم (جو کہ تعظیم و تکریم۔

در حقیقت مومن کا دل ہے) کیونکہ اس کے اندر نور ایمانی

مسلم کی روایت میں ہے :

”لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمَ“

انگور کو کرم کا نام مت دو، کیونکہ کرم تو در حقیقت مسلمان کی ذات ہے

ایک اور روایت میں ہے :

”فَإِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ“ (۲)

انگور کو کرم کا نام مت دو، کیونکہ کرم تو مومن کا دل ہے۔

(۱) صحیح بخاری ۶۱۸۳، مسلم ۲۲۰۶

(۲) مسلم ۲۲۲۷

۱۰۴۹ - صحیح مسلم میں حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا الْكُورَمَ ، وَلَكِنْ قُولُوا الْعِنَبَ وَالْحَبْلَةَ . (۱)

(انگور کو) کرم مت کہو، البتہ اسے عنب یا حبلہ کہو۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس حدیث کی مراد انگور کو کرم کا نام دینے کی

ممانعت اور اس سے روکنا ہے، زمانہ جاہلیت میں انگور کو کرم کہا جاتا تھا، اور آج کل بھی بعض لوگ

انام سے جانتے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

خطابی و دیگر علماء فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کے نام کی

داغی نہ بن جائے، جسے انگور سے تیار کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ نے اس

دوسرے نام سے یاد کرنے کا حکم دیا، واللہ اعلم۔ (۲)

۲-۱ عیب نکالنے کی کراہت :

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

الرَّجُلُ ، هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلُكُهُمْ (۳)

دنی کہے کہ ”لوگ ہلاک ہو گئے“ تو وہ خود سب سے بڑا ہلاک ہو

نے والا ہے۔

کہتا ہوں، اَهِلَّكُهُمْ ”ک“ کے پیش اور زبرد دونوں طرح صحیح ہے، مگر مشہور پیش کے

اور اس کی تائید (حلیہ الاوالیاء، ۱۳۱/۷) کے نص سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں

”نِ أَهْلِكِهِمْ“ کہ وہ سب سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والوں میں سے ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ الحمید ”الجمع بین الصحیین“ میں فرماتے ہیں: پہلی روایت کے اندر بعض راویوں نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ پیش کے ساتھ فرمایا یا زیر کے ساتھ، پھر حمید فرماتے ہیں:

”مگر مشہور پیش کے ساتھ ہے اور اس کا مفہوم ”اشد ہلاکاً“ زیادہ شدید ترین ہلاکت میں پڑنے والا ہے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ لوگوں پر اپنی برتری اور بطور تحقیر انہیں معیوب کرنے کے لئے کہے، کیونکہ اسے خود پتہ نہیں کہ مخلوق کے اندر اللہ کا بھید کیا ہے، ہمارے علماء کی یہی رائے ہے“ یہ حمید کا کلام تھا۔

امام خطابی (۲۶۰/۵) فرماتے ہیں: ”انسان عام لوگوں کی عیب جوئی اور ان کی برائی کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ ”لوگ بگڑ گئے“ ”ہلاکت میں پڑ گئے“ یا اس جیسے الفاظ۔ اگر وہ اس طرح کہے تو وہ خود اُن سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والا ہے، یعنی اس کی حالت ان سے زیادہ بری ہے، کیونکہ اس کے ساتھ عیب جوئی اور لوگوں کے درپے ہونے کا گناہ بھی لگا ہوا ہے۔ اور یہ کلمات بسا اوقات اسے خود پسندی دکھا دیا اور اظہار برتری اور اس احساس کے پیدا ہونے تک پہنچا سکتے ہیں کہ وہ لوگوں سے برتر و بہتر ہے، ایسی صورت میں وہ یقیناً ہلاکت میں پڑنے والا ہوگا“ یہ خطابی کا قول ہے، جسے انہوں نے معالم السنن میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۵۱ - امام ابو داؤد اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ قعنبی نے مجھ سے امام مالکؒ کے واسطے سے ابن معقل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ یہ حدیث نقل کیا، پھر فرمایا امام مالکؒ فرماتے ہیں: لوگوں کے حالات دیکھ کر بطور اظہار رنج و الم اگر اس طرح کہے یعنی ان کی دینی حالت کی بہتری پر تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، اور اگر بطور خود پسندی یا لوگوں کو بیچ و کمتر سمجھ کر کہتا ہے تو مکروہ ہوگا جس سے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس تفسیر کی سند انتہائی درجہ صحیح ہے، اور اس کی تشریح و توضیح میں جتنے اقوال ذکر کئے گئے ہیں یہ تشریح ان میں سب سے عمدہ اور سب سے مختصر و

جامع ہے اور خاص طور پر جبکہ یہ تفسیر خود امام مالکؒ سے منقول ہو۔

(فصل-۳) مشیت میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا:

۱۰۵۲ - سنن ابی داؤد میں سند صحیح حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَلَانٌ وَلَكِنْ قُولُوا، مَا شَاءَ اللَّهُ

ثُمَّ مَا شَاءَ فَلَانٌ (۱)

مت کہو جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے، مگر کہہ سکتے ہو جو اللہ چاہے پھر

اس کے چاہنے کے بعد جو فلاں چاہے۔

امام خطابی (۴۹۵/۵) وغیرہ دیگر علماء فرماتے ہیں یہ ادب کی تعلیم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ”و“ جمع و مشارکت کے لئے ہوتا ہے اور ”ثم“ ترتیب و تراخی کے ساتھ عطف کے لئے، اسی وجہ سے اللہ کے نبی نے اللہ کی مشیت کو غیر اللہ کی مشیت پر مقدم رکھنے کی ہدایت کی۔

ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ ”أَعُوذُ بِاللَّهِ وَبِكَ“ (کہ میں اللہ کی اور تیری پناہ لیتا ہوں) جیسے جملے ناپسند فرماتے تھے، البتہ ”أَعُوذُ بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ“ کہنا جائز ہے، (کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں پھر اس کے بعد تیری)

علماء فرماتے ہیں کہ ”اگر اللہ نہ ہوتا پھر فلاں نہ ہوتا تو میں ایسا کر گزرتا“ کہنا جائز ہے، اور ”اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا“ الخ کہنا جائز نہیں۔

(فصل-۴) منعم صرف اللہ ہے :

”مُطِرْنَا بِنَوَاءِ كَذَا“ فلاں پختہ کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا مکروہ ہے، اگر یہ بات اس اعتقاد کے ساتھ کہے کہ پختہ یا کواکب ہی فاعل حقیقی ہے تو وہ کافر ہو جائیگا، اور اگر اس اعتقاد کے

ساتھ کہے کہ فاعل حقیقی تو اللہ ہی ہے مگر مذکورہ پختہ نزول بارش کی علامت اور اس کا سبب ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا، مگر اس طرح کہنے والا اس لفظ کے تلفظ کی وجہ سے جو کہ زمانہ جاہلیت کے الفاظ ہیں، مکروہ کا ارتکاب کرنے والا ہوگا، جبکہ یہ لفظ ارادۃ کفر اور غیر کفر میں مشترک بھی ہے۔

نزول بارش کے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا ذکر پہلے (حدیث نمبر ۵۲۴ پر) آچکا ہے۔

(فصل-۵) اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں، کہنے کا حکم :

اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں یا نصاریٰ ہوں، یا اسلام سے بری ہوں یا اس جیسے الفاظ کہنا حرام ہے، اگر اس نے یہ کلمات کہے اور اس کا ارادہ اسلام سے خروج کو اس بات پر فی الواقع معلق کرنا تھا، تو وہ فوراً اسی وقت کافر ہو جائے گا (خواہ مطلق شیء وجود میں آئے یا نہ آئے) اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہونگے، اور اگر اس کا ارادہ اسلام سے خروج کا نہیں تھا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، البتہ وہ حرام کا مرتکب ہوگا اور اس پر توبہ واجب ہوگا کہ فوراً وہ اس معصیت سے اپنے آپ کو دور کرے، اپنے کئے پر نادم ہو اور دوبارہ کبھی نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اللہ سے مغفرت کی دعا کرے اور کلمہ شہادت، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔

(فصل-۶) کسی مسلمان کو کافر کہنے کا حکم

کسی مسلمان کو ”اکافر“ کہنا حرام ہی نہیں بلکہ غلیظ ترین حرام ہے۔

۱۰۵۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

اذا قال الرجل لاجیه : یا کافر فقد بآء بها أحدہما فإن کان

کما قال : ولا رجعت علیہ (۲)

اگر کسی نے اپنے بھائی کو ”یا کافر“ کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر لوٹ کر آئیگا، اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔

۱۰۵۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ : عَلُوْا إِلَهِهٖ ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ ،
الْأَحَارُ عَلَيْهِ

جس نے کسی شخص کو کفر کے الفاظ سے بلایا یا دشمن خدا کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اس کی وہ بات اس پر لوٹ آئیگی۔

(فصل-۷) ایمان سلب ہونے کی بددعا کرنے کی ممانعت :

اگر کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان پر بددعا کرتے ہوئے کہا، اے اللہ تو اس کا ایمان سلب کر لے، تو بددعا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ پھر بددعا کرنے والے کی تکفیر کی جائیگی، یا نہیں؟ اس میں علماء شوافع کا دو قول ہے، جسے قاضی حسین نے اپنے ”فتاویٰ“ میں نقل کیا ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ :

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدِدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ، فَلَا يُؤْمِنُوْا

اے ہمارے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کر دے ان کے دل کو کہ وہ نہ ایمان لائیں گے۔ الخ

باوجود اس کے کہ ما قبل کی شریعت ہماری شریعت ہے، یہ استدلال محل نظر ہے۔

(فصل-۸) کلمہ کفر پر مجبور کئے جانے والے کا حکم :

اگر کافروں نے کسی مسلمان کو کلمہ کفر کی ادائیگی پر مجبور کیا، اور اس نے وہ کلمات زبان سے ادا کر لئے، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن و منشرح تھا تو بعض قرآنی آیات اور اجماع امت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”الْأَمَنُ الْكُفْرَةُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ“ مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر۔ (نحل : ۱۰۶)

اور اپنے جان کی حفاظت اور قتل سے بچنے کے لئے مجبوراً ان کلمات کفر کو زبان سے ادا کرنا افضل ہے یا ادا نہ کرنا؟ تو اس میں علماء شوافع کے پانچ اقوال ہیں:

(۱) صحیح و افضل یہ ہے کہ قتل ہو جانے پر صبر کرے، اور زبان سے کلمہ کفر ادا نہ کرے، صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال اس کی واضح دلیل ہیں، جو مشہور و معروف ہیں۔

(۲) جان کی حفاظت اور قتل سے بچنے کے لئے زبان سے ادا کر دینا ہی افضل ہے۔

(۳) اگر اس کے زندہ رہنے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو مثلاً وہ دشمنوں پر شب خون کر کے غلبہ پانے کی امید کرتا ہو، یا شرعی احکام نافذ کرنے کا ارادہ ہو، تو زبان سے کلمہ کفر کہہ لینا افضل ہے اور اگر اس طرح کی مصلحتیں نہ ہوں تو جان و دیدینا اور کفر یہ کلمہ ادا نہ کرنا افضل ہے۔

(۴) اگر علماء یا ایسی شخصیات میں سے ہو جس کی اقتدار و پیروی کی جاتی ہو تو جان قربان کر دینا افضل ہے تاکہ اس کے کلمہ کفر ادا کرنے کی وجہ سے عوام الناس دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں۔

(۵) جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہ کفر کہہ لینا اس آیت کریمہ کی وجہ سے واجب ہے، وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُةِ (البقرہ ۱۹۵) (اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں) مگر

یہ آخری قول حد درجہ ضعیف ہے۔

(فصل-۹) اسلام پر مجبور کئے جانے والے کا حکم :

اگر کوئی مسلمان کافر کو اسلام لانے پر مجبور کرے اور وہ زور و زبردستی کے نتیجے میں زبان سے کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھ لے تو اگر وہ حربی (دارالحرب کا رہنے والا) ہے تو اس کا اسلام درست ہوگا، کیونکہ یہ اکراہ واجبار حق پر مبنی ہے اور اگر ”ذمی“ (مسلمانوں کے ملک میں جزیہ دیکر رہنے والا) ہے تو مسلمان نہیں ہوگا، کیونکہ ہم اس سے باز رہنے کا عہد کئے ہوئے ہیں، لہذا اسے مجبور کرنا ناحق ہوگا۔ اس کے مسلمان بن جانے کا بھی ایک ضعیف قول منقول ہے، کیونکہ اسلام کی دعوت برحق ہے۔

(فصل-۱۰) بطور حکایت کلمہ شہادت پڑھنے سے مسلمان نہیں بنتا:

اگر کوئی کافر اکراہ واجبار کے بغیر خود ہی کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کا پڑھنا اگر بطور حکایت و بیان واقعہ ہے، مثلاً وہ کہے، میں نے زید کو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہتے سنا تو اس پر اسلام کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور اگر اس نے یہ کلمات کسی مسلمان کی دعوت کے نتیجے میں کہا مثلاً کسی مسلمان نے اسے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہنے کو کہا اور اس نے کہہ لیا، تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔

اور اگر اس نے از خود اس کلمہ توحید کو ادا کیا اس میں نہ کھلوانے کا دخل تھا، نہ بطور ہدایت، تو جمہور علماء کا صحیح و مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ ————— بعضوں کی رائے یہ بھی ہے

کہ وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ اس میں حکایت و بیان واقعہ کا احتمال ہے۔

(فصل-۱۱) خلیفۃ اللہ سے موسوم کرنے کی ممانعت :

مسلمانوں کے امور انجام دینے والے حکام اور والیوں کو ”خلیفۃ اللہ“ کہنا درست نہیں اسے صرف ”خلیفہ“ یا خلیفہ رسول یا امیر المؤمنین“ کہا جائے گا۔

امام بغوی اپنی کتاب ”شرح السنۃ“ میں فرماتے ہیں: مسلمانوں کے امور انجام دینے والے والیوں کو امیر المؤمنین یا خلیفہ کہنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس کی سیرت عادل اور اماموں کی سیرت کے برعکس ہو، کیونکہ وہ مسلمانوں کے امور انجام دے رہا ہے، اور مسلمان اس کی بات سن رہے اور اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ — مزید فرماتے ہیں: ”اور اس کا نام خلیفہ رکھا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اپنے پہلے والوں کا جانشین و قائم مقام ہے“

آگے فرماتے ہیں: ”حضرت آدم و داؤد علیہما السلام کے بعد کسی اور کا نام خلیفہ اللہ ہرگز نہ رکھا جائے، حضرت آدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً“ (البقرہ: ۳۰) میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”یَادَاوُدْ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ“ (ص: ۲۶) اے داؤد! ہم نے بنایا تجھ کو نائب ملک میں۔

حضرت ابو ملیک سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ”یا خلیفۃ اللہ“ کہا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں، اور اس سے راضی و خوش ہوں، ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا ”یا خلیفۃ اللہ“ تو حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ نے فرمایا: تیرا برا ہو، تو نے بہت بڑی بات کہہ دی، میری ماں نے میرا نام عمر رکھا، اگر تو مجھے اس نام سے یاد کرے تو قبول ہے، پھر میں برا ہوا تو میری کنیت ”ابو حفص“ پڑا، اگر تو مجھے اس کنیت سے پکارے تو محظور ہے، پھر تمہارے امور کی باگ دوڑ میرے ہاتھ میں دیدی گئی تو تم لوگوں نے میرا نام ”امیر المؤمنین“

”رکھ دیا، اگر تو مجھے اسی نام سے یاد کرے تو یہی کافی ہے۔“

فقہ شافعی کے امام قاضی القضاۃ حضرت ماوردی بصری رحمہ اللہ اپنی کتاب (الاحکام السلطانیہ: ۱۵) میں فرماتے ہیں کہ امام کو خلیفہ کا نام دیا جانا چاہئے، کیونکہ امت کے لئے وہ رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہے، لہذا مطلق ”خلیفہ“ یا ”خلیفہ رسول اللہ“ کہنا جائز ہے۔

”خلیفۃ اللہ“ کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعضوں نے اسے جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ مخلوق میں اللہ کے حقوق اور اس کے اوامر کو نافذ و قائم کرتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ“ (فاطر: ۳۹) وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام زمین میں۔

مگر جمہور علماء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ ماوردی کا کلام تھا۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: امیر المؤمنین کا نام سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ دیا گیا، اس میں کسی اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اور مسیلمہ کے بارے میں بعض جاہلوں کا وہم صریح غلطی، بے بنیاد اور نہایت قبیح، جہالت و نادانی ہے، نیز اجماع امت اور اتفاق علماء کے بھی برخلاف ہے، ان حضرات کی کتابیں اس اجماع و اتفاق کو دو ٹوک الفاظ میں نقل کرتی ہیں، کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ دیا گیا۔

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ”الاستیعاب“ کے اندر اسماء صحابہ کے ضمن میں حضرت عمر بن الخطابؓ کو سب سے پہلے امیر المؤمنین کا نام دے جانے اور اس کے اسباب کو بیان کیا ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ”خلیفہ رسول اللہ“ کہا جاتا تھا۔ (تفصیل دیکھیں الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ۲/۳۶۶)

(فصل ۱۲) شہنشاہ نام رکھنے کی حرمت :

بادشاہ یا مخلوق میں سے کسی شخص کو شہنشاہ کہنا حراموں میں بدترین حرام ہے، کیونکہ اس کا

معنی، بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور یہ صرف اللہ کا وصف ہے، غیر اللہ کو اس سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔
 ۱۰۵۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”ان اخنع اسم عند الله تعالى رجل يسمى ملك الاملاك“ (۱)

اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا و ذلیل نام یہ ہے کہ کسی کا ملک الاملاک
 (بادشاہوں کا بادشاہ) نام رکھا جائے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ”ملک الاملاک“ ایسا ہی ہے جیسے ”شاہان شاہ“

(فصل-۱۳) لفظ ”سید“ کا استعمال :

لفظ سید کا اطلاق ایسی ہستی پر کیا جاتا ہے جس کا رتبہ اپنی قوم میں بلند ہو اور وہ قدر و منزلت رکھتا ہو، اس کا اطلاق زعیم و لیڈر اور عالم و فاضل پر بھی ہوتا ہے، اور برود ہار شخص پر بھی، جس کا غصہ اسے آپے سے باہر نہیں کرتا، نیز، کریم، مالک اور شوہر وغیرہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔
 اصحاب فضل کے لئے لفظ سید کے استعمال میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۰۵۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کو لیکر منبر پر چڑھے اور فرمایا :

إِنَّ ابْنِي هَذَا لَسَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُصَلِّحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ

من المسلمين“ (۲)

(۱) بخاری ۶۳۰۵، مسلم ۲۱۳۳، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۸۱۱ پر آچکا ہے

(۲) بخاری ۳۷۳۶

میرا یہ بچہ سردار ہے، اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح فرمادیں۔

۱۰۵۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت سعید بن معاذؓ سامنے آئے تو آپ ﷺ نے حضرات انصار سے کہا: قُومُوا اِلَى سَيِّدِكُمْ، اَوْ خَيْرِكُمْ، اپنے سردار یا اپنے افضل شخص کا کھڑے ہو کر استقبال کرو۔

بعض روایتوں میں اسی طرح شک کے ساتھ ہے کہ ”سیدکم“ کہایا ”خیرکم“ اور بعض دیگر روایتوں میں شک کے بغیر یقین کے ساتھ صرف ”سیدکم“ کا لفظ آیا ہے۔ (۱)

۱۰۵۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: آپ کی کیا رائے ہے، کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو کیا اسے قتل کر دے؟ پھر پوری حدیث مذکور ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اَنْظُرُوا اِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ“ دیکھو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔ (۲) اور ممانعت میں وارد حدیث یہ ہے:

۱۰۵۹ - سنن ابی داؤد میں مسند صحیح حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُولُوا لِلْمَنَافِقِ سَيِّدٌ ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ اسْتَخَطَّكُمْ

رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ (۳)

کسی منافق کو سید (سردار) مت کہو کیونکہ اگر وہ سردار ہوا تو تم نے یقیناً اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔

(۱) بخاری ۴۱۲۱، مسلم ۱۷۶۸

(۲) مسلم ۱۳۹۸

(۳) ابوداؤد ۳۹۷۷

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ان احادیث کے درمیان جمع و تطبیق کی صورت بایں طور پر ممکن ہے کہ جسے سید کہا جا رہا ہو اگر وہ علم و صلاح یا تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے افضل اور بلند مرتبہ والا ہے، تو ”یا سیدی“، ”فلاں سید صاحب“ یا اس جیسے الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر وہ فاسق و فاجر یا دینی اعتبار سے متہم و مشکوک ہو تو اسے سید کہنا مکروہ ہے، امام خطاب نے بھی اپنی کتاب معالم السنن میں اسی طرح تطبیق پیدا کی ہے۔

(فصل-۱۴) خادم و مخدوم کے درمیان مخاطبت کے آداب :

غلاموں کا اپنے آقا کو ”ربی“ (میرے رب یا میری پرورش کرنے والے) کہنا مکروہ ہے، بلکہ اسے ”سیدی“ (میرے سردار) کہنا چاہئے، اور چاہے تو ”مولای“ (میرے آقا) بھی کہہ سکتا ہے۔ اور آقا کا اپنے غلاموں یا باندیوں کو ”عبدی“ (میرے غلام) یا ”امتی“ (میری لونڈی) کہنا مکروہ ہے، اسے ”فتاتی“ یا ”غلامی“ (میرے جوان یا میرے بچے و بچی) کہنا چاہئے۔

۱۰۶۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ رَّبَّكَ وَضَى رَّبَّكَ إِنْ سَقَى رَّبَّكَ ، وَلَيَقُلْ
سَيِّدِي وَمَوْلَايَ ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي ، أَمْتِي ، وَلَيَقُلْ
فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغَلَامِي (۱)

تم میں سے کوئی نہ کہے، اپنے رب کو (پرورش کرنے والے کو) کھلاؤ
اور اپنے رب کو وضو کراؤ، اپنے رب کو پلاؤ، بلکہ (لفظ رب کے بجائے)
سیدی اور مولای (میرے سردار میرے آقا) کہے، اور تم میں سے کوئی
آقا اپنے غلام کو میرا بندہ، میری بندی و لونڈی نہ کہے، بلکہ میرے
جوان میری دوشیزہ یا میرے بچے کہے۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں :

وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ رَبِّي وَلَيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ. (۲)

(۱) بخاری ۲۵۵۲، مسلم ۲۲۳۹

(۲) مسلم ۲۲۳۹

تم میں سے کوئی (اپنے آقا کو) ربی نہ کہے بلکہ سیدی (میرے سردار) مولای (میرے آقا) کہے۔

مسلم ہی کی ایک روایت میں اس طرح ہے :

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي فَكُلُّكُمْ عَبْدُ اللَّهِ ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ :

فَتَاى ، وَلَا يَقُلْ الْعَبْدُ رَبِّى وَلَكِنْ لِيَقُلْ سِيدى . (۱)

تم میں سے کوئی اپنے غلام کو ”عبدی“ میرا غلام و بندہ ہرگز نہ کہے ،

کیونکہ تم سب کے سب اللہ کے بندے ہو، البتہ ”میرے جوان“ کہو،

اور کوئی غلام اپنے آقا کو ”ربى“ نہ کہے، بلکہ سیدی کہے۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے :

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَامْتَنِي كُلُّكُمْ عَبْدُ اللَّهِ ، وَكُلُّ

نِسَائِكُمْ امَاءُ اللَّهِ وَلَكِنْ لِيَقُلْ : غُلَامِى وَجَارِيتِى وَفَتَاى

وَفَتَاتِى . (۲)

تم میں سے کوئی اپنے غلام کو عبدی و امتی (میرا بندہ و میری

باندی) ہرگز نہ کہے، (کیونکہ) تم میں سے ہر کوئی اللہ کا بندہ ہے اور

ہر عورت اللہ کی باندی ہے، البتہ میرے بچے، میری بچی، یا میرے

جوان و میری دو شیرہ کہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ”الرّب“ (معروف باللام کے ساتھ) کا

اطلاق صرف اللہ ہی پر ہوتا ہے، البتہ اضافت کے ساتھ مثلاً ”رّب السّال“ مالک مال، ”رّب

الدار“ مالک مکان وغیرہ کہنا جائز ہے۔

۱۰۶۱ - صحیح بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں گم شدہ اونٹ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا :

”ذَعَهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا“ اے چھوڑ دو تا آنکہ اس کا مالک اسے

پالے (۳)

۱۰۶۲ - بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حَتَّى يَهُمَّ رَبُّ الْمَالِ ، مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ“ (۲)

تا آنکہ وہ مال کے مالک کو فکر میں ڈال دے کہ کون اس کا صدقہ قبول

کریگا۔

۱۰۶۳ - صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول مروی ہے :

”رَبُّ الصَّرِيْمَةِ وَالْغَنِيْمَةِ“ (۳) تھوڑی بکریوں اور معمولی گلے کے

مالک (کو چراگاہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے)

اس کی نظیر حدیث میں بے شمار اور مشہور و معروف ہے، اسی طرح حالمین شرع کا اسے

استعمال کرنا بھی مشہور بات ہے، علماء فرماتے ہیں غلام کا اپنے آقا کو ”ربی“ کہنا اس لئے مکروہ ہے

کہ اس لفظ کے اندر ربوبیت میں اللہ کے ساتھ لفظی مشارکت پیدا ہو جاتی ہے، اور حدیث میں جو

آ رہا ہے کہ ”حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا“ (تا آنکہ اس کا رب یعنی مالک اس کو پالے) یا حضرت عمر کا

”رَبُّ الصَّرِيْمَةِ“ کہنا یا اسی طرح کے دوسرے کلمات (جس میں لفظ رب کا استعمال ہوا ہے) تو

وہ اس وجہ سے کہ وہ جانور مکلف نہیں، اور عدم تعقل و تکلیف کی وجہ سے وہ بھی گھری مال کے ہم معنی

ہوا، اور ”رَبُّ الدَّارِ“ یا ”رَبُّ الْمَالِ“ کہنا بلا کراہت سب کے نزدیک جائز و درست ہے،

(۱) بخاری ۹۱، مسلم ۱۷۳۲

(۲) بخاری ۱۴۱۳، مسلم ۱۰۱۲

(۳) بخاری ۳۰۵۹

اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ یوسف علیہ السلام کے قول ”اذکر عند ربك“ (یوسف: ۴۴) اپنے رب یعنی آقا کے پاس ذکر کرو، کا دو جواب ہے :

(۱) انہوں نے اپنے مخاطب کو اسی بات کے ذریعہ مخاطب کیا جس کے بارے میں انہیں علم تھا کہ وہ اسے کس لفظ سے جانتا ہے، اور اس طرح ضرورتاً اس کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: ”وانظر الى الهك“ (اپنے ماعبود کو دیکھ) یعنی جسے تم نے اپنا معبود والہ بنا رکھا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ : یہ ماقبل کی شریعت ہے اور ہماری شریعت اسلامی اگر اس کے برخلاف آئی ہو تو ماقبل کی شریعت ہماری شریعت نہیں بن سکتی، اور یہ بلا اختلاف تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ علماء اصول کا اختلاف تو ماقبل کی اس شریعت کے بارے میں ہے جس کی مخالفت یا موافقت کے بارے میں ہماری شریعت کے اندر کچھ وارد نہ ہوا ہو، اور ہماری شریعت اس کے بارے میں خاموش ہو کہ وہ ہمارے لئے شریعت ہے یا نہیں؟

(فصل-۱۵) مَوْلَاۓ کہنے کی کراہت :

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ اپنی کتاب ”صناعة الکتاب“ میں فرماتے ہیں کہ لفظ ”المولیٰ“ کے استعمال سے متعلق ہمیں علماء کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں کہ کسی مخلوق کے لئے ”مولا“ کہنا جائز ہے یعنی تمام علماء اس کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: گذشتہ فصل میں (حدیث نمبر ۱۰۶۰ میں) گذر چکا ہے کہ ”مولا“ کہنا مطلقاً جائز ہے۔

نحاس کے قول اور مذکورہ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نحاس جس کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ لفظ ”المولیٰ“ (معرف بلا لام) ہے گویا آپ کی گفتگو ”المولیٰ“

کے بارے میں ہے نہ کہ ”مولیٰ“ کے بارے میں، یہی وجہ ہے کہ وہ غیر فاسق کے لئے سید کہنے کو تو جائز قرار دیتے ہیں مگر ”السید“ کو غیر اللہ کے لئے جائز قرار نہیں دیتے۔
مگر میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ”المولیٰ“ اور ”السید“ الف لام کے ساتھ جی سابقہ شرائط کے مطابق غیر اللہ کے لئے اسی طرح جائز ہے جس طرح بغیر الف و لام کے، واللہ اعلم۔

(فصل-۱۶) ہواؤں کو گالیاں دینے کی ممانعت:

اس باب کی حدیث ماسبق میں (نمبر: ۵۱۲ اور ۵۱۳) پ) گذر چکی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ہواؤں کو گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ ہوائیں اللہ کے حکم سے چلتی ہیں، وہ کبھی رحمت لاتی اور کبھی عذاب، اس لئے جب اسے اٹھتے دیکھا جائے تو اسے گالیاں نہ دی جائیں، بلکہ اللہ سے اس کا خیر طلب کی جائے اور اس کے شر سے پناہ مانگی جائے۔

(فصل-۱۷) بخار کو گالیاں دینے کی ممانعت:

۱۰۶۴ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُم صائب، یا اُم مسیب کے پاس آئے، اور فرمایا:

مَالِكُ يَا اُمَّ السَّائِبِ، اَوَامُ الْمُسَيْبِ، تَزْفَرَيْنِ، قَالَتْ:

الْحُمَى لَا يَبَارِكُ اللَّهُ فِيهَا، فَقَالَ: لَا تَنْسِي الْحُمَى قَائِلًا

تَذْهَبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يَذْهَبُ الْكَبِيرُ خَبَتْ

الْحَدِيثُ (۱)

اے اُم صائب یا اے اُم مسیب، تمہیں کیا ہوا ہے کہ کھپکا رہی ہو،

انہوں نے جواب دیا کہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے تو آپ ﷺ

نے فرمایا، بخار کو گالی مت دو کیونکہ بخار اولاد آدم کے گناہوں کو اسی

طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ”تُزْفَرِقِينَ“ کا معنی تیز حرکت کرنا، تھر تھرانا،

کپکپانا، مرتعش ہونا، مضطرب ہونا ہے، اور یہ ”زار“ کے پیش اور دو ”زار“ کے ساتھ ہے، بعض

روایتوں میں دونوں ”زار“ کے ساتھ ”ترفرقین“ بھی منقول ہے، مگر ”زار“ کے ساتھ ہی مشہور ہے،

یہ تو ابن الاثیر کا قول ہے۔ (دیکھیں ۲۳۳۲-۳۵۰)

صاحب مطالع نے ”زار“ کے ساتھ نیز ”رار“ اور ”قاف“ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، یعنی

”ترفرقین“ (رقت سے ماخوذ یعنی آنسو بہانا، آنکھ کا ڈنڈا ہانا) لیکن مشہور فار ہی کے ساتھ ہے خواہ

”زار“ ہو یا ”زار“

(فصل-۱۸): مرغ کو گالی دینے کی ممانعت :

۱۰۶۵ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”لَا تَسْبُو الدَّبَّكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِبُصْلَةٍ“ (۱)

مرغ کو گالی مت دو کیونکہ یہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔

(فصل-۱۹): زمانہ جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہنے کی ممانعت :

۱۰۶۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا :

لَيْسَ مِنْهُ مَنْ ضَرَبَ الْخُدَّ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى
الْجَاهِلِيَّةِ .

وہ ہم میں سے نہیں جو (رج و الم کے وقت تین کرنے کے لئے)
رخساروں پر مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے دعائیہ
کلمات کہے۔

ایک روایت میں ”اَوْ شَقَّ“، ”اَوْ دَعَا“ واو کے بجائے او ہے یعنی رخسار پہ مارے یا
گریبان چاک کرے، یا جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہے۔ (۱)

(فصل-۲۰) ماہِ محرم کو صفر کہنے کا حکم:

ماہِ محرم کا نام صفر رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔

(فصل-۲۱) غیر مسلموں کے لئے عارِ مغفرت کرنے کا حکم

جس شخص کی موت حالتِ کفر ہوئی ہو، اس کے لئے رحمت و مغفرت وغیرہ کی دعا کرنا
حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ
وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ، مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ
الْحَرَمِ . (التوبة: ۱۱۳)

لا اِن نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگر چہ وہ
ہوں قرابت والے، جبکہ کھل چکا ان پر کہ ہیں وہ دوزخ والے۔

اس مفہوم کی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، اور تمام اُمت اسلامیہ کا اس پر اجماع و اتفاق

ہے۔

(فصل-۲۲) مسلمانوں کو گالیاں دینے کا حکم

ایسے شرعی اسباب کے بغیر کہ جس سے برا بھلا کہنا جائز ہوتا ہو کسی مسلمان کو گالی دینا

حرام ہے۔

۱۰۶۷۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ”سَبَّ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ“ مسلمان کو گالی دینا فسق و بدکاری ہے۔ (۱)

۱۰۶۸۔ صحیح مسلم، ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا :

”الْمُسْتَبَانِ مَاقَالًا ، فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَالٌ يَعْتَدُ

الْمَظْلُومُ. (۲)

دو آپس میں گالی گلوں کرنے والے جو کچھ کہیں اس کا گناہ پھیل کرنے

والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے (اور اگر اس نے بھی

گالی دی اور تجاوز کیا تو دونوں پر گناہ برابر ہوگا۔

(فصل-۲۳) بڑے الفاظ سے مخاطب کرنا مکروہ ہے :

مقدمات میں فریق مخالف کے لئے عام طور پر جو بڑے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں

اور جس کا عام رواج ہے، ان میں سے چند اس طرح کے الفاظ ہیں: اے گدھے، اے بکرے،

(۱) بخاری ۷۰۷۷، مسلم ۶۱۳

(۲) مسلم: ۲۵۸۷، ابوداؤد ۳۸۹۳، ترمذی: ۱۹۸۱، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

اے کتے وغیرہ، یہ الفاظ دو وجہ سے برے ہیں، ایک تو یہ کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں ایذا، مسلم ہے اس کے برخلاف ”او ظالم“ جیسے الفاظ کہا جاسکتا ہے، اور ضرورتِ مخاصمت کی وجہ سے اس سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے، جبکہ عموماً اس میں سچائی بھی ہے، کیونکہ شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا نہ ہو۔

(فصل-۲۴) میرے ساتھ کوئی مخلوق نہیں سوائے اللہ کے کہنا مکروہ ہے:

امام نحاس فرماتے ہیں ”میرے ساتھ کوئی مخلوق نہ تھی سوائے اللہ کے“ کہنے کو علماء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کراہت کی وجہ الفاظِ ترکیبی کی قباحت ہے، کیونکہ استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ متصل ہو اور اس جگہ وہ محال ہے، (کیونکہ اتصال کے وقت اللہ کا بھی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہونا لازم آئیگا) اس لئے اس جگہ استثناء منقطع ہی مراد ہوگا، اور اس کی تقدیر یوں ہوگی ”مگر اللہ میرے ساتھ تھا“ اور یہ اس آیت سے ماخوذ ہوگا، ”وہو معکم ایما کنتم“ (الحدید: ۴) (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) اس لئے مناسب ہے کہ اس کے بجائے یوں کہاں جائے ”میرے ساتھ کوئی نہ تھا سوائے اللہ تعالیٰ کے“ یا یہ کہے ”میرے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہ تھا“ امام نحاس فرماتے ہیں: علماء نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی کہے ”میں اللہ کے نام پر بیٹھتا ہوں“ بلکہ اسے یوں کہے ”اللہ کے نام سے یا اللہ کے نام کے سہارے، یا اللہ کے نام کے ساتھ میں بیٹھتا ہوں۔“

(فصل-۲۵) عبادت کی قسم کھانے کی کراہت:

امام نحاس نے بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ روزہ دار کا اس طرح کہنا مکروہ ہے ”قسم

اس مہر کی جو میرے منہ پر لگی ہوئی ہے“ اور اس کراہت کی دلیل یہ ہے کہ وہ تو صرف کفار کے منہ پر مہر لگانے کی خواہش رکھتا ہے، مگر یہ دلیل محلِ نظر ہے، بلکہ اس کراہت کی دلیل غیر اللہ کی قسم

کھانا ہے، اور اس سے ممانعت کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی، الغرض یہ غیر اللہ کی قسم ہونے یا بلا ضرورت اپنے روزہ کے اظہار و اعلان کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(فصل-۲۶) عہد جاہلیت کے الفاظ استعمال کرنے کی کراہت:

۱۰۶۹ - سنن ابی داؤد میں عن عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ او غیروہ کی سند سے، حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے، ”اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے“، اللہ تیری وجہ سے دوسروں کی آنکھ ٹھنڈی کرے، ”اللہ تیری صبح بہتر کرے“، پھر جب اسلام آیا تو ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ (۱)

منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ قتادہ کی سماع حضرت عمرانؓ سے ثابت نہیں۔ عبد الرزاق فرماتے ہیں: معمر نے فرمایا: ”اللہ تیری وجہ سے دوسروں کی آنکھ ٹھنڈا کرے“ کہنا مکروہ ہے اور ”اللہ تیری آنکھ ٹھنڈا کرے“ کہنے میں کوئی حرج نہیں، (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ابو داؤد نے اسی طرح ”عن قتادہ او غیروہ“ کے درجہ روایت کیا ہے، اور اس جیسی حدیث پر اہل علم کے نزدیک صحت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ قتادہ تو ثقہ ہیں مگر ”غیروہ“ مجہول ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ مجہول بھی کسی مجہول سے نقل کر رہا ہو، لہذا اس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ انسان اس جیسے الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرے، کیونکہ اس کی صحت کا احتمال بہر حال موجود ہے، نیز بعض علماء مجہول کی روایت سے استدلال و احتجاج کرنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(فصل-۲۷) تیسرے شخص کی موجودگی میں دو کا سرگوشی کرنا مکروہ ہے:

۱۰۷۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

”إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّى تَخْتَلِطُوا

بِالنَّاسِ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ“ (۱)

اگر تم تین ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں، یہاں تک کہ وہ لوگوں میں گھل مل جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے اس تیسرے کو تکلیف ہوگی۔

۱۰۷۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ“ (۲)

جب تین لوگ ہوں تو تیسرے کو الگ کر کے دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے، ”ابو عمر سے اس کے ایک راوی ابوصالح نے

فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا، ”اگر چار ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تو کوئی حرج نہیں۔“ (۳)

(فصل-۲۸)

دوسری عورت کا حسن و جمال اپنے شوہر کے سامنے بلا ضرورت بیان کرے :

۱۰۷۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا :

(۱) بخاری ۶۲۹۰، مسلم ۲۱، یہ نبی و مہاجرین کے لئے ہے

(۲) بخاری ۶۲۸۸، مسلم ۲۱۸۳

(۳) ابوداؤد ۳۸۵۲

”لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ، فَتَنْصِفُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ

إِلَيْهَا“ (۱)

کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ کھل مل کر جسم کو نہ ٹٹولے کہ اسے اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ وہ یا اس کا شوہر اپنی نظروں سے اسے دیکھ رہا ہو۔

(فصل-۲۹) دولہا دلہن کو اولاد ہونے کی پیشگی مبارک باد دینا :

شادی کرنے والے دولہا دلہن کو آپس میں ہم جسم ہونے اور اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہونے کی مبارک باد دینا مکروہ ہے، اس کے بجائے صرف یہ دعا دے ”بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ“ اللہ تجھے برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے۔ (اس کا تذکرہ کتاب النکاح میں پہلے حدیث نمبر: ۷۸۷ پر آچکا ہے)

(فصل-۳۰) غصہ میں مبتلا شخص کو اسے وعظ کرنا :

امام نحاسؒ نقل کرتے ہیں کہ بڑے فقیہ و عالم وادیب میں سے ایک ابو بکر محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ جب انسان حالت غیض و غضب میں ہو تو اسے اللہ کو یاد کرنے کے لئے کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کا غصہ مبادا اسے کفر یہ آئادہ نہ کر دے، اسی طرح اسے درود و سلام بھیجنے کے لئے بھی اسی خطرہ کے پیش نظر نہ کہا جائے۔

(فصل-۳۱) اللہ جانتا ہے کہ ایسا تھا یا ایسا نہ تھا، کہنا مکروہ ہے :

نہایت قبیح و مذموم الفاظ جس کے بہت سے لوگ عادی ہیں کہ جب کسی چیز کے بارے

میں قسم کھانے کا ارادہ ہوتا، اور حادث ہونے کے ڈر سے یا اللہ کی عظمت و جلالت، یا قسم کی حفاظت کے پیش نظر ”واللہ“ یا کہہ قسم کھانے سے احتراز کرنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں: ”اللہ جانتا ہے کہ ایسا نہیں تھا“ ”اللہ جانتا ہے کہ اسی طرح تھا“ وغیرہ، یہ الفاظ نہایت خطرناک ہیں۔

کہنے والے کو اگر مکمل یقین ہو کہ بات واقعتاً اسی طرح ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر اس میں ذرہ برابر شک ہو تو یہ حد درجہ قبیح و برا فعل ہے، کیونکہ وہ اس طرح گویا اللہ کو جھٹلارہا ہے، کیونکہ وہ بتا رہا ہے کہ اللہ کو اس چیز کا اس طرح ہونے کا علم ہے، جبکہ اسے اس طرح ہونے کا یقین نہیں، اور وہ یہ کہ اس نے اللہ کو اس وصف کے ساتھ متصف کیا کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کو خلاف واقعہ جانتا ہے، اور اگر اس کا تحقق ہو جائے اور یقینی طور پر اس کے کہنے کے برعکس ہو تو یہ کفر ہوگا، اس لئے انسان کو اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(فصل ۳۲) مشیت ایزدی پر دعاء کو معلق کرنا مکروہ ہے :

اس طرح دعاء کرنا مکروہ ہے :

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ اَرَدْتَ

اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اے اللہ اگر تیرا ارادہ ہو تو مجھے بخش دے۔

بلکہ پورے عزم و یقین کے ساتھ درخواست و التماس کرے۔

۱۰۷۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا يَقُوْلُنَّ اَحَدُكُمْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْنِيْ

اِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمَ الْمَسْئَلَةَ فَاِنَّهٗ لَا مُكْرَهَ لَهٗ “ (۱)

تم میں سے کوئی ہرگز نہ کہے، اے اللہ تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے،
اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، بلکہ پر عزم سوال کرے، کیونکہ
اللہ کو کوئی چیز مجبور کرنے والی نہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے:

”وَلَكِنْ لِيَعْزِمَ وَلِيُعْظِمَ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَغَاطَمُهُ شَيْئٌ
أَعْطَاهُ“ (۱)

لیکن عزم کے ساتھ کہے اور اپنی رغبت و خواہش کو بڑھا کر پیش کرے
کیونکہ اللہ پر کوئی چیز بڑی نہیں جسے وہ دے۔

۱۰۷۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ وَلَا يَقُولَنَّ: اَللّٰهُمَّ اِنِّ
سُئِلْتُ فَاَعْطِنِيْ فَإِنَّهُ لَا مُكْرَهَ لَهُ. (۲)

تم میں سے کوئی جب دعا کرے تو پورے عزم کے ساتھ مانگے اور یہ نہ
کہے کہ ”اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دے“ کیونکہ اللہ کو کوئی چیز مجبور
کرنے والی نہیں۔

(فصل ۳۳) غیر اللہ کی قسم کھانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانا مکروہ ہے، خواہ نبی کی یا کعبہ
کی یا امانت کی یا جان و مال کی یا جسم و روح وغیرہ کی، اور کیوں نہ ہو اور اس میں بھی بدترین قسم
امانت کی قسم کھانا ہے۔

۱۰۷۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”اِنَّ اللّٰهَ يَتَهَاكُم اِنْ تَحْلِفُوْا اَبَاۡئَكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا

فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَضْمُتْ“ (۱)

اللہ تعالیٰ تمہیں آبار و اجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، اس لئے اگر کسی کو قسم کھانی ہی ہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

بخاری کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں :

”فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ اَوْ لِيَسْكُتْ“

تو جسے قسم کھانا ہے تو وہ اللہ ہی کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

امانت کی قسم کھانے کی ممانعت شدید ترین ہے اور متعدد روایتوں میں اس کی کراہت وارد ہوئی ہے، اس میں سے ایک یہ ہے :

۱۰۷۶ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا : ”مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا“ جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے

نہیں (یعنی ملت اسلامیہ سے خارج ہے) (۲)

(فصل - ۳۴) خرید و فروخت میں قسم کھانے کی ممانعت :

بیع و ثراء یا اس جیسے معاملات میں بکثرت قسمیں کھانا سچائی کے باوجود مکروہ ہے، کیونکہ قسم عموماً غیر مستحسن اوقات و حالات ہی میں کھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلَا تُطْعُ كُلَّ حَلٰفٍ مَّهِيْنٍ . (اہم)

(۱) بخاری ۲۶۳۶، مسلم ۱۶۳۶

(۲) سنن ابی داؤد ۳۲۵۳

اور تو کہا مت مان کسی قسم کھانے والے بے قدر کا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّإِيمَانِكُمْ (البقرہ)

مت بنا اللہ کو ڈھال اپنی قسموں کے لئے۔

۱۰۷۷ - صحیح بخاری مسلم میں حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے

سنا :

”يَا كُمْ وَكَثْرَةُ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يَنْفَقُ ثُمَّ يَمْحَقُ“ (۱)

خبردار کہ خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھاؤ، کیونکہ یہ مال تو بکا دیتا ہے
پراس کی برکت کو مٹا دیتا ہے۔

(فصل - ۳۵)

آسمان پر اُبھرنے والے رنگین کمان کو قوس قزح کہنے کی ممانعت :

۱۰۷۸ - حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَا تَقُولُوا قَوْسٌ قَزَحٌ ، فَإِنَّ قَزَحَ شَيْطَانٍ ، وَلَكِنْ قُولُوا قَوْسٌ

اللہ عزوجل ، فَهُوَ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ“ (۲)

قوس قزح مت کہو، کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے، بلکہ اللہ عزوجل

کا قوس (کمان) کہو پھر وہ زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے

امان ہے۔

(۱) مسلم ۱۹۷۷

(۲) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۳۰۹/۲، یہ حدیث ضعیف ہے

(فصل-۳۶) دوسروں سے اپنی معصیت کا چرچہ کرنے کی ممانعت:

جب کوئی انسان کسی معصیت وغیرہ میں مبتلا ہو جائے، یا اس کا ارتکاب ہو جائے، تو دوسروں سے اس کا چرچہ کرنا مکروہ ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ اللہ کے سامنے توبہ کرے اور اسی وقت اس سے دستبردار ہو کر اپنے لئے پرنا دم و پیشیاں ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

الغرض توبہ کے یہ تین ارکان ہیں: ان تینوں کے ساتھ ہی توبہ صحیح ہے، اگر اپنے استاد یا شیخ و مرشد کو اس کی اطلاع اس امید کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس سے خلاصی و نجات حاصل کرنے میں اس کی رہنمائی کریں گے، یا کسی کو اس مقصد سے اس کی خبر دیتا ہے کہ دوسرا اس جیسی معصیت میں پڑنے سے باز رہے، یا اس معصیت میں پڑنے کے اسباب بتائے یا اس سے دعا کی درخواست کرنے کے لئے اس کی اطلاع دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ مستحسن اقدام ہوگا، مکروہ اسی وقت ہوگا جبکہ ان مقاصد کا نقد ان ہو۔

۱۰۷۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

كُلُّ أُمَّتٍ مُّعَافٍ إِلَّا الْمَجَاهِرِينَ ، وَإِنْ مِنَ الْمَجَاهِرَةِ ، أَنْ
يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ فَيَقُولُ : يَا أَفْلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ
يَسْتُرُهُ رَبُّهُ ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَلَيْهِ “ (۱)

میری امت کے ہر فرد کا گناہ معاف ہے سوائے بے شرمی سے کھلے عام گناہ کرنے والوں کے، اور کھلے عام کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ

انسان رات میں کوئی گناہ کرنے اور اس کی صبح اس طرح ہو کہ اللہ نے اس پر پردہ پوشی کر دی تھی، پھر وہ دوسروں سے کہے کہ میں نے گزشتہ شب یہ یہ گناہ کیا، حالانکہ اس کی رات اس طرح گزری تھی کہ اس کا رب اس پر پردہ ڈالے ہوا تھا، اور وہ صبح ہوتے ہی اللہ کے پردے کو چاک کر ڈالتا ہے۔

(فصل-۳۷) گھر والوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا حرام ہے :

ہر عاقل و بالغ مظف انسان پر حرام ہے کہ کسی انسان کے غلام، اس کی بیوی، یا اس کے خادم سے اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہے جس سے ان کے درمیان بگاڑ پیدا ہوتا ہو، الا اینکه وہ بات امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کے قبیل سے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ (المائدہ: ۲)

اور آپس میں مدد کرو نیک کام اور پرہیز گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور

ظلم پر۔

نیز باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ“ (ق: ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان تیار۔

۱۰۸۰۔ ابو داؤد و نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا :

”مَنْ لَزِمَ النَّاسَ بِغَيْرِ حَقٍّ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ“ (۱)

”مَنْ حَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ اَوْ مَمْلُوكًا فَلَيْسَ مِنَّا“ (۱)
 جس نے کسی شخص کی بیوی یا اس کے مملوک کے درمیان دھوکہ دیکر پرگاڑ
 پیدا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(فصل-۳۸)

خیر کے کام میں ”خرچ کیا“ کہے ”نقصان اٹھایا“ نہ کہے:

وہ مال جو طاعت و بندگی میں یا اللہ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کیا گیا ہو اس کے لئے
 ”خرچ کیا“ جیسے الفاظ استعمال کرے مثلاً کہے، ”میں نے حج میں ایک ہزار خرچ کیا“، ”جہاد میں
 دو ہزار خرچ کیا“، ”مہمانوں کی ضیافت میں، بچوں کے حقنے میں، یا نکاح وغیرہ میں اتنا خرچ کیا۔“
 عوام کی اکثریت جو عام طور پر کہتی ہے کہ ضیافت میں اتنا نقصان اٹھانا پڑا حج میں اتنے
 مال کا خسارہ ہوا اس سفر میں اتنا برباد ہوا“ یہ مناسب نہیں ایسے جملے ہرگز استعمال نہ کرے۔
 خلاصہ یہ کہ طاعت و خیر کے راہ میں خرچ ہونے والے مال کے لئے خرچ کرنا، صرف
 کرنا وغیرہ الفاظ استعمال کرے، خسارہ، نقصان یا برباد و ضائع ہونے کا لفظ معاصی و مکروہات کے
 لئے ہے، اُسے عمل خیر کے لئے استعمال نہ کرے۔

(فصل-۳۹)

امام کی تلاوت کو مقتدی کا دہرانا ممنوع ہے :

بہت سے لوگ جو امام کی تلاوت کردہ آیوں کو دہراتے ہیں، اُس سے منع کیا گیا ہے،
 مثلاً جب امام، ”اِنَّكَ نَعْبُدُ وَاِنَّكَ تَسْتَعِينُ“ کہے تو مقتدی بھی اسے دہراتے ہوئے

”ایاک نعبد و ایاک نستعین“ کہے، اس عادت کو ترک کرنا اور اس سے احتراز کرنا چاہئے، علماء شوافع میں صاحب بیان کا قول ہے کہ اگر مقصود تلاوت نہ ہو تو اس سے نماز باطل ہو جائیگی، ان کا یہ قول اگر چہ محل نظر ہے، اور بظاہر اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا ہے، تاہم اس سے اجتناب، ضروری ہے، کیونکہ اس سے نماز، اگرچہ باطل نہیں ہوگی، لیکن اس جگہ ایسا کرنا مکروہ ضرور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(فصل-۴۰)

ٹیکس یا چنگی کو برحق کہنے کی ممانعت :

خریداروں یا بیوپاریوں سے جو ٹیکس یا چنگی وغیرہ وصول کی جاتی ہے، اس کے بارے میں عوام الناس اور جاہلوں کا یہ کہنا کہ ”یہ سلطان کا حق ہے، یا تم پر سلطان کا حق بنتا ہے“ یا تم پر سلطان کا واجب حق ہے“ یا اس جیسے کلمات جس میں ان ٹیکسوں کے ساتھ اس کے حق ہونے کا اقرار ہو، نہایت نامناسب اور ممنوع ہے، اس طرح کے جملے استعمال کرنے سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ یہ شدید منکر اور بدترین بدعت ہے، حتیٰ کہ بعض علماء اس کی وجہ سے تکفیر کے قائل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں: ”جس نے ان ٹیکسوں کو حقانیت کا نام دیا، وہ کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔“

مگر صحیح قول یہ ہے کہ اس سے اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی الا اینکه وہ اس کے ظلم ہونے کے باوجود اس کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھے، الغرض: درست بات یہ ہے کہ اسے ٹیکس، چنگی، ضریبہ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جائے، اس کے ساتھ ”حق“ کو شامل نہ کیا جائے، وباللہ التوفیق۔

(فصل-۴۱)

بوجہ اللہ کہہ کر سوال کرنا:

جنت کے سوا کسی اور چیز کو بوجہ اللہ کہہ کر مانگنا مکروہ ہے۔

۱۰۸۱ - سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يَسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ“

بوجہ اللہ کے وسیلہ سے صرف جنت ہی مانگا جاسکتا ہے۔ (۱)

(فصل-۴۲) اللہ کے نام پر مانگنے کا حکم:

۱۰۸۲ - سنن ابی داؤد و نسائی میں صحیحین کی سند سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَأَعِذْهُ ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ تَعَالَى فَأَعْطُوهُ ،
وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ ،
فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَاتَكُمْ فُتُونُهُ فَادْعُوهُ حَتَّى تَرَوْا أَنْكُمْ قَدْ كَافَأْتُمْوه . (۲)

جو اللہ کے واسطے پناہ طلب کرے اسے پناہ دو، اور جو اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اسے عطا کرو، اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو، اور جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسے اچھا بدلہ دو، اور اگر تم بدلہ

(۱) سنن ابی داؤد، ۱۶۷۱، یہ حدیث ضعیف ہے

(۱) سنن ابی داؤد، ۱۶۷۳، نسائی، ۲۵۶۷

دینے کے لئے کچھ نہ پاؤ تو اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہو،

تا آنکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا دیا ہے۔

(فصل-۴۳) ”اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ كَ“ کہنا مکروہ ہے :

”اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ كَ“ یعنی اللہ تیری بقاء طویل کرے، یا دوام بخشے کہنا مشہور قول

کے مطابق مکروہ ہے، ابو جعفر النخاس اپنی کتاب ”صناعة الکتاب“ میں فرماتے ہیں: بعض

علماء نے ”اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ كَ“ کہنے کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ بعضوں نے اس کی اجازت دی

ہے۔ اسماعیل بن اسحاق فرماتے ہیں: ”اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ كَ“ کا جملہ سب سے پہلے

زندقیوں نے اپنی مراسلت میں لکھنا شروع کیا۔

حضرت حماد بن سلمہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی مراسلت پہلے اس

طرح ہوتی تھی، فلاں کی جانب سے فلاں کے نام ابابعد: تم پر سلامتی ہو، میں تیرے سامنے اللہ کا حمد

بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور نبی کریم ﷺ اور آل محمد پر صلاۃ اور رحمت نازل کرنے

کی اس سے درخواست کرتا ہوں، پھر بعد میں اس مضمون کے شروع میں زندقیوں نے سلام کے

بعد ”اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ كَ“ کا جملہ ایجاد کیا۔

(فصل-۴۴)

میرے ماں باپ آپ پر قربان کہنے کا جواز

کسی انسان کا دوسرے کو ”میرے ماں باپ آپ پر قربان“ یا ”اللہ مجھے آپ کا جانشین

بنائے“ جیسے کلمات کہنا صحیح و رائج قول کے مطابق بے کراہت جائز و درست ہے، صحیحین وغیرہما

کی مشہور احادیث اس پر دال ہیں، والدین خواہ مسلمان ہوں یا کافر ایسا کہنا درست ہے۔

بعض علماء نے والدین کے مسلمان ہونے کی صورت میں مکروہ قرار دیا ہے، نحاس فرماتے ہیں: ”اللہ مجھے آپ کا فدائی بنائے“ کہنے کو امام مالک بن انسؒ نے مکروہ قرار دیا ہے، اور بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، خواہ وہ شخص جس پر قربان ہونے کی بات کہی جا رہی ہو مسلمان ہو یا کافر:

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس کے جواز پر اس قدر بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں کہ ان کا حصر واستقصاء دشوار ہے، صحیح مسلم کی شرح میں اس کے کچھ حصوں کو میں نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔

(فصل-۴۵) بعض الفاظ کا حکم:

جن الفاظ کی مذمت آتی ہے ان میں سے مراد بمعنی جھگڑا، جدال بمعنی بحث و تکرار اور خصومت بمعنی نزاع و مقدمہ بازی ہے، (یہ تینوں الفاظ جھگڑا کرنے، ایک دوسرے کے درپے آزار ہونے کے معنی میں مترادف و ہم معنی ہیں)۔

امام غزالی فرماتے ہیں: دوسروں کی بات کو ہدف ملامت بنا کر اس کے جھول کو قائل کی تحقیر اور اپنی برتری جتانے کے مقصد سے ظاہر کرنے کا نام مراد ہے۔ اور جدال نام ہے ان امور کے اندر جھگڑنے کا جس کا تعلق مذہب کے اظہار اور اس کے اثبات سے ہو۔ اور خصومت نام ہے مطلب کے حصول یعنی مال و اسباب وغیرہ کے حصول کے لئے اپنے کلام پر اصرار و ضد کرنے کا، اور یہ خصومت ابتداء بھی ہو سکتی ہے اور درمیان میں بھی، جبکہ ”مراد“ درمیان ہی میں ممکن ہے۔ یہ امام غزالی کا قول تھا۔

یاد رکھیں کہ ”جدال“ کبھی حق کے لئے ہوتا ہے اور کبھی باطل کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (مکھوت: ۴۶)

اور جھگڑانہ کرو، اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (النحل: ۱۲۵) اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے :

وَمَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا“ (غافر-المومن: ۴)

وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکر ہیں۔

جدال اگر حق کی واقفیت حاصل کرنے یا حق ثابت کرنے کے لئے ہے تو قابلِ تحسین

ہے اور اگر یہ حق کو ختم کرنے یا حق ثابت کرنے یا حق کا علم نہ ہونے کے باوجود اس میں ٹانگ

اڑانے کے لئے ہے تو قابلِ مذمت ہے۔

اس کی اباحت و مذمت میں وارد نصوص کو انہی دو پہلوؤں پر محمول کیا جائیگا، مجادلہ اور

جدال ہم معنی ہے، اس کی وضاحت ربط و تفصیل سے میں نے اپنی کتاب ”تہذیب الاسماء

واللغات ۳/۴۸۸، میں کی ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے: دین کو سلب کرنے، مروت میں فتور پیدا کرنے، لذت

ایمانی کو برباد کرنے اور دلوں کو مشغول کر دینے میں خصومت سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں

اگر آپ کو اعتراض ہو کہ حقوق کی بقا کے لئے انسان کو خصومت و مقدمہ بازی سے مفر نہیں؟ تو

اس کا جواب وہی ہے جو امام غزالی نے تحریر کیا ہے، کہ مذموم خصامت وہ ہے جو باطل کے لئے اور

علم کے بغیر ہو، جیسے وکیل قاضی کے حق کی معرفت کے بغیر ہی حضومات میں وکالت کرتا ہے، جبکہ

اسے پتہ نہیں کہ فریقین میں سے حق کس کی جانب ہے۔

اسی مذموم خصومت میں سے ایک یہ ہے کہ صاحبِ حق اپنا حق طلب کرنے میں، بقدر

ﷺ نے فرمایا:

”كَفَى بِكَ إِنَّمَا أَلَا تَرَالِ مُخَاصِمًا“

تیرے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑتا اور مقدمہ کرتا رہے، (۱)

حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ خصومتوں میں ہلاکت ہے۔

(فصل-۴۶) چبا چبا کر باتیں کرنے کی ممانعت:

چبا کر خلق سے الفاظ کی ادائیگی کرنا، یا الفاظ کی سجاوٹ اور خود ساختہ ادیبوں کی روش اختیار کرتے ہوئے، فصاحت و بلاغت کا تصنع یا مقشّی کلام کا تکلف کرنا مکروہ و مذموم ہے۔ عوام کو مخاطب کرتے وقت مقشّی کلام کا تکلف، اعراب کی باریکی کی کھوج، اور غیر مانوس الفاظ کا استعمال مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، عوام کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کرنا چاہئے جسے لوگ واضح طور پر سمجھ لیں اور اس کا جملہ بوجھ نہ بنے۔

۱۰۸۴ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَنْ يَبْعُضَ الْبَلِغُ مِنَ الرِّجَالِ ، الَّذِي يَتَحَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَحَلَّلُ الْبَقْرَةُ“ (۲)

اللہ تعالیٰ جو تکلف بلاغت جتانے والوں کو جو اپنی زبان گائے کے جگالی کرنے کی طرح چباتا اور موڑتا ہے ناپسند فرماتے ہیں۔

(۱) سنن ترمذی ۱۹۹۴ء، اسنادہ ضعیف، وقال الترمذی، غریب

(۲) سنن ابی داؤد ۵۰۰۵، سنن ترمذی ۲۸۵۳ وقال الترمذی حدیث حسن

۱۰۸۵ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: ”هَلَكَ الْمُتَنَطِّطُونَ“ باتوں میں غلو کرنے والے عارت ہوئے۔ (۱)

۱۰۸۶ - سنن ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الدُّرُثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفِيهِقُونَ“

میرے نزدیک سب سے محبوب لوگوں میں اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ ہوگا جو اچھے اخلاق والا ہو، اور میرے نزدیک سب سے مبغوض و ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے دور و اہی تباہی بک بک کرنے والا، چپا چپا کر باتیں کرنے والا اور مغرور شخص ہوگا۔

صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ارشادوں (خواہ مخواہ بک بک کرنے والے) اور متشدقون (چپا کر اور بتکلف حلق سے نکال کر تصنع سے باتیں کرنے والے) کا مطلب تو ہم سمجھ گئے مگر یہ ”متفہقون“ کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ”المتكبرون“ مغرور و متکبر۔ (۲) یاد رکھیں کہ خطبات و مواعظ کو اچھے الفاظ اور عمدہ اسالیب سے مزین کرنا اس مذمت میں داخل نہیں، بشرطیکہ اس میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی یا غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال نہ کیا گیا ہو کیونکہ اس کا مقصد دلوں کو اللہ کی طاعت و بندگی پر آمادہ کرنا اور ابھارنا ہے، اور اس کے لئے عمدہ الفاظ اور بہتر تعبیر کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) صحیح مسلم، ۲۶۷

(۲) سنن ترمذی، ۲۰۱۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(فصل - ۴۷) عشاء کے بعد امور خیر کے علاوہ عام گفتگو مکروہ ہے:

ایسی باتیں کرنا جو عام حالات و اوقات میں مباح ہیں، عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مکروہ ہیں، (اور مباح کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو)۔ اور ایسی باتیں کرنا جو عام حالات میں مکروہ یا حرام ہیں، عشاء کے بعد اس میں مشغول ہونا کہیں زیادہ مکروہ یا حرام ہے۔

البتہ خیر کی باتوں میں کوئی کراہت نہیں بلکہ ایسا کرنا مستحب و مستحسن ہے، مثلاً علمی مذاکرہ کرنا، صالحین و بزرگان دین کے واقعات بیان کرنا، مکارم اخلاق کا تذکرہ کرنا، مہمانوں سے باتیں کرنا وغیرہ۔ اس کے جواز پہ بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی طرح کسی عذر یا ناگہانی صورتحال پیش آجانے کی وجہ سے باتوں میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں، اس کے جواز سے متعلق احادیث مشہور و معروف ہیں، ان میں سے چند کی طرف اختصار کے ساتھ ہم اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۰۸۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد گپ کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (۱)

وہ احادیث جس میں ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت ہے بے شمار ہیں مثلاً:

۱۰۸۸ - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے

آخری دنوں میں عشاء کی نماز ادا کیا، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

أَرَأَيْتُمْ لِيَلْتَكُم هَذِهِ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِقَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِنْ

هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ الْيَوْمَ أَحَدٌ. (۲)

کیا تم اپنی یہ رات دیکھ رہے ہو اس وقت روئے زمین پر جو بھی انسان

ہے سو سال کے اہتمام پر اس میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہیگا۔

۱۰۸۹ - صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو نصف شب تک مؤخر کیا، پھر آپ نکل کر آئے، اور لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا :-

عَلَىٰ رَسُولِكُمْ أَعْلَمُكُمْ وَابْشُرُوا أَنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ
لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ ، أَوْ قَالَ :
مَا صَلَّي أَحَدٌ هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ “ (۱)

آپ لوگ ذرا بٹھریں، میں آپ کو بتاتا ہوں، آپ لوگوں کو خوشخبری ہو کہ تم پر اللہ کے انعامات میں سے ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی بھی انسان اس وقت نماز ادا نہیں کر رہا ہے، یا یہ کہا کہ تمہارے علاوہ کسی نے بھی اس وقت نماز ادا نہیں کیا۔

۱۰۹۰ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ لوگ نبی کریم ﷺ کا (نماز عشاء کے لئے مسجد میں) انتظار کرتے رہے، آپ ﷺ نصف شب کے قریب آئے، لوگوں کو نماز پڑھایا، پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا وَرَقَدُوا وَأَنْتُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا
أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ (۲)

لوگ نماز پڑھ کر سو گئے، مگر آپ لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے مسلسل نماز میں رہے۔

(۱) بخاری ۵۶۷، مسلم ۶۴۱

(۲) بخاری ۵۷۲

۱۰۹۱ - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اپنی خالہ سے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر رات گزارنے والی حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کیا پھر گھر میں داخل ہوئے، اور اپنی اہل خانہ سے باتیں کیا، اور فرمایا: ”نام الغلیم؟“ بچو اسو گیا؟ (غلیم علام کی تصغیر ہے پیار و محبت اور شفقت و الفت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس بچے سے مراد ابن عباس تھے جو اپنی خالہ کے پاس تھے)۔ (۱)

۱۰۹۱/۱ - صحیحین میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضیافت والی حدیث مروی ہے، جس میں مذکور ہے کہ عشاء کی نماز تک حضرت ابوبکر گھر سے باہر رہے، پھر وہ آئے اور مہمانوں اور اپنی بیوی بچوں سے باتیں کیں۔ (اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۸۱۳ پر) آچکا ہے۔ (۲)

اس طرح کی حدیثیں اور اس کی نظیریں بیشمار ہیں جس کا حصر و استقصاء ممکن نہیں، جس قدر ذکر ہو گیا ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے، واللہ الحمد۔

(فصل-۳۸) عشاء کا نام عتمہ رکھنا :

مشہور صحیح احادیث کے پیش نظر عشاء کا نام ”عتمہ“ (اندھیرا) رکھنا مکروہ ہے۔

۱۰۹۲ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ مرنے سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ“ تمہاری نماز مغرب کے نام پر بدویت غالب نہ آئے، پھر فرمایا، کہ اعرابی (دیہاتی بدو لوگ) اسے عتمہ کہتے ہیں۔

(۱) بخاری ۱۱۷، مسلم ۷۳۷

(۲) دیکھیں بخاری ۶۰۲، مسلم ۲۰۵۷

البتہ وہ احادیث جن میں عشاء کا نام ”عتمہ“ (اندھیرے کی نماز) ذکر کیا گیا ہے، اس کا دو جواب ہے۔ (۱) بیان جواز کے لئے، کہ یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں بلکہ کراہت تنزیہ کے لئے ہے۔ (۲) اس لفظ کے ذریعہ ان لوگوں کو مخاطب فرمایا، جن کے بارے میں یہ شک تھا کہ اگر عشاء کا لفظ استعمال کریں گے تو انہیں التباس پیدا ہوگا، کہ اس سے مراد عشاء ہے یا مغرب۔ (اور وہ احادیث جن میں عتمہ کا ذکر آیا ہے یہ ہے :

۱۰۹۳۔ ”لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصُّبْحِ وَالْعَتَمَةِ لَا يُؤْهِمَا وَلَوْ حَبَوًّا“

نماز فجر و عشاء کے فضائل و برکات کا اگر انہیں علم ہو جائے تو گھٹنے کے

بل چل کر ہی کیوں نہ آنا پڑے وہ اس کے لئے ضرور آئیں۔ (۱)

البتہ نماز فجر کو ”صلاة الغداة“ کہنے میں صحیح مذہب کے مطابق کوئی کراہت نہیں، بیشمار علماء شوافع نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے، مگر وہ قول لغو اور ناقابل التفات ہے، مغرب و عشاء کو ”عشاءین“ کہنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح عشاء کو ”عشاء اخیر“ کہنا بھی درست ہے اصحیح سے جو منقول ہے کہ ”عشاء اخیر“ نہ کہا جائے تو ان کی یہ رائے واضح طور پر غلط ہے کیونکہ :

۱۰۹۴۔ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ. (۲)

جس عورت کو خوشبو لگا ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء اخیر میں شریک نہ ہو۔

اسی طرح صحیحین میں صحابہ کرام کی ایک جم غفیر جماعت سے اس طرح استعمال کرنا ثابت ہے، میں نے شواہد کے ساتھ اس کی وضاحت ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں کی ہے وباللہ التوفیق

(موجودہ تہذیب کے نسخوں میں یہ موجود نہیں، ممکن ہے اسے حذف کر دیا گیا ہو یا امام نووی سے سہو ہو رہا ہو)۔

(فصل-۴۶) راز افشاء کرنے کی حرمت

کسی کا راز افشاء کرنا ممنوع ہے اس کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں اگر اس میں نقصان یا ایذا پہنچانے کا پہلو ہو تو حرام ہے۔

۱۰۹۵ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ انْفَتَحَ فَهِيَ أَمَانَةٌ“ (۱)

جب کوئی شخص کوئی بات کہے، پھر ادھر ادھر دیکھے، تو (اس کی بات تیرے پاس) امانت ہے۔

(یعنی بات کرنے والا کسی طرح کی کوئی بات کرنے کے بعد اگر اپنا رخ دوسری طرف پھیرتا ہے، پھر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا بات کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتا ہے تو سننے والے کے پاس اس کی یہ بات امانت ہے، افشاء کر کے اسے ضائع یا اس میں خیانت نہ کرے، اور یہ حکم جب اس کی موجودگی کا ہے تو عدم موجودگی میں اس کا حکم کس قدر شدید ہوگا اندازہ کیا جاسکتا ہے)۔

(فصل-۵۰) بیوی کو مارنے کا سبب دریافت نہ کیا جائے :

کسی شخص سے اس طرح سوال کرنا کہ ”بلا ضرورت اس نے اپنی بیوی کو آخر کن وجہ سے مارا، مکروہ ہے۔ زبان کی حفاظت کے باب میں صحیح احادیث ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جس بات میں مصلحت نہ ہو اس سے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد ۴۸۶۸، سنن ترمذی ۱۹۵۹، وقال الترمذی حدیث حسن

۱۰۹۵ - سنن ترمذی کی حدیث (نمبر ۹۸۲ پر) گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

”مَنْ حَسَنَ إِسْلَامَ الْمَرْأَةِ كَمَا لَا يَعْينُهُ“ (۱)

انسان کے اسلام کی خوبی لایعنی اور بے مقصد باتوں کو ترک کرنا ہے۔

۱۰۹۶ - سنن ابی داؤد، نسائی، وابن ماجہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا:

”لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ“ (۲)

کسی شخص سے یہ نہ پوچھا جائے کہ کس بات کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی کو زدوکوب کیا۔

(فصل-۵۱) شعر گوئی کا حکم :

۱۰۹۷ - مسند ابویعلیٰ لموصلیٰ میں بسند حسن حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ سے اشعار کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

”هُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ حَسَنٌ وَقَبِيحٌ قَبِيحٌ“ (۳)

وہ کلام ہے اچھا کلام اچھا اور برا کلام برا ہے۔

علماء کی رائے ہے کہ اشعار نثر ہی کی طرح ہے البتہ اس سے چکے رہنا مذموم ہے، بہت سی

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اشعار سنا اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو کفار کے ہجو میں اشعار کہنے کا حکم دیا۔

(۱) سنن ترمذی ۲۳۱۷

(۲) ابوداؤد ۲۱۴۷، ترمذی ۱۲۰۷، بحوالہ سنن کبریٰ للبتسائی ابن ماجہ ۱۹۸۶، حدیث صحیح

(۳) مسند ابویعلیٰ ۴۷۶۸

۱۰۹۸ - نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ”إِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةً“ بلاشبہ بعض اشعار حکمت لئے ہوتے ہیں۔ (۱)

۱۰۹۹ - نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا :
لَا نَ يَمْتَلِيْ جَوْفَ أَحَدِكُمْ فَيَحْأَ خَيْرَ لَّهِ مِنْ أَنْ يَمْتَلِيْ
شَعْرًا. (۲)

تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ اور فاسد نادوں سے بھرنا، شعر سے بھرنے سے بہتر ہے۔

یہ دونوں اسی طرح ہے جس کا پہلے ذکر ہوا کہ اچھا کلام اچھا اور برا کلام برا ہے۔

(فصل ۵۲) فحش و بدگوئی کی ممانعت :

ممنوعات شرعیہ میں سے ایک فحش کلامی اور بدزبانی ہے اس سے متعلق بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جو مشہور معروف ہیں، اور اس کا مفہوم ہے قبیح و بری باتوں کو اگرچہ وہ صحیح ہوں اور بولنے والا سچا ہو، صریح الفاظ میں زبان سے ادا کرنا۔ واقعات و صورت حال کے بیان میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے، اس کے لئے اشاروں کنایوں کا استعمال اور خوبصورت تعبیر کا اس طرح استعمال کرنا مناسب ہے کہ مفہوم و مطلوب سمجھ میں آجائے، قرآن و سنت مطہرہ کا یہی اسلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ (النساء : ۱۸۷)

حلال ہو اتم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(۱) بخاری ۶۱۳۵، ابوداؤد ۵۰۱۰

(۲) بخاری ۶۱۵۵، مسلم ۲۲۵۷

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُم إِلَىٰ بَعْضٍ (النساء: ۲۱)
اور کیوں کرا سکو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک۔
نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (البقرہ : ۱۳۷)

اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار آیات قرآنی اور صحیح احادیث نبویہ اس طرح کی موجود ہیں،
حضرات علماء فرماتے ہیں کہ اس طرح کے امور میں جہاں صریح نام کے ذریعہ اسے ذکر کرنا حیا
کے تقاضوں کے منافی ہو مناسب ہے کہ ایسے اشارات و کنایات استعمال کئے جائیں، جو سمجھ سے
قریب تر ہوں۔ لہذا عورت سے جماع کرنے کی تعبیر کنایہ ملنے، دخول کرنے، ہم بستر
ہونے وغیرہ سے کی جائے، اس کے لئے جماع کرنا، وطی کرنا وغیرہ صریح الفاظ استعمال نہ کئے
جائیں۔

اسی طرح پیشاب و پاخانہ کو الفاظ کنائی میں تعبیر کرتے ہوئے قضاء حاجت، آب و دست،
بیت الخلاء، طہارت وغیرہ کہا جائے، اسے صریح الفاظ میں پاخانہ کرنا، پیشاب کرنا وغیرہ نہ کہا
جائے۔ دیگر تمام اشیاء جو اس قبیل کی ہیں، اسی طرح صریح الفاظ کے بجائے کنایوں میں ذکر کی
جائیں۔

یاد رکھیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ صریح الفاظ کے استعمال کی ضرورت نہ ہو، البتہ اگر تعلیم
یا توضیح و تشریح کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہو اور اندیشہ ہو کہ مخاطب کنائی یا مجازی الفاظ کو نہیں
سمجھے گا، یا غلط سمجھے گا، تو پھر صریح الفاظ کا ہی استعمال کرنا بہتر ہے، تاکہ مخاطب واقعہ کے مطابق
اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

احادیث میں جہاں کہیں صریح الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اسے اسی گزشتہ حاجت پہ محمول کیا جائے گا، کیونکہ حصول فہم اور مقصود کا ادراک ادب کی رعایت سے کہیں زیادہ بہتر و مقدم ہے، واللہ التوفیق۔

۱۱۰۰ - سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا
الْبِدِيِّ“ (۱)

مومن بہت زیادہ طعنے دینے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، بد زبان اور بد کردار نہیں ہوتا۔

۱۱۰۱ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَ الْفَحْشُ فِي شَيْئٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ“ (۲)

کسی بھی چیز میں بے حیائی اسے معیوب بنا دیتا، اور کسی بھی چیز میں حیا سے مستحکم بنا دیتا ہے۔

(فصل-۵۳) بر الوالدین :

والدین یا ان کے ہم مرتبہ بزرگوں کو ڈانٹنا یا جھڑکنا مغلط ترین حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٗ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا،

(۱) سنن ترمذی ۱۹۷۷، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی ۱۱۹۷ ابن ماجہ ۴۱۱۸۵، وقال الترمذی: حدیث حسن

إِمَّا يَلْعَنُ عِنْدَكَ الْكَبِيرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا
أَبُ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا
جَنَاحَ الدَّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي
صَغِيرًا“ (الاسراء: ۲۳-۲۵)

اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اُس کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ
بھلائی کرو، اگر پہنچ جائے، تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک اُن میں
سے یا دونوں، تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ چھڑک ان کو، اور کہہ اُن سے
بات ادب کی اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز
مندی سے اور کہہ، اے رب ان دونوں پر اپنا رحم کر جیسا پالا انہوں نے
مجھ کو چھوٹا سا۔

۱۱۰۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا:

مِنَ الْكِبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ
يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ
وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ. (۱)

کبیرہ گناہوں میں سے ہے، انسان کا اپنے والدین کو گالی دینا، صحابہ
نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا کوئی اپنے والدین کو گالی بھی دے
سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ کسی کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اس کے
باپ کو گالی دیگا، وہ کسی کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔

۱۱۰۳ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے محبت کرتا تھا اور (میرے والد) عمر اسے ناپسند کرتے تھے، انہوں نے (میرے والد حضرت عمرؓ نے) مجھ سے کہا کہ میں اسے طلاق دے دوں، میں نے انکار کیا، تو حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا ذکر کیا، تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”طلقھا“ اسے طلاق دیدو۔ (۱)

(باب-۱۹)

جھوٹ کے اقسام اور اس کی ممانعت :

اجمالی طور پر جھوٹ کی حرمت پر کتاب و سنت کی نصوص بھری پڑی ہیں، جھوٹ گناہوں میں سب سے قبیح اور عیب میں سب سے بدتر ہے، ظاہری نصوص کے علاوہ اس کی حرمت پہ امت کا اجماع و اتفاق ہے، اس لئے قائلین تحریم کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت نہیں، اہم چیز اس جھوٹ کا بیان ہے جو اس تحریم سے مستثنیٰ ہے اور جس کی باریکی پر متنبہ کرنا ضروری ہے، جھوٹ سے نفور کے لئے صرف یہ ایک حدیث کافی ہے جس کی صحت پر سبھوں کا اتفاق ہے۔

۱۱۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ

اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْتِمِنَ خَانَ“ (۲)

منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ

کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھا جائے تو

اس میں خیانت کرے۔

(۱) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۱۵۳۸، ترمذی، ۱۱۸۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

(۲) صحیح بخاری، ۳۳، مسلم، ۵۹

۱۱۰۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا أُتِمِنَ خَانَ ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (۱)

چار باتیں جس کے اندر بھی ہوں وہ پکا منافق ہے، اور جس کے اندر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آنکہ وہ اسے ترک کر دے، (اور وہ چار یہ ہیں) جب امانت رکھا جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو اسے توڑے، اور جب جھگڑے تو گالی گلوں کرے۔

مسلم کی روایت میں ”إِذَا أُتِمِنَ خَانَ“ کی جگہ ”إِذَا وَعَدَا خَلَفَ“ ہے کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

وہ جھوٹ جو اس سے مستثنیٰ ہے :

۱۱۰۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام کلثومؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا
أَوْ يَقُولُ خَيْرًا (۱)

وہ شخص جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے اور خیر و بھلائی کی بات پہنچائے، یا یہ کہا کہ: خیر کی بات کہے۔

حدیث کی اتنی مقدار صحیحین میں ہے، البتہ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

قَالَتْ أُمّ كَلثُومٍ وَلَمْ أَسْمَعْهُ يَرْحُصْ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ
النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ يَعْنِي الْحَرْبَ وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ،

وحدیث الرجل لا مرأته والمراة لزوجها“

حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کو کسی ایسے جھوٹ کی اجازت دیتے نہیں سنا جو لوگ بولتے ہوں، سوائے تین موقعوں کے یعنی جنگ میں، دو شخص کے درمیان صلح کرانے میں، اور شوہر کا بیوی سے یا بیوی کا شوہر سے۔

الغرض مصلحت کے پیش نظر بعض جھوٹ کی اباحت کے بارے میں یہ صریح حدیث واضح دلیل ہے، علماء نے ان تمام مباح جھوٹوں کو شمار کیا ہے اور سب سے بہتر حصہ و شمار وہ جسے امام غزالی نے اپنی کتاب الاحیاء (۱۳۷/۳) میں کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”کلام مقاصد تک پہنچنے کا وسیلہ ہے اور بہتر مقصد تک جھوٹ کے ذریعہ ہو یا سچ کے ذریعہ پہنچا جاسکتا ہے، گفتگو میں بلا ضرورت جھوٹ حرام ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں، اور اگر اچھے مقصد تک رسائی جھوٹ ہی سے ممکن ہو، سچ کے ذریعہ ممکن نہ ہو تو جھوٹ بولنا مقصد کے مباح ہونے کی صورت میں مباح، اور واجب ہونے کی صورت میں واجب ہے۔

اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے چھپا ہو اور اس کے بارے میں دریافت کیا جائے تو اس کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی کے پاس امانت و ودیعت ہو اور کوئی ظالم اسے لینے کے لئے اس کے بارے میں دریافت کرے تو اسے چھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا

واجب ہے، اگر اس نے اس کے سامنے اس کا تذکرہ کر دیا، اور اس نے اس سے زبردستی لے لیا تو اس پر تاوان واجب ہوگا۔ اگر بتانے کے لئے اس سے قسم لیا جائے تو وہ چھپانے کے لئے قسم کھا لے اور اپنی قسم میں تور یہ کر لے، (اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنے کو تور یہ کہتے ہیں) اور اگر اس نے تور یہ نہ کیا اور جھوٹی قسم کھالیا، تو اس کا یہ عمل محمورح و مستحسن ہوگا، مگر وہ حادث ہو جائیگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حادث نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر جنگی مقاصد، یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا یا جنایت معاف کرانے کے لئے زیادتی سے دو چار ہونے والے شخص کے دل کو اس کے لئے آمادہ کرنا مقصود ہو، اور یہ مقصد جھوٹ ہی سے حاصل ہو سکتی ہو تو اس وقت جھوٹ بولنا حرام نہیں۔

یہ اس وقت ہے جبکہ مقصد کا حصول جھوٹ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے ممکن نہ رہے۔ ان تمام صورتوں میں احتیاط اسی کے اندر ہے کہ جھوٹ بولتے وقت تور یہ کرے، اور تور یہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے الفاظ میں کسی ایسے صحیح مقصد کا ارادہ کرے جو اس کے خیال و ارادے میں جھوٹ نہ ہو، خواہ اس کی ظاہری صورت جھوٹ کی ہو۔

اور اگر اس نے اس صحیح مقصد کا ارادہ نہ کیا اور جھوٹے الفاظ ادا کئے تو اس مقام پر یہ جھوٹ حرام نہیں ہوگا، امام غزالی مزید فرماتے ہیں: ”اسی طرح ہر وہ غرض جس سے کوئی صحیح مقصد متعلق ہو، خواہ اس کا تعلق اس کی ذات سے ہو یا کسی اور کی ذات سے۔۔۔ وہ غرض جو اس کی ذات سے متعلق ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی ظالم اسے پکڑ لے اور اس کا مال چھیننے کے لئے اس سے مال کے بارے میں دریافت کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کر دے، یا کوئی حاکم وقت ایسی برائی کے ارتکاب کے بارے میں دریافت کرے جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کر دے، مثلاً کہہ دے کہ میں نے زنا نہیں کیا،

میں نے شراب نوشی نہیں کی وغیرہ۔ اپنے اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کے بارے میں متعدد احادیث معروف و مشہور ہیں کہ جس نے ایسے جرم کا اقرار کیا جس پر حد جاری ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے اس اقرار سے رجوع کر لینے کی تلقین کی۔

وہ غرض جو دوسرے کی ذات سے متعلق ہو اس کی مثال یوں ہے کہ کسی سے اس کے بھائی یا دوست احباب وغیرہ کا کوئی راز دریافت کیا جائے، جس کے بتانے سے اسے نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا انکار کرے۔

انسان کو چاہئے کہ ان حالات میں جھوٹ کی برائی اور سچ بولنے پر مرتب ہونے والی برائی کے درمیان موازنہ کرے، اگر سچ کی برائی زیادہ ہو تو ایسی صورت میں اسے جھوٹ بولنا چاہئے، اور اگر اسی کے برعکس ہو یا شک ہو تو سچ ہی بولے، جھوٹ بولنا حرام ہوگا۔ اور جس جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے اس کا تعلق اگر اس کی ذات سے ہے تو مستحب یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے اور اگر اس کا تعلق دوسروں سے ہے تو دوسروں کے حق میں چشم پوشی جائز نہیں، (یعنی اس کے لئے جھوٹ بولنا ہی بہتر ہے)

اور جس جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے وہاں احتیاط اسی میں ہے کہ جھوٹ نہ بولے، البتہ جہاں واجب ہے وہاں جھوٹ بولنا ہی متعین ہے۔ یاد رکھیں کہ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں جھوٹ نام ہے خلاف واقعہ بات کی خبر دینے کا، خواہ یہ خبر بالقصد دی جائے، یا نادانی و جہالت میں، ہاں نادانی و غفلت کی صورت میں گنہگار نہیں ہوگا، جبکہ قصد و عمد کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ صرف جان بوجھ کر ہی بولنے میں گنہگار ہونے اور جہالت و نادانی کی صورت میں گنہگار نہ ہونے کی دلیل نبی کریم ﷺ کا کذب کو تعد کے ساتھ مقید کرنا ہے۔

۱۱۰۷۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَرَّأ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ (۱)

جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ گڑھا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(باب-۲۰)

سنی سنائی باتوں کو نقل کرنے کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ
كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا . (الاسراء: ۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان
سب کی ان سے پوچھ ہوگی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ “ (ق : ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان تیار (لکھنے
کے لئے)۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”إِنَّ رَبَّكَ لَبَاسٌ مُرْصَدٌ“ (الفرج : ۱۴) بیشک تیرا رب لگا ہوا گھات میں۔

۱۱۰۸ - صحیح مسلم میں جلیل القدر تابعی حضرت حفص بن عاصم حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے
ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

”كَفَى بِالْمُرَاكِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“ (۱)

انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہر اس بات کو نقل کرے جو اس کے کان میں پڑے۔

امام مسلم نے دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، ایک موصولاً اور ایک مرسلہ، موصولاً جیسا کہ اوپر آیا: عن حفص بن عاصم، عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ، قال: اور مرسلہ یوں ہے، عن حفص بن عاصم بن النبی ﷺ، قال: اس میں ابو ہریرہ کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہ روایت جس میں صحابی کا ذکر ہے، مقدم رہے گا، کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوا کرتی ہے، یہی صحیح و راجح مذہب ہے، جس کے قائل تمام ائمہ فقہ و حدیث اور علماء اصول و محققین ہیں، یعنی جب کوئی حدیث دو سندوں سے مروی ہو اور ایک مرسل اور دوسری متصل ہو تو اتصال والی کو ترجیح دیجاتی اور اس کی صحت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور احکام وغیر احکام تمام امور میں اس سے احتجاج کیا جاتا ہے، واللہ اعلم۔

۱۱۰۹ - صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

يَحْسِبُ الْمَرْءُ مِنَ الْكُذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“ (۲)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ جو سنے تمام باتوں کو بیان کر دے۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، جہاں تک آثار صحابہ کی بات ہے وہ بھی بے شمار ہیں۔

۱۱۱۰ - سنن ابی داؤد میں سند صحیح حضرت ابو مسعود یا حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے، وہ

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا: بَعْضَ مَطِيئَةِ الرَّجُلِ ”زَعْمُو“ انسان کی

(۲) صحیح مسلم ۵، حدیث موقوف علی عمر لکھ بمغنی المروء

(۱) صحیح مسلم ۵

بدترین سواری ”گمان کرتے ہیں“ کہنا ہے۔ (۱)

امام خطابی اپنی کتاب معالم السنن (۵۴/۵) میں فرماتے ہیں: اس حدیث کی اصل یہ ہے کہ انسان جب کسی ضرورت سے کوچ کرنے اور کسی شہر کو جانے کا ارادہ کرتا ہے تو سواری پہ سوار ہوتا پھر روانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنی حاجت کو جاملتا اور منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی نے اسی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو انسان اپنی بات سے پہلے پوری بات نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس نے گویا بدترین سواری کا انتخاب کیا، اس کے اندر ”زعموا“ (لوگ گمان کرتے ہیں) کو ”مطیبہ“ (سواری) سے تشبیہ دی گئی ہے اور ”لوگ گمان کرتے ہیں“ ایسی بات کے لئے کہا جاتا ہے جو بلا سند اور غیر محقق ہو، یوں ہی بات یہو نچانے اور نقل کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے اس طرح کی باتیں بیان کرنے اور نقل کرنے کی مذمت فرمایا، اور حکم دیا کہ جو بات نقل کی جائے اس کی صحت و صداقت کی توثیق پہلے کر لی جائے، اور جب تک وہ بات پائے ثبوت کو نہ پہنچ جائے اسے نقل کرنے سے پرہیز کیا جائے، اور ”لوگوں کے گمان“ کا سہارا لیکر دوسروں سے وہ بات نقل نہ کی جائے۔ (یہ امام خطابی کا قول ہے) واللہ اعلم“

(باب-۲۱)

تقریض و توریہ :

یاد رکھیں کہ یہ باب اہم بابوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس کا استعمال بہت زیادہ ہوتا اور عام طور پر لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں، اس لئے اس جگہ اس کی تحقیق و وضاحت کر دینا مناسب ہے۔ اس سے واقفیت حاصل کر لینے کے بعد لوگوں کو چاہئے کہ اس پر غور کریں

اور اس کے مطابق عمل کریں، جھوٹ کے مغلط ترین حرام ہونے اور زبان کی آفتوں سے متعلق امور کا بیان پہلے آچکا ہے، یہ باب اس سے تحفظ کی کڑی اور بچاؤ کا ایک راستہ ہے۔

یاد رکھیں کہ تعریض و توریہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جس کا مفہوم ظاہر و واضح ہو مگر اس سے ایک دوسرا مفہوم جو اس کے اندر مخفی ہو مراد لیا جائے، اور وہ مخفی مفہوم ظاہری مفہوم کے برخلاف ہو، اور یہ القباس پیدا کرنے اور دھوکہ میں مبتلا رکھنے کی ایک قسم ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مخاطب کو دھوکا دینے میں اگر کوئی راجح شرعی مصلحت ہو یا کوئی ایسی ضرورت ہو جہاں جھوٹ سے مفر نہیں تو مکروہ ہے حرام نہیں، الا اینکه باطل کا حصول یا حق کی پامالی پائی جائے، تو ایسی صورت میں حرام ہوگا، یہی اس باب کا خلاصہ ہے۔

اس سے متعلق مختلف احکام ماثور ہیں، بعض آثار اس کی اجازت دیتی اور بعض اس کی ممانعت کرتی ہیں، مگر وہ اسی مفہوم پہ محمول ہیں، جس کی وضاحت میں نے ابھی کی۔ وہ آثار جو ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، یہ ہیں :

۱۱۱۱ - سنن ابی داؤد میں بسند ضعیف حضرت سفیان بن اسیدؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

كُتِبَتْ خِيَانَةٌ اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ

وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ (۱)

با اعتبار خیانت کے بڑی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات کہو جس

میں وہ تو تمہاری تصدیق کرے اور تم اس بات میں جھوٹے ہو۔

نوٹ : امام ابوداؤد نے اس حدیث کی تصحیف نہیں کی ہے، اس لئے ممکن ہے یہ حدیث ان کے نزدیک حسن درجہ کی ہو، مگر فی الواقع یہ حدیث ضعیف ہے)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول منقول ہے: ”کلام اس سے وسیع ہے کہ کوئی ذی عقل جھوٹ بولے“، یعنی بات کے طریقے بہت وسیع ہیں اور تواریہ، کنایہ و تعریض کے رہتے ہوئے انسان کے لئے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش موجود ہے۔

مباح تعریض کی مثال امام فحیحی کے بقول اس طرح ہے: ”جب کسی انسان کو تیرے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جس کا اظہار تم سے ہوا ہو تو کہو: ”اللہ یَعْلَمُ مَا قُلْتُ مِنْ ذَلِكَ مِنْ شَيْءٍ“ اللہ جانتا ہے جو میں نے اس طرح کی باتیں کہیں، یا اللہ جانتا ہے کہ میں نے اس طرح کی باتیں نہیں کی، ”ما قُلْتُ“ میں ”ما“ کا معنی ”جو“ بھی ہو سکتا ہے اور ”نہیں“ بھی (یعنی ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور نافیہ بھی) اس جملہ سے سننے والے کو ”نہیں“ کا وہم ہوگا، جبکہ آپ کی مراد یہ ہوگی کہ جو بات میں نے کہا ہے اللہ اسے جانتا ہے۔“

امام فحیحی فرماتے ہیں: ”اپنے لڑکے سے مت کہو ”کیا تیرے لئے شکر (مٹھائی) خرید لوں“، بلکہ کہو ”کیا خیال ہے اگر میں تیرے لئے شکر (مٹھائی) خرید لوں“۔ امام فحیحی سے جب کوئی صاحبِ طلب کچھ طلب کرتا تو آپ بچے سے کہتے ”اسے کہہ دو، وہ چیز مسجد میں مانگے“ کسی شخص کا قول ہے کہ اس کے والد سے پہلے کسی وقت گھر سے نکلے تو دیکھا کہ امام شععی دائرہ بنا رہے ہیں، اور بچی سے کہہ رہے ہیں اس دائرہ میں انگلی رکھ کر کہو ”وہ اس جگہ نہیں ہیں“ اسی طرح جسے کھانے کی دعوت ہو اس کا عام طور پر یہ کہنا بھی ہے کہ ”میں نیت کئے ہوا ہوں“ اور اس سے وہ دوسروں کو وہم میں مبتلا کر رہا کہ گویا وہ روزے کی نیت کئے ہوئے ہے، حالانکہ اس کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانا نہ کھانے کی نیت کئے ہوئے ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کہے: ”ابصرت فلانا؟“ کیا تم نے فلاں کو دیکھا ہے؟ تو آپ جواب میں کہیں ”مارا بیتہ“ اس کا دو معنی ہے ایک یہ کہ میں نے اسے نہیں دیکھا، اور دوسرا یہ کہ میں نے اس

کے پھینچ پڑے پر نہیں مارا“

اسی طرح اس کی اور بھی نظیریں ہر زبان میں بے شمار ہیں، اگر ان باتوں میں سے کسی میں تو یہ کرتے ہوئے قسم کھائے تو حائث نہیں ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا طلاق کی یا کسی اور چیز کی، اگر طلاق کی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ مقدمات میں قاضی اس سے قسم نہ لے رہا ہو، اور اگر مقدمات میں قاضی اس سے حلف لے تو قسم میں قاضی کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور طلاق میں قسم کھانے والے کی نیت کا، کیونکہ طلاق کی قسم لینا قاضی کے لئے جائز نہیں، لہذا اس میں اس کی حیثیت عام لوگوں جیسی ہوگی۔

امام غزالی اپنی کتاب الاحیاء (۱۴۰۳) میں فرماتے ہیں: ”حرام جھوٹ جس سے فق لازم آتا ہے، اس میں سے ایک وہ قول ہے جس کی عام طور پر لوگوں کو عادت ہے کہ مبالغہ کے لئے کہتے ہیں ”میں نے سو بار تم سے کہا“، ”میں سو بار تم سے مانگ چکا ہوں“ اس سے تعداد بتانا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ مبالغہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر اس نے ایک بار ہی طلب کیا تھا تو وہ جھوٹا ہے اور اگر اس نے ایک سے زائد کئی بار طلب کیا تو عرف عام میں اگر اس کا اطلاق بہت زیادہ طلب کرنے پر ہوتا اور عام طور پر لوگ اتنا زیادہ طلب نہیں کرتے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، اگرچہ اس کی تعداد دو تکرار سو کو نہ پہنچی ہو۔

پھر اس کے درمیان کئی درجات و مراتب ہیں، جس کے اندر مبالغہ کرنے والا بسا اوقات جھوٹ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں:

مبالغہ کے جواز کی دلیل، اور یہ کہ اس کا شمار جھوٹ میں نہیں ہو سکتا یہ ہے۔

۱۱۲ - صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَلَا

مَا لَئِهٖ (۱)

رہی بات ابو جہم کی تو وہ اپنی چھڑی کندھے سے جدا نہیں کرتا، (یعنی اپنی بیوی کی ہمیشہ پٹائی کرتا رہتا ہے) البتہ معاویہ کے پاس مال نہیں (وہ مسکین ہے)

(باب-۲۳)

بدگوئی کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

”وَمَا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ“

(نصلت : ۳۹)

اور جو کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوک لگانے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اِنَّ الدِّیْنَ اتَّقُوا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَكَّرُوا،

فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ“ (اعراف ۲۰۱)

جن کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر چونک گئے

پھر اسی وقت ان کو سو جھ آ جاتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاَحْسَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ، ذَكَرُوا اللّٰهَ،

فَاسْتَغْفَرُوا لِلذَّنُوْبِ، وَ مَنْ یُّغْفِرُ الذَّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ

(۱) صحیح مسلم ۱۳۸۰، یہ حدیث پہلے نمبر ۹۹۷ پر آچکی ہے

يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَٰئِكَ جِزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ
مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَنِعَمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ۔ (آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد
کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اور کون ہے بخشنے والا سوا
اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں، انہی کی جزاء
ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ
رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں، اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے
والوں کی۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ ، فَلْيَقُلْ : لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَى ، أَقَامِرَكَ :
فَلْيَتَصَدَّقْ“ (۱)

جس نے قسم کھایا اور اپنی قسم میں لات و عزی کا نام لیا تو اسے ”لا الہ
الا اللہ“ کہنا چاہئے، اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا، آجوا کھیلیں تو
اسے صدقہ کرنا چاہئے۔

یاور کھیں کہ جس نے زبان سے ایسی بات ادا کی جس کا ادا کرنا حرام تھا، یا کوئی حرام کام
کیا تو اس پر بخلت تو بہ کرنا واجب ہے، اور توبہ کے تین ارکان ہیں : ایک یہ کہ فوراً اس معصیت
سے دست بردار ہو۔ دوسرا یہ کہ اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہو، اور تیسرا یہ کہ آئندہ نہ کرنے کا پختہ

ادارہ وعزم ہو، اگر اس معصیت کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس کے ساتھ ایک چوتھی شرط بھی ہوگی اور وہ یہ کہ اس کا حق اسے واپس کرے، یا اس سے اپنی برائت حاصل کرے۔ اور اس کا بیان پہلے آچکا ہے۔

اگر وہ کسی گناہ سے توبہ کر رہا ہے تو اسے چاہئے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور اگر وہ کسی مخصوص گناہ سے توبہ پر اکتفا کرتا ہے تو اس کی توبہ درست ہے، اگر اس نے کسی گناہ سے سچی توبہ کر لی پھر دوبارہ وہی گناہ سرزد ہوا تو وہ دوبارہ گنہگار ہوگا اور دوبارہ اس سے توبہ کرنا اس پر واجب ہوگا، اور پہلا توبہ باطل نہیں ہوگا، یہ اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے، ان دونوں مسئلوں میں فرقہ معتزلہ کا اختلاف ہے۔ واللہ اعلم

(باب-۲۳)

بعض ایسے کلمات جس کی کراہت علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے، حالانکہ وہ مکروہ نہیں ہے:

اس بات کو ذکر کرنے کی ضرورت محض اس وجہ سے پڑی کہ لوگ باطل اقوال سے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس پر اعتماد نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ شریعت کے پانچوں احکام یعنی واجب (بمعنی فرض) مستحب، حرام، کراہت و اباحت، صرف دلیل ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، اور شریعت کے دلائل معروف ہیں (یعنی قرآن، حدیث، اجماع، قیاس اور اصحاب)

تو جس کی کوئی دلیل نہ ہو وہ نہ قابل التفات ہے، اور نہ اس کا جواب دینے کی کوئی ضرورت ہے، کیونکہ وہ حجت نہیں، اور نہ ہی اس کے جواب میں اپنے آپ کو مشغول کیا جائے۔ مگر اس کے باوجود بعض علماء رحمہ اللہ نے بطور اتباع و احسان اس کے بطلان پر دلیلیں پیش کی ہیں۔

اس تمہید سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے جو اوپر ذکر کیا کہ کچھ لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے، پھر میں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں، یا یہ کہ وہ قول باطل ہے، تو اس کے بطلان کی دلیل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر میں اس کی دلیل پیش کروں تو یہ میری طرف سے تبرع ہوگا۔

یہ باب میں نے صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے الگ و ممتاز کرنے کے لئے باندھا ہے تاکہ یہ باطل اقوال جن لوگوں کی طرف منسوب ہے ان کی جلالت شان اور بلندی مقام سے لوگ دھوکے میں نہ پڑیں۔ ان الفاظ کی کراہت کے قائلین کا نام میں ذکر نہیں کروں گا، تاکہ ان کی عظمت پہ دھبہ نہ آئے اور ان سے بدظنی پیدا نہ ہو، میرا مقصد انہیں مجروح کرنا یا تنقیص نہیں، مقصد تو صرف اُن باطل اقوال سے لوگوں کو متنبہ کرنا ہے، خواہ اس کی نسبت ان جلیل القدر حضرات کی طرف صحیح ہو یا نہ ہو، اگر صحیح ہے تو اس میں ان کی جلالت شان کی تنقیص و توہین نہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ کی نسبت ان کی طرف صحیح اغراض و مقاصد کے لئے تھیں، مثلاً ان کا قول ذو معنی یا ایسا مفہوم رکھتا ہے جس میں دوسرا احتمال بھی موجود ہے اس لئے ان اقوال میں دوسرے علماء بھی غور کریں۔ ممکن ہے ان کا نظریہ میرے نظریہ سے مختلف ہو، اور اس طرح ان جلیل القدر شخصیات کے اقوال کی تائید اس سے ہو جاتی ہو، واللہ التوفیق۔

انہیں اقوال میں سے ایک وہ قول ہے جسے امام ابو جعفر الخاس نے اپنی کتاب ”شرح اسماء اللہ تعالیٰ سبحانہ“ میں بعض علماء کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ”تصدق اللہ علیک“ اللہ تم پر صدقہ کرے۔ کہنا مکروہ ہے، کیونکہ صدقہ کرنے والا اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے اور یہ اللہ کی ذات میں ممکن نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ: یہ حکم صریح طور پر غلط اور بدترین جہالت ہے اور اس کی دلیل اس سے زیادہ قبیح و باطل ہے۔

۱۱۱۳۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں قصر کرنے کے بارے

میں فرمایا:

صَدَقَ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ (۱)

یہ وہ صدقہ ہے جسے اللہ نے تم پر کیا ہے اس لئے تم اس صدقہ کو قبول کرو۔

(فصل-۵۴) مکروہات سے متعلق باطل اقوال:

اسی میں سے ایک وہ قول ہے جسے نحاس نے مذکورہ شخص ہی سے نقل کیا ہے وہ 'اَللّٰهُمَّ اعْتَقِنِي مِنَ النَّارِ' (اے اللہ تو مجھے نار جہنم سے آزاد کر دے) کہنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ آزاد وہی کرتا ہے جو ثواب کی امید کرتا ہے۔

ان کا یہ دعویٰ اور استدلال پہلے سے بھی زیادہ بدترین غلطی اور احکام شریعت سے ذلت آمیز جہالت ہے۔ اگر میں ان احادیث صحیحہ کو تلاش کر کے جمع کرنے لگوں جو اس بات میں صریح اور دو شک ہیں کہ اللہ اپنے بندوں اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں جہنم سے آزادی دیں گے، تو یہ کتاب اکتا دینے کی حد تک طویل و ضخیم ہو جائیگی، اس میں سے ایک یہ ہے۔

۱۱۱۵ - مَنْ اعْتَقَ رَقَبَةً اعْتَقَ اللَّهُ تَعَالَىٰ بِكُلِّ عَضْوٍ مِنْهَا عَضْوًا مِنَ

النَّارِ (۲)

جس نے کسی غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ایک ایک عضو کے

بدلے آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد

فرمادیں گے۔

۱۱۱۶ - بنی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم ۶۸۶

(۲) بخاری ۶۱۵، مسلم ۱۵۰۹

مَامِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرْفَةَ“ (۱)

یوم عرفہ سے زیادہ اور کسی دن اللہ تعالیٰ بندے کو نار جہنم سے آزاد نہیں کرتے (یعنی سب سے زیادہ آزادی عرفہ کے دن ملتی ہے)

(فصل-۵۵)

اسی باطل اقوال میں سے بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ ”اللہ کے نام پر ایسا کرو“ کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام ہر چیز پر پہلے سے موجود ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: مکروہ قرار دینے والے کا یہ قول غلط ہے۔

۱۱۱۷ - صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”اذبحوا علی اسم اللہ“ اللہ کے نام پر ذبح کرو، یعنی اللہ کا نام لیتے ہوئے۔ (۲)

(فصل-۵۶)

نحاس نے ابو بکر محمد بن یحییٰ سے نقل کیا ہے (ابو بکر بڑے فقیہ ادیب اور مقتدر علماء میں سے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ یہ نہ کہا جائے۔ ”جمع اللہ بیننا فی مستقر رحمته“ اللہ ہم سب کو اپنی رحمت کے مستقر میں یکجا کرے کیونکہ اللہ کی رحمت کسی جگہ مستقر ہونے یا محدود ہو کر ٹھہرنے سے کہیں زیادہ وسیع اور ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بھی نہ کہا جائے ”ارحمنا برحمتك“ ہم پر اپنی رحمت کے ذریعہ رحم فرما۔

(ابام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ان دونوں جملوں کے ممانعت کی کوئی دلیل

(۱) صحیح مسلم ۱۳۳۸

(۲) مسلم ۱۹۶۰

نہیں، کیونکہ مستقر رحمت سے اس کے کہنے والے کی مراد جنت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہمیں اس جنت میں یکجا کرے جو کہ دار قرار اور دار اقامت اور استقرار و برقراری کا مقام ہے، اور اس میں داخل ہونے والے اللہ کی رحمت ہی سے داخل ہونگے، پھر جو اس میں داخل ہوگا اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مستقر ہو جائیگا، اور ہر حادث و کدورت سے محفوظ ہو جائیگا اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سہارے اسے حاصل ہوگا، گویا وہ کہتا ہے کہ اللہ ہمیں ایسے مستقر میں یکجا کرے جسے ہم اللہ کی رحمت ہی سے پاتے اور حاصل کر سکتے ہیں۔

(فصل - ۵۷)

امام نحاس مذکورہ امام ابو بکر ہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ ”اللَّهُمَّ اجِرْنَا مِنَ النَّارِ“ اے اللہ تو ہمیں نار جہنم سے پناہ دے یا ”اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ اے اللہ تو ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت عطا فرما، نہ کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جو مستحق عذاب بن چکا ہے، میں کہتا ہوں: ان کا یہ قول بہت بڑی غلطی اور واضح جہالت و نادانی ہے، اگر لوگوں کے دھوکہ میں پڑنے کا خطرہ یا کتابوں میں اس کا تذکرہ نہ ہوتا تو میں اس غلط و باطل قوی کو نقل کرنے کی جسارت بھی نہیں کرتا، صحیحین میں بے شمار احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں جس میں مومنین کا ملین کے لئے نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۱۱۸ - نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي (۱)

جس نے اسی طرح کہا جس طرح مؤذن کہتا ہے، (یعنی مؤذن کے

کلمات اذان کو دہرائے) تو اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے: سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمارے نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا سوال کرنا، اور اس کی رغبت و تمنا رکھنے کا علم ہمیں نقل متواتر سے حاصل ہے، اس لئے ان لوگوں کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا جو اسے محض اس وجہ سے ناپسند و مکروہ قرار دیتے ہیں کہ یہ گنہگاروں کے لئے ہے۔۔۔ کیونکہ صحیح مسلم وغیرہ کی متعدد احادیث سے ان لوگوں کے لئے شفاعت ثابت ہے جو بغیر کسی حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونگے یا اسی طرح جنت میں بلندی درجات کے لئے بہت سی جماعت کے حق میں بھی یہ ثابت ہے۔۔۔ پھر فرماتے ہیں: ”ہر عاقل اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنے والا غفودرگزر کا محتاج اور اس بات سے خائف ہے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے نہ ہو“۔ اس کی کراہت کے قائل پر لازم ہے کہ وہ رحمت و مغفرت کی بھی دعا نہ کرے کیونکہ یہ بھی گنہگاروں کے لئے ہے، اور یہ ساری باتیں سلف صالحین سے ماثور و منقول دعاؤں کے برخلاف ہے۔

(فصل-۵۸)

اسی میں سے ایک وہ قول ہے جسے امام بخاری نے مذکورہ شخص ہی سے نقل کیا ہے کہ ”تَوَكَّلْتُ عَلَىٰ رَبِّي الرَّبِّ الْكَرِيمِ“ میں نے اپنے رب ربِّ کریم پر بھروسہ کیا، نہ کہا جائے بلکہ اس طرح کہا جائے ”تَوَكَّلْتُ عَلَىٰ رَبِّي الْكَرِيمِ“ میں نے اپنے رب کریم پر بھروسہ کیا، میں کہتا ہوں کہ ان کے اس قول کی کوئی اصل نہیں، یہ بے بنیاد بات ہے۔

(فصل-۵۹)

اسی میں سے ایک وہ قول ہے جو علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے، کہ طواف کعبہ کو ”شوط“ یا ”دور“ (چکر لگانا) نہ کہا جائے، ان لوگوں کا خیال ہے کہ ایک طواف کو ”طوفۃ“ اور دو کو ”طوفان“ اور تین کو ”ثلاث طوفات“ سبع طوفات کہا جائے۔

میں کہتا ہوں: اُن کے اس قول کی اصلیت کا ہمیں علم نہیں ہو سکا کہ آخر اس طرح کیوں کہا جائے؟ شاید ان حضرات نے شوط یا دور (چکر لگانا، پھیری لگانا) کے لفظ کو اس لئے ناپسند و مکروہ قرار دیا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے الفاظ ہیں، مگر صحیح اور رائج قول یہ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔

۱۱۱۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

أَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ ، وَلَمْ يَمْنَعَهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا إِبْقَاءَ عَلَيْهِمْ .

رسول اللہ ﷺ نے انہیں تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا، اور تمام چکروں میں لوگوں کو رمل کرنے کا حکم دینے سے اس کے علاوہ اور کوئی مانع نہیں تھا کہ ان پر نرمی و مہربانی کی جائے۔

(فصل - ۶۰)

انہی اقوال میں سے یہ ہیں: رمضان کا روزہ رکھا، رمضان آیا یا اس کے مشابہ دیگر الفاظ، جبکہ اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہو — — — — — متقدمین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ صرف رمضان کہنا، ماہ کی طرف اضافت کے بغیر مکروہ ہے، اور یہ قول حسن بصری و مجاہد کی طرف منسوب ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں، اس قول کی نسبت ان کی طرف ضعیف ہے۔

علماء شوافع کا مذہب ہے کہ، رمضان آگیا، رمضان داخل ہو گیا، رمضان آ پہنچا، یا اس طرح کے جملے کہنا، اگر اس جگہ مہینہ پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو تو مکروہ ہے، اور اگر اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو ”ماہ“ پر دلالت کرتا ہو تو مکروہ نہیں، مثلاً کہا جائے، ”میں نے

رمضان کا روزہ رکھا، ”میں نے رمضان میں قیام لیل کیا“، ”رمضان کا روزہ واجب ہے“، ”مبارک مہینہ رمضان آگیا“ وغیرہ۔

ہمارے علماء شوافع کا یہی قول ہے، اسے ہمارے دو امام قاضی القضاۃ امام ماوردی نے اپنی کتاب ’الجاوی‘ میں اور ابو نصر الصباغ نے اپنی کتاب ”الشامل“ میں علماء شوافع سے نقل کیا ہے، دیگر علماء نے بھی نام لئے بغیر مطلق اسے ذکر کیا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

۱۱۳۔ سنن بیہقی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ ، فَإِنَّ رَمَضَانَ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى

وَلَكِنْ قُولُوا : شَهْرُ رَمَضَانَ “ (۱)

رمضان مت کہو، کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، البتہ ماہ رمضان کہو۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے، اور اس کا ضعف ظاہر و واضح ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو معشر ہیں جسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء سے متعلق بی شمار تصانیف کے باوجود کسی نے بھی ”رمضان“ کو اللہ کے ناموں میں سے شمار نہیں کیا۔

اور صحیح وصائب قول: واللہ اعلم۔ وہ ہے جسے امام بخاری اور بہت سے محققین علماء نے ذکر کیا ہے کہ اسے جس طرح بھی مطلقاً استعمال کیا جائے، اس میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ کراہت ورود شرع ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، اور اس کی کراہت کے بارے میں کچھ ثابت نہیں، بلکہ اس کے برعکس احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے، اور یہ حدیثیں صحیحین کی ہیں اور بے شمار

ہیں۔ اگر مجھ سے جمع کرنے کی فرصت ملے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دوسو سے متجاوز ہو جائیں گی، مگر مقصود اس وقت ایک ہی سے حاصل ہو جائیگا اور یہی اس کے جواز کے لئے کافی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَتُحْتِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ
فَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں ”إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ“ کے بجائے ”إِذَا دَخَلَ

رَمَضَانُ“ ہے۔ (۱)

اور مسلم کی روایت میں ”إِذَا كَانَ رَمَضَانُ“ ہے۔ (۲) مسلم ۱۰۷۹

۱۱۲۲ - بخاری کے متعلق روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”لَا تَقْدَمُوا

رَمَضَانَ“ رمضان سے پہلے (روزے) مت رکھو۔ (۳)

۱۱۲۳ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”بَنَى الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ وَمِنْهَا صَوْمُ رَمَضَانَ“ (۴)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور ان میں سے ایک رمضان کا روزہ

ہے۔

(۱) صحیح بخاری ۱۸۹۸

(۲) مسلم ۱۰۷۹

(۳) بخاری ۳-۱۱۳

(۴) بخاری ۸ مسلم ۱۶

(فصل)

انہی الفاظ میں سے مقتدین کا یہ کہنا ہے کہ 'سورۃ بقرہ' 'سورۃ دخان' 'سورۃ عنکبوت' 'سورۃ روم' 'سورۃ احزاب' یعنی گائے کی سورت، دھویں کی سورت، مکڑی کی سورت، روم کی سورت، گروہ کی سورت وغیرہ کہنا مکروہ ہے یہ لوگ فرماتے ہیں کہ اسے یوں کہا جائے بقرہ والی سورت، یعنی وہ سورت جس میں گائے کا تذکرہ ہے، دخان والی سورت، یعنی وہ سورت جس میں دھواں کا ذکر ہے؟ عنکبوت والی سورت یعنی وہ جس میں مکڑی کا ذکر ہے، نساہ والی سورت یعنی وہ سورت جس میں عورتوں کا ذکر ہے۔

میں کہتا ہوں، ان کا یہ قول غلط اور سنت مطہرہ کے خلاف ہے کیونکہ بے شمار احادیث میں اس طرح استعمال کرنا ثابت ہے۔

۱۱۲۴- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”الایمان من سورۃ البقرۃ من قرأهما فی لیلة کفّتاہ“ (۱)

سورۃ بقرہ کی دو آیتیں (آخر کی) جس نے اسے رات میں پڑھ لیا وہ اس کے لئے کفایت کریں گی۔

اس جیسی اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

(فصل-۶۱)

انہی اقوال میں سے حضرت مطرف رحمۃ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ ”ان اللہ تعالیٰ یقول“ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہنا مکروہ ہے بلکہ اسے یوں کہا جائے ”ان اللہ تعالیٰ قال“ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) گویا وہ مضارع کا صیغہ ”یقول“ کے استعمال کو ناجائز و مکروہ قرار دے رہے

ہیں، کیونکہ اللہ کا کلام قدیم و ازیلی ہے، میں کہتا ہوں: ان کی یہ بات ناقابل قبول ہے کیونکہ بے شمار صحیح احادیث میں مختلف طریقوں سے اس کا استعمال نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، میں نے مسلم کی شرح اور کتاب ”آداب القراء“ میں اس پر متنبہ کیا ہے، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَاللّٰهُ يَفْعَلُ الْحَقَّ“ (الاحزاب: ۴۰) اور اللہ ٹھیک بات کہتا ہے۔

۱۱۲۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”يَقُولُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْثَالِهِ ، (انعام: ۱۶۰) (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے۔

۱۱۲۶ - صحیح بخاری میں ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا“ کی تفسیر میں مروی ہے کہ ابو طلحہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّوْنَ

(آل عمران: ۹۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب

تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔ (۲)

کتاب جامع الدعوات :

جامع ومتفرق دعاؤں کا بیان

اس حصہ کو علاحدہ مستقل ذکر کرنے کا مقصد ان مستحب اور اہم دعاؤں کو ذکر کرنا ہے جو کسی

خاص وقت، خاص سبب یا مخصوص حالات سے مربوط نہیں، یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ باب حد درجہ وسیع ہے جس کا حصہ یا اس کے کسی بھی حصہ کا احاطہ ممکن نہیں، البتہ ہم اس کے چشمہ فیض کے کچھ اہم

حصول کی طرف اشارہ کریں گے۔

اس میں سب سے مقدم وہ دعائیں ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، جس کی اطلاع خود اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیم اور اخیر و صالحین کی طرف منسوب کرتے ہوئے دی ہے، اور یہ بھی بے شمار ہیں، انہیں میں سے کچھ وہ ہیں جس کے بارے میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے کہایا کیا، یا دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی، اس قسم کی دعائیں بھی بہت ہیں، اس کا کچھ حصہ سابقہ ابواب میں گذر چکا ہے، ہم اس جگہ اس کے صحیح وثابت اجزاء کو ذکر کر رہے ہیں، جو ماسبق کے ساتھ ساتھ قرآنی دعاؤں پر مشتمل ہے، وباللہ التوفیق۔

۱۱۲۷ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ“ دعا ہی عبادت ہے۔ (۱)

(۱) ابوداؤد: ۱۴۷۹، ترمذی، ۲۹۶۹، ۳۲۴۷، تحفہ، ۱۱۶۴۳، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ

۳۸۲۸، وقال الترمذی حسن صحیح

۱۱۲۸ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ

مِنَ الدُّعَاءِ وَيَذَعُ مَاسِوِيْ ذَلِكَ“ (۱)

رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے اور اس کے ماسوا کو ترک

کر دیتے تھے۔

۱۱۲۹ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَيَّ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ الدُّعَاءِ“ (۲)

(۲) ترمذی، ۳۳۷۰، ابن ماجہ، ۳۸۲۹، امام بخاری نے اسے غریب اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ (۳۹۰)

(۱) ابوداؤد ۱۴۸۵

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ اور کسی چیز کی وقعت نہیں۔

۱۱۳۰ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سُرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ
فَلْيَكْثِرِ الدَّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ. (۱)

جس شخص کو پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا مصیبتوں اور سختیوں کے وقت قبول فرمائیں تو اسے چاہئے کہ فراخی میں بکثرت دعا مانگا کرے۔

۱۱۳۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كَانَ اَكْثَرُ دَعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا فِي
الدِّينَا حَسَنَةٌ وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (۲)

نبی کریم ﷺ کی زیادہ تر دعا یہ ہوتی تھی، ”اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی اچھی نعمتیں عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھی نعمتیں عطا فرما اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت انسؓ جب کوئی دعا کرتے تو اس

کی ابتداء اسی سے کرتے، اور اپنی دعاؤں میں اسے ضرور شامل کرتے۔

۱۱۳۲ - صحیح مسلم میں حضرت انس ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتَّقٰی وَالعَفَافَ

(۱) ترمذی ۳۲۸۲، بخاری نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، حاکم ۵۴۳۲

(۲) بخاری ۶۳۸۹، مسلم ۲۶۹۰

وَالْغَنَاءُ“ (۱)

اے اللہ ہم آپ سے ہدایت پر ہیزگاری، پاکدامنی، اور بے نیازی مانگتے ہیں۔

۱۱۳۳ - صحیح مسلم میں صحابی رسول اللہ ﷺ طارق بن اشیم اشجعیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ جب کوئی اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ اُسے نماز سکھاتے، اور ان کلمات کے ذریعہ دعا کرنے کا حکم دیتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ“ (۲)

اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے سیدھی راہ دکھا مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی دے۔

مسلم کی ایک دوسری روایت حضرت طارق ہی سے ہی مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا، جبکہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، میں جب اپنے رب سے سوال کروں تو کس طرح کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہو:

(اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ فَاِنَّ ذٰلِكَ
تَجْمَعُ لَكَ دِيْنَاكَ وَاٰخِرَتَكَ)

”اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت بخش، اور مجھے روزی دے“ اس لئے کہ یہ کلمات تیری دنیا و آخرت کی بھلائی کو تیرے لئے یکجا کر دے گی۔

۱۱۳۴ - اسی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ يَامُصْرِفِ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ “ (۱)
اے اللہ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر
ماں کر دے۔

۱۱۳۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تَعُوْذُ وَاِیْسَالُہٗ مِنْ جَہْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ

الْقَضَاءِ وَشِمَاتِیْ الْاَعْدَاءِ “ (۲)

اللہ کی پناہ طلب کرو ہر بلا و مصیبت کی سختی، ہر بد بختی کے گھیر لینے، ہری
تقدیر (بد نصیبی) اور اپنی مصیبت پر دشمنوں کے خوش ہونے سے۔

نوٹ : دُعا کرتے ہوئے یوں کہا جائے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَہْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ

وَشِمَاتِیْ الْاَعْدَاءِ “

حضرت سفیان کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں : کہ حدیث میں تین باتوں کا ذکر
ہے، اور چوتھی کا اضافہ میری طرف سے ہے، اور مجھے پتہ نہیں کہ وہ چوتھی بات کونسی ہے، (یعنی مجھے
یاد نہیں کہ حدیث کے تین الفاظ کون سے اور میرا اضافہ کردہ کونسا لفظ ہے، وہ آپس میں مختلف ہو گئے
ہیں) انہی کی ایک روایت ہے کہ مجھے شک ہے کہ میں نے اس کے اندر ایک کا اضافہ کیا ہے۔

۱۱۳۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا
کرتے تھے:

(۱) مسلم ۳۶۵

(۲) بخاری ۶۶۱۶، مسلم ۷۰۷

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ
وَالْبَخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ
الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ “ (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، عاجزی، کاہلی، بزدلی، حد سے زیادہ
بڑھاپے اور بخل سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری
پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

”وَضَلَعِ الدِّیْنِ وَغَلْبَةِ الرَّجَالِ“ قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ و دباؤ سے۔
۱۱۳۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل
کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، آپ مجھے ایسی دعا بتادیں جسے میں اپنی
نماز میں کہا کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا
اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَاَرْحَمِنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ “ (۲)

اے اللہ میں نے اپنی جان پہ بہت زیادہ ظلم (یعنی گناہ) کئے ہیں، اور
ترے سوا کوئی دوسرا گناہوں کو نہیں بخش سکتا، تو اپنی خاص مغفرت کے
ذریعہ میرے سارے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی
بہت مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(۱) بخاری ۶۳۶۷، مسلم ۶۰۶

(۲) بخاری ۸۳۳، مسلم ۶۷۰۵

میں کہتا ہوں ”کثیراً“ اور ”کبیراً“ دونوں طرح سے وارد ہوا ہے، اس کی تفصیل نماز کے اذکار میں گذر چکی ہے اس لئے مناسب ہے کہ دعا کرنے والا دونوں کو ملا کر ”ظلماً کبیراً کثیراً“ کہے، یہ دعا اگر چہ نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے، مگر یہ اپنی نفاست و حسن اور جامعیت کے پیش نظر کسی بھی وقت یا مقام کے لئے موزوں ہے اور یہ اس لئے بھی کہ ایک روایت میں ”وفی بیعتی“ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ”میں اپنی نماز اور اپنے گھر میں“ اسے کہا کروں۔

۱۱۳۸- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ بنی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَأَسْرَافِي فِي أَمْرِي
وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَذَلِي
وَحَطْبِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي
مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَنْتَ
أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱)

اے اللہ تو معاف فرما دے میری خطاؤں کو، مری نادانیاں کو اور میرے اپنے کام میں بے اعتدالیوں کو اور ان تمام باتوں کو جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، اے اللہ تو معاف فرما دے میرے سچ بچ کئے ہوئے اور ہنسی دل لگی میں کئے ہوئے بلا قصد و ارادہ کئے ہوئے اور بالقصد اور جان بوجھ کر کئے ہوئے تمام گناہوں کو، اور سب کچھ مجھ سے سرزد ہوئے اور اے اللہ تو معاف فرما دے میرے اگلے کئے ہوئے اور پچھلے

کئے ہوئے، چھپا کر کئے ہوئے، اور علانیہ کئے ہوئے تمام گناہوں کو، اور ان گناہوں کو بھی جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی (اپنی توفیق رحمت میں) آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے، اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۱۳۹ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، اب تک میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے اور جو نہیں کیا اس کے شر سے۔

۱۱۴۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَفَجْأَةِ نَقْمَتِكَ وَجَمِیْعِ سُخْطِكَ (۲)

اے اللہ بیشک میں تیری پناہ لیتا ہوں تیری عطا کردہ نعمتوں کے زوال، تیری عطا کردہ صحت و عافیت کی تبدیلی، تیری ناگہانی پکڑ اور تیری تمام تر ناراضگیوں سے۔

(۱) مسلم ۱۲۱۶

(۲) مسلم ۱۲۳۹

۱۱۴۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا؟ میں ٹھیک ٹھیک اسی طرح کہہ رہا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبَخْلِ
وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَكَّاهَا اَنْتَ
خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ
وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ لَهَا“ (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، بے بسی، کاہلی، بزدلی، کنجوسی، برے
بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے، اے اللہ تو میرے نفس کو پرہیزگاری
عطا فرما اور اسے پاک و صاف کر دے، تو ہی اس کو بہتر طور پر پاک
و صاف کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک و آقا ہے، اے اللہ میں تیری
پناہ لیتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور بار آور نہ ہو، اور اس دل سے
جو تجھ سے نہ ڈرتا ہو، اور اس حریص نفس سے جو سیر نہ ہو، اور اس دعا
سے جو قبول نہ کی جائے۔

۱۱۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو:
”اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ وَ سَدِّدِنِیْ“ اے اللہ تو مجھے ہدایت دے اور مجھے اس پر ثابت قدم

رکھ،

ایک دوسری روایت میں ہے :

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَالسَّدَادَ“ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور دینی

امور میں کفایت مانگتا ہوں۔ (۱)

۱۱۴۳ - صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی بدوا) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جسے میں بطور دعا کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَثِيرًا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں بہت بہت تعریفیں اور تمام جہانوں کا پروردگار، اللہ ہر برائی سے پاک ہے کوئی طاقت اور کوئی قوت غلبہ والے اور حکمت والے اللہ کے بغیر میسر نہیں۔

اس شخص نے عرض کیا، یہ تو میرے رب کے لئے ہوا، پھر میرے لئے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہو:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي (۲)
اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق حلال عطا فرما، اور مجھے عافیت بخش۔

(۱) مسلم ۲۷۵

(۲) مسلم ۲۶۹۶

(لفظ ”عافنی“ مجھے عافیت بخش) کے اندر راوی کو شک ہے۔)

۱۱۴۴ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ ، وَاصْلِحْ لِيْ
دُنْيَايَ الَّتِي فِيْهَا مَعَاشِيْ ، وَاصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِي فِيْهَا
مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ
رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ (۱)

اے اللہ تو میرے دین کو درست فرما دے جو میرے ہر امور کی حفاظت
کا ذریعہ ہے، اور میری دنیا کو درست فرما دے جس میں مجھے زندگی بسر
کرنا ہے، اور میری آخرت کو سنوار دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور
میری زندگی کو ہر اچھے کام میں زیادتی کا ذریعہ بنا دے، اور موت کو
میرے لئے ہر شر سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔

۱۱۴۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ،
وَإِلَيْكَ اَنْبَتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ
بِعِزَّتِكَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تَصَلِّيَ عَلَيَّ ، اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ
لَا يَمُوْتُ ، وَالْجَنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ (۲)

(۱) مسلم ۲۷۲۰

(۲) بخاری ۷۳۸۳، مسلم ۲۷۱۷

اے اللہ میں اپنے آپ کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں، تجھ ہی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، تیرے ہی طرف توبہ کے ذریعہ رجوع ہوتا ہوں، تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کی پناہ لیتا ہوں کہ تو مجھے بے راہ کر کے بھٹکا دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایسی زندگی کے ساتھ باحیات ہے جسے کبھی موت نہیں آ سکتی جبکہ جن والنس سب کے سب مرنے والے ہیں۔

۱۱۴۶ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ و معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو یکتا و بے نیاز ہے، جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کا کوئی ہمسر (جوڑ) ہے۔

تو آپ ﷺ نے اس سے کہا :

لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰی وَ اِذَا دُعِیَ بِهِ اَجَابَ .

تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ایسے نام کے ذریعہ سوال کیا ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا تو ضرور عطا کرتا، اور جب دعا کی جاتی

تو اللہ اسے قبول کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے :

”لَقَدْ سَأَلْتُ تَعَالَى بِالْأَسْمِ الْأَعْظَمِ“ تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے

وسیلہ سے سوال کیا ہے۔ (۳)

(۳) ابوداؤد ۱۴۹۳، ترمذی ۳۴۷۵، تحفہ، ۱۹۹۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ، ۲۸۵۷،

وقال الترمذی: حسن

۱۱۴۷ - سنن ابی داؤد و نسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھا رہا تھا، نماز کے بعد اس نے دعا کرتے ہوئے کہا :

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

الْمَنَّانُ، بِدِنْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ،

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

اے اللہ، میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ ساری تعریفیں تیرے

ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بڑا احسان کرنے والا، آسمان

و زمین کو بغیر مثال کے پیدا کرنے والا ہے عظمت و شرف والے، اے

ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو قائم رکھنے والے اور سنبھالنے

والے۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ تَعَالٰی بِاسْمِهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ

اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی (۱)

بلاشبہ اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے سہارے دعا کیا ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے تو اللہ اسے قبول فرماتا اور جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے تو اللہ عطا کرتا ہے۔

۱۱۳۸ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں سند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ذریعہ دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ
الْغِنٰی وَالْفَقْرِ . (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں نارِ جہنم کے فتنہ اور نارِ جہنم کے عذاب سے اور تو مگر می و تنگدستی کے شر سے۔

۱۱۳۹ - ترمذی میں زیاد بن علاقہ، اپنے چچا قطیبہ بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنْ مُّسْکِرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ
وَالْاَهْوَاءِ (۲)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، شرے اخلاق، شرے اعمال اور بری خواہشات سے۔

۱۱۵۰ - سنن ابی داؤد، ترمذی و نسائی میں شکل بن حمیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، آپ مجھے کوئی دعا بتادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

(۱) ابوداؤد ۸۸، ترمذی ۳۳۹۵، نسائی ۵۵۱۹، وابن ماجہ ۲۸۳۸، یہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں، قال الترمذی: ہذا حدیث حسن صحیح

(۲) سنن ترمذی ۳۵۹۱، وقال الترمذی، حدیث حسن

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي ،
وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي وَمِنْ شَرِّ مَنِي“ (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، اپنے کانوں کے شر سے اپنی آنکھوں
کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی
(جنسی خواہشات) کے شر سے۔

۱۱۵۱ - ابو داؤد و نسائی میں صحیحین کی سند سے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کہا
کرتے تھے :

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجَذَامِ وَسَيِّئِ
الْأَسْقَامِ“ (۲)

اے اللہ تو مجھے اپنی پناہ دے برص یعنی سفید داغ کی بیماری سے، دیوانگی
سے، جذام (کوڑھ) سے اور تمام بڑی و موذی بیماریوں سے۔

۱۱۵۲ - سنن ابی داؤد و نسائی میں صحابی رسول حضرت ابولیسرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
اس طرح دعا کیا کرتے تھے :

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْقَرْدَى ،
وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْخَرَقِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ
يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ فِي
سَبِيلِكَ مُدْبِرًا وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ لِدَيْعًا“

(۱) ابو داؤد و نسائی ۱۵۵، ترمذی ۳۹۲، نسائی ۵۳۵۵، وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) ابو داؤد و نسائی ۵۵۴۳، نسائی ۵۳۹۳

اے اللہ میں بے شک تیری پناہ لیتا ہوں، دب کر مرنے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں گر کر مرنے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں ڈوب کر مرنے، جل کر مرنے اور حد سے زیادہ بڑھاپے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں کہ شیطان موت کے وقت مجھے اچک لے، (میرے ہوش و حواس ضبط کر دے) اور میں تیری پناہ لیتا ہوں تیری راہ میں (جنگ کے اندر) پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مرنے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں کہ زہریلے جانور کے ڈسنے سے مروں۔

یہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں، اور انہی کی ایک روایت میں ”والغم“ کا اضافہ بھی ہے (یعنی الہرم کے بعد و الغم بھی ہے) (۱)
 ۱۱۵۳ - سنن ابی داؤد و نسائی میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ یُبْسُ الصَّجِیْعَ
 وَاَعُوْذُبُکَ مِنَ الْخِیَاۃِ، فَاِنَّہَا یُبْسُ الْبَطَانَةَ“ (۲)
 اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں بھوک (پیس) سے اس لئے کہ یہ بہت میرا ساتھی ہے، اور اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں خیانت سے کیونکہ یہ چھپا ہوا بدترین ساتھی اور مشیر ہے۔

۱۱۵۴ - سنن ترمذی میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ایک مکاتب غلام نے ان کے پاس آکر عرض کیا میں آزادی کی قیمت ادا کرنے سے قاصر اور بے بس ہو رہا ہوں، آپ میری مدد فرمائیں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

(۲) سنن ابی داؤد، ۱۵۴، نسائی، ۵۴۶۸

(۱) ابوداؤد، ۱۵۵۲، نسائی، ۵۵۳۱

میں وہ کلمات تھے بتا دے رہا ہوں جسے نبی کریم ﷺ نے مجھے سکھایا ہے اگر تمہارے اوپر جبل صبر (یا جبل ثبیر) کے مانند بھی قرض ہو تو اللہ تیری طرف سے ادا فرمادیں گے، کہو:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ

عَمَّنْ سِوَاكَ (۱)

اے اللہ تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا اور اپنے فضل کے ذریعہ مجھے تو اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔

۱۱۵۵ - سنن ترمذی میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے والد حصین کو دعاء کے لئے دو کلمات سکھائے یعنی:

اَللّٰهُمَّ اَلْهَمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِزَّنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ (۲)

اے اللہ تو مجھے اچھے کام کی توفیق دے اور نفس کے شر سے تو اپنی پناہ دے۔

۱۱۵۶ - سنن ابی داؤد و نسائی میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ

الْاَخْلَاقِ (۳)

اے اللہ تو مجھے پناہ دے آپس کے جھگڑے، فساد، منافقت اور بُرے

اخلاق سے۔

(۱) ترمذی ۳۵۶۳، وقال الترمذی حدیث حسن، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر ۳۸۳، پہ آچکا ہے)

(۲) سنن ترمذی ۳۴۸۳، وقال الترمذی حدیث حسن

(۳) ابوداؤد: ۱۵۳۶، نسائی: ۵۳۷۱

۱۱۵۷ - سنن ترمذی میں حضرت شہر بن حوشب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے عرض کیا اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ جب آپ کے پاس ہوتے تو آپ ﷺ کی زیادہ تر دعا کیا ہوا کرتی تھیں، تو ام المؤمنین نے فرمایا آپ کی زیادہ تر دعائیں ہوتیں:

”يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ“ (۱)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

۱۱۵۸ - سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ جَسَدِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ ، وَاجْعَلْهُ
الْوَارِثَ مِنِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ
رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ (۲)

اے اللہ تو مجھے عافیت بخش میرے جسم میں اور عافیت بخش میری نگاہ
میں، اور اس عافیت کو میرا وارث بنا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو حلیم و
کریم ہے، اللہ کی ذات پاک ہے، جو عرش عظیم کا رب ہے اور ساری
تخلیفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنا رہا ہے۔

۱۱۵۹ - سنن ترمذی میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ”حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یَّحُبُّكَ ، وَالْعَمَلَ
الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ

(۱) سنن ترمذی ۳۵۲۲، وقال الترمذی حدیث حسن: اس کا ذکر پہلے نمبر: ۲۵۷۷ پر آچکا ہے۔

(۲) سنن ترمذی ۳۳۸۰، وقال الترمذی: حدیث حسن غریب

نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ“ (۱)

اے اللہ بیشک میں سوال کرتا ہوں، تجھ سے تیری محبت کا اور اسکی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ایسے عمل کا جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے، اے اللہ تو اپنی محبت میرے اندر میری جان، اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

۱۱۶۰ - سنن ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

دَعْوَةُ ذِي النُّونِ اِذْ دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْخُوتِ : لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ، فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ . (۲)
ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا جبکہ انہوں نے اپنے رب سے اس وقت دعا کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ تھی، اس کے ذریعہ جب بھی کوئی مسلمان کسی چیز کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرماتے ہیں۔

۱۱۶۱ - ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول کوئی دعا افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) ترمذی ۱۱۵۹، وقال الترمذی: حديث حسن
(۲) سنن ترمذی ۳۵۰۵، وقال الحاكم، حديث صحيح الاسناد، والمسند رک ۵۰۵

سَلِّ رَبُّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

اپنے رب سے دنیا و آخرت میں عافیت اور معافی کا سوال کرو۔

پھر وہ دوسرے دن آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول کوئی دُعا افضل ہے تو آپ ﷺ

نے اسی طرح بتایا، وہ پھر تیسرے دن آیا اور اسی طرح سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِذَا أُعْطِيَتِ الْعَافِيَةُ فِي الدُّنْيَا وَأُعْطِيَتْهَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ“

اگر تمہیں دنیا میں عافیت اور آخرت میں معافی دیدی گئی تو تو کامیاب

رہا۔ (۱)

۱۱۶۲ - سنن ترمذی میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں

نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی چیز بتائیں جسے میں اللہ سے مانگوں، تو آپ ﷺ

نے فرمایا: ”سَلُّوا اللَّهَ تَعَالَى الْعَافِيَةَ“ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں۔

میں چند دنوں رکا رہا پھر خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی

چیز ایسی چیز بتائیں جسے میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں، تو آپ نے فرمایا:

يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُولَ اللَّهِ ، سَلُّوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآ

خِرَةِ“

اے عباس اے رسول خدا کے چچا! آپ اللہ سے دنیا و آخرت کی

عافیت مانگیں۔ (۲)

(۱) سنن ترمذی ۳۵۱۲، ابن ماجہ ۳۸۳۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی ۳۵۱۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

۱۱۶۳ - ترمذی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں کیں، جسے ہم یاد نہیں کر سکے، ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے بہت سی دعائیں کیں، اس میں سے ہم کچھ بھی محفوظ نہیں کر سکے، تو آپ نے فرمایا: ”أَلَا أَدْلِكُكُمْ مَا يَجْمَعُ ذَلِكَ كُلُّهُ“ کیا میں تمہیں وہ نہ بتا دوں جو ان سبھوں کو حاوی ہو؟ تم کہو :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْتُكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ
صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ
نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ ،
وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ “ (۱)

اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ خیر و خوبی مانگتا ہوں، جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگا ہے، اور ہر اس شر سے ہم پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگا ہے، تو ہی مددگار ہے، اور تیرے ہی ذمہ ہو نجانا ہے (منزل مقصود تک) اور کوئی طاقت قوت اللہ کے سوا میسر نہیں۔

۱۱۶۴ - ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اَلِطُّوْا بِنَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ یا ذوالجلال والاکرام کو مضبوطی سے تھام لو، اور نسائی میں صحابی رسول حضرت ربیعہ بن عامرؓ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ (۲)

۱۱۶۵ - سنن ابی داؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے ہوئے کہتے تھے :

(۱) سنن ترمذی ۳۵۲۱، وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) دیکھیں: ترمذی ۳۵۲۵، تھقہ ۳۶۰۶، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، قال الحاكم: صحیح الاسناد المسند رک ۳۹۸۱۔

رَبِّ اَعْنِي وَلَا تُعِنِّ عَلَيَّ وَانصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ،
وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاِهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ اِلَيَّ،
وَانصُرْنِي عَلَيَّ مِنْ بَغْيِ عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا،
لَكَ ذَاكِرًا لَكَ رَاہِبًا لَكَ مَطْوَعًا اِلَيْكَ مُخْبِتًا اَوْ مُنِيبًا
تَقْبِلُ تَوْبَتِي وَاغْسِلْ حَوْبَتِي وَاجِبْ دَعْوَتِي وَبُتِّ حُجَّتِي
وَاهْدِ قَلْبِي وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْأَلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي“ (۱)

اے میرے پروردگار تو میری مدد کر اور میرے خلاف کسی اور کی مدد نہ کر،
اور مجھے کامیابی عطا فرما میرے اوپر کسی کو کامیاب نہ فرما، اور میرے حق
میں تدبیر فرما، اور میرے اوپر کسی کی تدبیر کارگر نہ فرما، مجھے ہدایت دے
اور اسے میرے لئے آسان فرما، اور جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے
مقابلہ میری مدد فرما، اے میرے پروردگار تو مجھے شکر کرنے والا ذکر
کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا اور اپنا فرمانبردار بنا، اور تجھ ہی سے
عاجزی کرنے والا بنا، یا یہ کہا کہ رجوع کرنے والا بنا، اے اللہ تو میری
توبہ قبول فرما، میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا قبول فرما، اور
میری نجات کی دلیل پر مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے دل کو ہدایت پر
قائم رکھ اور میری زبان کو درست رکھ اور میرے سینے کے کھوٹ اور کینہ
کپٹ کو نکال پھینک۔

۱۱۶۶- ایک دوسری حدیث میں ہے:

(۱) ابوداؤد ۱۵۱، ترمذی، ۳۵۵۱، ابن ماجہ ۳۸۳، وقال الترمذی: حسن صحیح، ترمذی کی روایت میں ”اَوْ اٰهَابِغًا“ ہے۔

مَنْ سَلَ سَخِيْمَتَهٗ فِى طَرِيقِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَلْبِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ “ (۱)
جس نے اپنی گندگی (پیشاب پاخانہ) مسلمانوں کے راستہ میں ڈالا تو
اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

ثبوت: مذکورہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث مسلم (۲۶۹) میں
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو اس کے لئے شاہد ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ
نے فرمایا:

اَتَّقُوا اللَّعَانِيْنَ ، قَالُوا وَمَا اللَّعَانَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :

الَّذِى يَتَخَلَّى فِى طَرِيقِ النَّاسِ اَوْ فِى ظِلِّهِمْ “

دو لعنت والوں سے بچو، لوگوں نے عرض کیا وہ دو لعنت والے کون ہیں؟

اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا : جو لوگوں کے راستوں

اور سایہ حاصل کرنے کی جگہوں میں پیشاب و پاخانہ کرے۔

الغرض اس شاہد کی وجہ سے اوپر مذکور حدیث کا ضعیف منجبر ہو جاتا ہے اور اس کا مقام
حسن درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

پہلی روایت میں سَخِيْمَةُ الْقَلْبِ سے مراد حسد اور کینہ کی پٹ ہے اور دوسری روایت

میں اس سے مراد پیشاب پاخانہ اور اس جیسی گندگی ہے۔

۱۱۶۷ - مسند امام احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہو :

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهٖ وَاَجَلِهٖ مَا عَلِمْتُ

مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهٖ وَاَجَلِهٖ ،

(۱) دیکھیں: المستدرک الحاکم ۱/۸۶، مجمع البحرین، اللہبی، ۲۰۲/۱، یہ حدیث ضعیف ہے

وَمَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ
إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا
مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا سَأَلْتُكَ بِهِ عَبْدُكَ
وَرَسُولُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَسْأَلُكَ مَا قَضَيْتَ لِي مِنْ أَمْرٍ أَنْ تَجْعَلَ
عَاقِبَتَهُ رَشَدًا“ (۱)

اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی خیر جلد آنے والی بھی اور دیر میں آنے والی
بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو میں نہیں جانتا وہ بھی طلب کرتا
ہوں، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر قسم کے شر سے جو جلد آنے والا ہو
اس سے بھی اور جو دیر سے آنے والا ہو اس سے بھی، اور جو میں جانتا
ہوں اس سے بھی اور جو میں نہیں جانتا اس سے بھی، اور میں تجھ سے
سوال کرتا ہوں جنت کا اور ہر اس قول یا عمل کا جو مجھے جنت سے قریب
تر کر دے، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول یا عمل سے
جو مجھے جہنم سے قریب تر کر دے اور میں تجھ سے وہ تمام بھلائیوں اور
خوبیوں مانگتا ہوں جو تجھ سے تیری بندے اور رسول محمد ﷺ نے مانگا ہے،
اور میں تیری ہر اس شر سے تیری پناہ لیتا ہوں جس سے تیرے بندے اور
رسول محمد ﷺ نے پناہ لی ہے، اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جس امر کا
تو میرے حق میں فیصلہ کرے اس کا انجام میرے لئے اچھا کر دے۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ۶/۳۷۲ سنن ابن ماجہ ۳۸۳۶ وقال الحاكم: حدیث صحیح الا سناد، المستدرک (۵۲۶)

۱۱۶۸ - مستدرک حاکم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَلِكُ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ
وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ
وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ (۱)

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے قطعی اسباب یعنی اخلاص و اعمال،
اور تیری مغفرت کے پختہ وسائل طلب کرتے ہیں، اور ہر گناہ سے
سلامتی اور ہر نیکی کی دولت مانگتے ہیں، اور جنت تک رسائی اور جہنم کی
آگ سے نجات کی درخواست کرتے ہیں۔

۱۱۶۹ - مستدرک حاکم ہی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس
آیا اور اس نے دو یا تین بار کہا، ہائے میرے گناہ ہائے میرے گناہ، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے
فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ
مِنْ عَمَلِيْ

اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور تیری
رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ لولگانے کے قابل ہے۔

اس شخص نے جب یہ کلمات کہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عَدُّ“ دوبارہ کہو تو اس نے

دوبارہ کہا، پھر آپ نے فرمایا: ”عَدُّ“ پھر کہو تو اس نے تیسری بار کہا تو آپ نے فرمایا: ”قُمْ فَقَدْ

غَفَرَ اللهُ لَكَ“ اٹھ جا اللہ نے تجھے بخش دیا ہے۔ (۲)

(۱) مستدرک حاکم ۵۴۳ وقال الحاكم: حديث صحيح الاسناد

(۱) مستدرک حاکم ۵۴۳ وقال الحاكم: صحيح شرط مسلم

۱۱۷۰ - مستدرک حاکم ہی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ مَلَكَاً مُّوَكَّلًا بِمَنْ يَقُولُ : يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ، فَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا ، قَالَ لَهُ الْمَلَكُ ، إِنَّ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ أَقْبَلَ عَلَيْكَ ، فَسَلِّ

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ان لوگوں کے لئے مکلف و مامور بنایا گیا ہے جو ”یا ارحم الراحمین“ (اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) کہتا ہے، جو اے تین بار کہتا ہے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے، ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے جو مانگنا ہے مانگ لے۔ (۱)

(باب -۱)

آداب دعا

یاد رکھیں کہ تمام فقہاء و محدثین اور جماعت سلف و خلف کے جمہور علماء کا اختیار کردہ مذہب ہے کہ دعا کرنا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ. (غافر: ۶۰)

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہونچوں تمہاری پکار کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً“ (اعراف: ۵۵)

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

اور اس سے متعلق صحیح احادیث شہرت سے زیادہ مشہور اور ذکر کئے جانے سے بالاتر ہیں، قریب ہی دعاؤں کے بیان میں اس کا اتنا حصہ میں نے ذکر کر دیا ہے کہ حصول مقصد کے لئے وہی کافی ہے، وباللہ التوفیق۔

امام ابو القاسم القشیری رحمہ اللہ اپنی کتاب ”رسالہ“ میں فرماتے ہیں: ”لوگوں کا اختلاف ہے کہ دعا کرنا افضل ہے یا خاموش رہنا اور راضی برضا الہی رہنا؟ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ دعا کرنا عبادت ہے، جیسا کہ (حدیث نمبر: ۱۱۲۷ پر) مذکور ہے ”الدعاء ہی العبادۃ“ دعا عبادت ہے، اور اس لئے بھی کہ دعا کے ذریعہ اللہ سے اپنی محتاجی کا اظہار ہے۔ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ اجراء احکام کے ساتھ خاموش رہنا اور بچا رہنا کمال وصف ہے، اور تقدیر الہی اور اس کے فیصلہ سے راضی و خاموش رہنا افضل واولیٰ ہے۔ ایک جماعت کی رائے یہ بھی ہے کہ انسان زبان سے دعا کرے اور دل سے تقدیر الہی پر راضی رہے تاکہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں۔ (۱)

امام قشیری آگے فرماتے ہیں: ہمارے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ احوال و اوقات مختلف ہوا کرتے ہیں، بعض حالتوں میں دعا کرنا سکوت سے افضل ہے، اور یہ ادب ہے، اور بعض احوال میں سکوت دعا سے افضل ہے اور یہ بھی ادب ہے، وقت اور حالات کے مطابق اسے جانا جاسکتا ہے، اگر دل کے اندر دعا کا داعیہ ہو تو دعا کرنا افضل ہے، اور اگر خاموشی کا داعیہ اور سکوت میں رغبت ہو تو خاموش رہنا افضل ہے۔

نیز امام قشیری فرماتے ہیں:

”یہ کہنا صحیح ہے کہ جس میں مسلمانوں کا حصہ یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ہو تو دعا کرنا افضل

ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے اور اگر اس میں اس کے نفس کا حصہ ہے تو سکوت افضل ہے۔ (۱)

شرط: اس کی شرط ہے کہ کھانا پینا حلال ہو۔ سکی بن معاذ الرازی فرماتے ہیں: میں کیسے تجھے پکاروں (دعا کروں) جبکہ میں گنہگار ہوں اور کیوں کر نہ پکاروں (نہ دعا کروں) جبکہ آپ کریم ہیں۔

آداب: دعا کے آداب میں سے حضور قلب ہے اور اس کی دلیل انشاء اللہ آگے آئے گی (رسالہ تشریحی ۲۲۳/۳)

بعض علماء فرماتے ہیں: دعا کا مقصد اور اس کی مراد فقر و احتیاج کا اظہار ہے، ورنہ اللہ جو چاہتا کرتا ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب الاحیاء (۳۰۴/۱) میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا دس ہیں:

(۱) اوقات شریفہ کے انتظار میں رہنا، جیسے یوم عرفہ، ماہ رمضان، جمعہ کا دن، دو تہائی شب کا آخری حصہ، وقت سحر۔

(۲) اوقات شریفہ کو غنیمت جاننا، مثلاً سجدہ کی حالت، لشکروں سے مڈ بھڑ کے وقت، نزول بارش کے وقت، نماز کی اقامت کے وقت، نماز کے بعد، اور میں کہتا ہوں: برکت قلب کے وقت بھی۔

(۳) قبلہ کا استقبال کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا اور اختتام پر دونوں ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا۔

(۴) خاموشی اور بلندی کے درمیان آواز کو پست کرنا۔

(۵) قافیہ بندی کا تکلف نہ کرنا اور اس کی تفسیر دعا میں حد سے تجاوز نہ کرنے سے کی گئی ہے۔

افضل یہ ہے کہ ماٹور دعاؤں پر اکتفا کرے کیونکہ حد سے تجاوز کرنے میں احتیاط اس کی ادائیگی ہر کوئی اچھی طرح نہیں کر پاتا، اس لئے حد سے تجاوز کرنے کا خطرہ ہے،

بعض حضرات کا قول ہے کہ ذلت و افتقار کی زبان میں دعا کرے، نہ کہ فصاحت و بلاغت والی زبان میں، کہا گیا ہے کہ علماء اور قطب و ابدال اپنی دعاؤں میں سات کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے، اور اس کی شہادت قرآن کی اس آیت سے بھی ملتی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کے اخیر میں کیا ہے یعنی ”رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا“ الخ اخیر تک (البقرہ ۲۸۶) نیز اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مقام پر اپنے بندوں کی دعاؤں سے متعلق اس سے زیادہ کی اطلاع نہیں دی ہے۔ میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کا وہ قول بھی اسی طرح ہے جو سورہ ابراہیم میں مذکور ہے یعنی ”اذْ قَالِ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بِلَدًا اٰمِنًا“ الخ اخیر تک (ابراہیم: ۳۵) اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کرے اس شہر کو امن والا“ میں کہتا ہوں: جمہور علماء کا اختیار کردہ اور رائج مذہب یہ ہے کہ اس کی کوئی ممانعت نہیں اور سات سے زیادہ کرنا مکروہ نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ دعا کرنا مطلق افضل اور مستحب ہے۔

(۶) گریہ و زاری، خشوع و خضوع اور خوف ورجاء سے متصف ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا يُسٰٓرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ، وَيَدْعُوْنَآرْعٰبًا وَرَهْبًا
وَكَانُوْۤا لَنَا خٰشِعِيْنَ . (الانبیاء: ۹۰)

وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً“ (پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور
چپکے چپکے۔

(۷) پورے یقین اور دعا کی قبولیت کے مکمل اعتماد کے ساتھ ساتھ دعا کرے، اور دل سے

اس کی تصدیق کرے، اس کے دلائل بیشمار اور مشہور ہیں، حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”اپنے بارے میں جو کچھ جانتے ہو اس کی وجہ سے تم میں سے کوئی دعا سے باز نہ رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سب سے بدترین مخلوق ابلیس کی بھی دعا قبول کی ہے جب اس نے کہا تھا: اَنْظُرْ اِلٰی يَوْمٍ يَّعْتُوْنُ قَالَ : اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ“ (اعراف: ۱۳) مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں، فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی۔

(۸) پوری کوشش اور مکمل توجہ اور انہماک کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کرنا، اور ہر دعا کو تین بار دہرانا، اور اس کی مقبولیت میں تذبذب و تردد کا شکار نہ ہونا۔

(۹) دعا کی ابتداء اللہ کے ذکر سے کرنا، میں کہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام پڑھنا اور اس پر دعا کو ختم کرنا۔

(۱۰) دسویں بات سب سے اہم اور قبولیت کے لئے اصل الاصول ہے یعنی توبہ کرنا صاحب حق کو اس کا حق ادا کر دینا، اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا۔

(فصل)

دعا کے فوائد:

امام غزالی ”الاحیاء“ (۳۲۸/۱) میں فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ دعا سے کیا فائدہ جبکہ تقدیر کو رد نہیں کیا جاسکتا؟ تو جان لیں کہ تقدیر میں سے ایک بلاؤں کو دعاؤں کے ذریعہ ٹالنا اور اسے رد کرنا بھی ہے یعنی دعا و بلا و اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے جس طرح کہ کمان تیرا اور نیزوں کو پھینکنے کا ذریعہ، اور پانی زمین سے پودوں کے اگنے کا ذریعہ ہے، تو جس طرح کمان تیر کو پھینکنے کی کوشش کے نتیجے میں ایک نکل کر باہر جاتا ہے، اسی طرح دعا اور بلاؤں میں ہیں۔ اور تقدیر کو تسلیم کر نیکی

شرط یہ نہیں کہ ہتھیار اٹھایا ہی نہ جائے (بلکہ اس کے برعکس) اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں :
 ”وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ“ (النساء: ۱۰۲) اور ساتھ لیے لیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار۔“ اور اس
 میں وہ فوائد بھی ہیں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا یعنی حضور قلب اور افتقار، اور یہ دونوں عبادت کی
 معراج اور کمال معرفت ہیں، واللہ اعلم۔

(باب-۲)

نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنا:

۱۱۷ - صحیح بخاری و مسلم میں غار والوں کی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

اِنطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ الْمَيْتُ إِلَى
 غَارٍ فَدَخَلُوهُ فَأَنْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمْ
 الْغَارَ ، فَقَالُوا : إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ
 تَدْعُوا اللَّهَ تَعَالَى بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ ، قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ : اَللّٰهُمَّ
 اِنَّهُ كَانَ لِيْ اَبُوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ ، وَكُنْتُ لَا اُغْبِقُ قَبْلَهُمَا
 اَهْلَاوًا وَلَا مَالًا “

تم سے پہلے کے لوگوں میں (امت سابقہ میں) تین شخص روانہ سفر پر
 ہوئے، یہاں تک کہ شب گزاری کے لئے انہیں ایک غار کا ٹھکانا لینا
 پڑا وہ تینوں اس میں داخل ہو گئے تو پہاڑ کا ایک چٹان کھسک کر گر پڑا
 جس سے غار کا دہانہ ان پر بند ہو گیا، ان لوگوں نے آپس میں کہا اس
 چٹان سے صرف یہی نجات دے سکتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک

عمل کے تو سب سے دعا کرو، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے ضعیف والدین تھے، میں ان سے پہلے اپنے اہل وعیال اور مال و اسباب کو سیراب نہیں کرتا تھا، (دودھ نہیں پلاتا تھا) پھر پوری طویل حدیث ذکر کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے نیک عمل کے حوالہ سے دعا کرتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ اِبْتِغَاءً وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ

اے اللہ اگر میں نے ایسا تیری رضا جوئی کے خاطر کیا تو جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تو اسے دور فرما دے۔

تو ہر ایک کی دعا پر اس کا دھواں کھل گیا، پھر وہ لوگ نکلے اور چل پڑے۔ (۱)

علماء شوافع میں سے قاضی حسین وغیرہ نے نماز استسقاء میں اسی جیسی بات کہی ہے کہ جو کسی سختی و مشکلات میں مبتلا ہو اسے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہئے، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس کے اندر کھوٹ ظاہر کیا ہے کہ اس کے اندر کسی حد تک اللہ تعالیٰ کے مطلق افتخار و احتیاج کا ترک لازم آتا ہے، جبکہ افتخار و احتیاج ہی دعا کا مطلوب و مقصود ہے۔

مگر نبی کریم ﷺ نے یہ ان حضرات کی تعریف و توصیف اور مدح سرائی میں بیان کیا ہے، لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے عمل کی توثیق کی ہے، اور ان کے مذکورہ طریقے کو درست و صحیح قرار دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

فصل - سلف صالحین سے منقول بعض دعائیں:

سلف صالحین سے منقول دعاؤں میں سب سے عمدہ وہ ہیں جو امام اوزاعی رحمہ اللہ سے منقول ہیں، وہ فرماتے ہیں:

لوگ نماز استسقاء (طلب بارش کی نماز) کے لئے نکلے تو بلال بن سعد کھڑے ہوئے، حمد و ثنائیاں کیا، پھر فرمایا: موجود لوگو کیا تم گناہوں کا اقرار نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا بے شک کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ”مَاعَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (التوبہ: ۹۱) نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ“۔ اور یقیناً ہم گناہوں کا اقرار کر چکے ہیں، تو کیا تیری مغفرت ہم جیسوں ہی کے لئے نہیں ہے؟ اے اللہ تو ہمیں بخش دے ہم پر رحم فرما، اور ہمیں سیراب کر دے، پھر اپنا دونوں ہاتھ اٹھایا، اور لوگوں نے بھی اٹھایا، پھر (بارش ہوئی) اور لوگ سیراب ہوئے اور اسی مفہوم میں شاعر کا شعر ہے:

إِنَّا الْمُذْنِبُ الْخَطَاءُ وَالْعَفْوُ وَاسِعٌ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ ذَنْبٌ مَا وَقَعَ الْعَفْوُ
میں بہت زیادہ خطا کرنے والا گنہگار ہوں اور (اللہ کا) عفو و درگزر بہت وسیع ہے اگر گناہ نہ ہوتا تو عفو و درگزر نہیں ہوتا۔

(باب-۳)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا اور چہرہ پر پھیرنا

۱۱۷۲ - سنن ترمذی میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي

الدُّعَاءِ لَمْ يَحْطُهَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ (۱)

(۱) سنن ترمذی ۳۲۸۶، امام ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ الرام میں اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب دعاء میں ہاتھ اٹھاتے تو اس وقت تک نہ گراتے جب تک کہ اسے اپنے روئے مبارک پھیر نہ لیتے۔

۱۱۷۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اسی جیسی حدیث نقل کی ہے۔ (۱) حافظ عبدالحق رحمہ اللہ کا قول کہ امام ترمذی نے پہلی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے غلط ہے، کیونکہ ترمذی کے متعدد نسخوں میں امام ترمذی کا قول: حدیث صحیح نہیں، بلکہ حدیث غریب مذکور ہے۔

(باب-۴)

ایک دعاء کو بار بار دہرانا:

۱۱۷۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْجِبُهُ أَنْ
يَدْعُو ثَلَاثًا وَيَسْتَغْفِرُ ثَلَاثًا“ (۲)

رسول اللہ ﷺ کو دعاء کا تین بار دہرانا اور تین بار استغفار کرنا پسند تھا۔

(باب-۵)

دعاء میں حضور قلب کی تلقین

جیسا کہ شروع کتاب میں (حدیث نمبر ۲۱۲) ذکر کیا گیا کہ دعاء کا مقصود حضور قلب ہی ہے، اس کے دلائل بے شمار اور اس کا علم واضح اور ذکر کئے جانے سے مستغنی ہے، پھر بھی ہم اس جگہ صرف ایک حدیث سے برکت حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔

۱۱۷۵ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا :

(۲) سنن ابی داؤد ۱۵۲۳، اسنادہ حسن

(۱) ابوداؤد ۱۴۷۵، یہ حدیث ضعیف ہے۔

ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٌ غَافِلٌ لَاهٍ (۱)

اللہ سے تم اس حال میں دعا کرو کہ اس کی قبولیت کا تمہیں پورا یقین ہو، اور جان لو کہ اللہ غافل و بے پرواہ دل کی دعا کو قبول نہیں فرماتے۔

(فصل -) پیٹھ پیچھے دعا کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“ (الحشر: ۱۰)

اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہیں اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو داخل ہوئے ہم سے پہلے ایمان میں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اسْتَغْفِرْ لِلذَّنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ (محمد: ۱۹)

اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ
الْحِسَابُ“ (ابراہیم: ۴۱)

اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
 رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ (نوح: ۲۸)

اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر
 میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوودارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلِكُ ،
 وَلَكَ بِمِثْلٍ (۱)

جب بھی کوئی مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لئے غائبانہ اس کے پیچھے
 دعا کرتا ہے تو ایک خاص فرشتہ کہتا ہے، اور تیرے لئے بھی اسی طرح
 ہے۔

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابوودارؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ،
 عِنْدَ رَأْسِهِ مَلِكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ ، قَالَ
 الْمَلِكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ ، آمِينَ ، وَلَكَ بِمِثْلٍ (۲)

اپنے بھائی کے لئے مسلمان شخص کی دعا اس کے پیٹھ پیچھے قبول کی جاتی
 ہے، اس کے سر کے پاس ایک مکلف و مامور فرشتہ ہوتا ہے، وہ جب بھی
 اپنے بھائی کے لئے خیر کی دعا کرتا ہے تو وہ مامور فرشتہ اس پر آمین کہتا

ہے اور کہتا ہے: تیرے لئے بھی اسی طرح ہے۔

۱۱۷۷ - ابوداؤد ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَسْرِعُ الدُّعَاءِ إِبَابَةً دَعْوَةً غَائِبٍ لِّغَائِبٍ (۱)

سب سے جلد قبول ہونے والی دعا کسی غائب کی کسی غائب کے لئے ہے۔

(باب-۶)

حسن سلوک کرنے والوں کے لئے دعا اور اس کا طریقہ:

اس باب سے متعلق بہت سی باتیں ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، اور اس میں سب

سے عمدہ بات یہ ہے :

۱۱۷۸ - سنن ترمذی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفًا فَقَالَ لِفَاعِلِهِ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَقَدْ

أَبْلَغَ فِي النِّسَاءِ (۲)

جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے، اور وہ بھلائی کرنے والے سے

”جزاک اللہ خیراً“ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے، کہہ دے تو گویا اس

نے شکر یہ کا حق ادا کر دیا۔

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۳۵، سنن ترمذی ۱۹۸۰ و قال الترمذی، حدیث ضعیف

(۲) سنن ترمذی ۲۰۳۵، و قال الترمذی حسن صحیح یہ حدیث پہلے نمبر ۸۹۲ پر گزر چکی ہے۔

۱۱۷۹ - حفظ لسان کے باب میں (نمبر ۱۰۸۲) صحیح حدیث کا ذکر آچکا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافْتُمُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا
مَاتُكَا فُتُو مِنْهُ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنْتُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ (۱)
جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسے بدلہ دو، اگر تم ایسی چیز نہ پاؤ جس
کے ذریعہ بدلہ دے سکو تو اس کے لئے دعا کرتے رہو تا آنکہ تمہیں
یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا دیا ہے۔

(باب-۷)

اپنی برتری کے باوجود دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا:

اس باب کی احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں، اور ان کی صحت پر تمام
محدثین کا اتفاق ہے، اور اس میں سب سے زیادہ قابل استدلال یہ حدیث ہے :
۱۱۸۰ - ابو داؤد و ترمذی میں حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ
سے عمرہ کی اجازت چاہی تو آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور اشاد فرمایا :
لَا تَسْأَلُنَا يَا أَخِي مِنْ دُعَائِكَ“ میرے بھیا دعا میں ہمیں مت بھولنا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں آپ نے ایسی بات کہی کہ اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے
اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس بات سے ہوئی، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :
”أَشْرُ كُنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ“ میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔

(۱) سنن ابی داؤد ۱۶۷۲، نسائی، ۲۵۶۷، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، و صوحدت صحیح

(باب-۸)

اپنے اوپر یا کسی عزیز پر بددعا کرنے کی ممانعت:

۱۱۸۱- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا
تَدْعُوا عَلَى خَدَمِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُؤَافِقُوا مِنْ
اللَّهِ سَاعَةً يُنِيلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ مِنْكُمْ (۱)

مت بددعا کرو اپنی جان پر اور مت بددعا کرو اپنی اولاد پر اور مت
بددعا کرو اپنے خادموں پر اور مت بددعا کرو اپنے اموال پر، کہ مبادا
تم یا اللہ کی اس ساعت کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں (اور
مطلوب عطا کیا جاتا ہے) کہ تمہاری کہی ہوئی دعائیں قبول کر لی
جائیں گی۔

امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کے اخیر میں نقل کیا ہے، اور اس کے الفاظ اس طرح

ہیں

لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا
عَلَى خَدَمِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، وَلَا تُؤَافِقُوا مِنْ اللَّهِ
سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ (۲)

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۳۲

(۲) صحیح مسلم ۳۰۰۹

میت بدعا کرو اپنی جان پر، میت بدعا کرو اپنی اولاد پر، میت بدعا کرو اپنے مال پر، کہ مبادا پالو اللہ تعالیٰ کی اس گھڑی کو جس کے اندر انعامات کئے جاتے ہیں کہ تمہاری بات اللہ قبول کر لیگا۔

(باب-۹)

دعا مسلم کے قبول ہونے کی دلیل:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ: ۱۸۶)

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں قریب ہوں، قبول کرتا ہوں مانگنے والی کی دعا جب مجھ سے دعا مانگے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

”ادعونی استجب لکم“ (غافر: ۶۰) مجھ کو پکارو کہ یہو نچوں تمہاری پکار کو۔

۱۱۸۲ - سنن ترمذی میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٍ يَدْعُو اللَّهَ تَعَالَى بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةٍ رَحِمَ“

نہیں دعا کرتا روئے زمین پر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کسی طرح کی دعا مگر اللہ اسے ضرور عطا فرما دیتے ہیں، یا اس کی اتنی ہی تکلیف دور کر دیتے ہیں، اگر وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

تو حاضرین کی جماعت میں ایک شخص نے کہا ”اِذَا نُسَخِرُ“ تب تو ہم خوب دعا کریں

گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ اکثر“ تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر وہیں گے۔ (۱)
۱۱۸۱ - امام حاکم نے ”المستدرک علی الصحیحین“ میں اسے حضرت ابوسعید خدریؓ سے
ایت لیا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے :

”أَوْ يَذْخِرُ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَهَا“

یعنی اتنا ہی اجر اس کے لئے ذخیرہ آخرت بنادیتے ہیں۔ (۲)

۱۱۸۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ فَيَقُولُ : قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ

يُسْتَجَبْ لِي“ (۳)

تم میں سے کسی کی بھی دعا قبول کی جاتی ہے، بشرطیکہ جلد بازی نہ
کرے، کہہ کہ میں نے دعا تو کیا مگر قبول نہ ہوئی۔

کتاب الاستغفار

(استغفار کا بیان)

یہ حصہ اہم ابواب میں سے ایک اور حد درجہ قابل اعتناء و توجہ ہے، جس پر ہر کسی کو عمل کرنا
اور اس کی پابندی کرنا چاہئے۔ میں نے بطور فال نیک اسے مؤخر کیا تھا اور اب اخیر میں اسے
ذکر کر رہا ہوں کہ اللہ ہمارا خاتمہ بھی اسی پر کرے، خاتمہ بالآخر اور ہر طرح کی بھلائی کا اپنے لئے،
دوست احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

(۱) سنن ترمذی ۳۵۳۵، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) المستدرک علی الصحیحین ۳۹۳۱

(۳) بخاری ۶۳۳۰، مسلم ۲۷۳۵

وَاسْتَغْفِرِ لِدُنْيِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ “ (غافر: ۵۵)
اور بخشہ اپنا گناہ، اور پاکِ بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَاسْتَغْفِرِ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ “ (عمر: ۱۹)
اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا“ (النار: ۱۰۶)
اور بخشش مانگ اللہ سے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ، وَاللَّهُ
بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ، الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ، الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَائِمِينَ
وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالسَّحَارِ “ (آل عمران: ۱۵-۱۷)

پرہیز گاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں، جن کے
نیچے جاری ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اور عورتیں ہیں ستھری،
اور رضامندی اللہ کی، اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے، وہ جو کہتے ہیں
اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں، سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے
اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنے والے ہیں، اور خرچ
کرنے، اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ . (انفال: ۳۳)

وہ اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا ان پر جب کہ تو رہتا ان میں ، اور اللہ ہرگز
عذاب نہ کریگا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔

نیز باری تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ،
فَاسْتَغْفَرُوا لِدُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الدُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ، وَيُصِرُّوا
عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ“ (آل عمران: ۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ گناہ یا برا کام کریں ، اپنے حق میں توبہ یاد
کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی ، اور کون ہے گناہ بخشنے
والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءً أَوْ يَظْلِمِ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ
غَفُورًا رَحِيمًا“ (التبار: ۱۱۰)

اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوائے تو پائے اللہ کو
بخشنے والا مہربان۔

نیز باری تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ“ (ہود: ۳)

اور یہ کہ گناہ بخشو اور اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا“ (نوح: ۱۰)

تو میں نے کہا گناہ بخشو! اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ“ (ہود: ۵۲)

اور اے قوم گناہ بخشو! اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسی کی طرف۔

استغفار کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو مشہور و معروف ہیں، جن بعض آیتوں کو میں

نے ذکر کیا تنبیہ و تذکیر کے لئے یہی کافی ہیں۔ اور وہ احادیث جو استغفار کے بارے میں

وارہوئی ہیں، بے شمار و ناقابل ہیں، ان کا شمار ممکن نہیں، البتہ بعض احادیث کی طرف ہم اس جگہ

اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۱۸۴ - صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت اغر المرثیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّهُ لَيَغَانُ عَلَى قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ“

اور میرے دل پر بھی (غفلت کا) پردہ پڑ جاتا ہے، اور (اسی وجہ سے)

میں دن میں سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں،

یعنی دینی و مصروفیات اور امت کے مصالح میں مشغول رہنے کی وجہ سے میرے اندر

بھی غفلت پیدا ہو جاتی ہے، اور اسی وجہ سے میں اس قدر استغفار کرتا ہوں۔ (۱)

۱۱۸۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو کہتے سنا:

وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْیَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ
سَبْعِیْنِ مَرَّةً (۱)

اللہ کی قسم میں ہر روز ستر سے زیادہ بار اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ۱۱۸۶-

(اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ، وَاَنَا
عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا سَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
صَنَعْتَ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلٰی وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ ،
فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ)

مَنْ قَالَهَا بِالنَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِهِ قَبْلَ انْ
یَمْسٰی فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّیْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ
بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یَّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ (۲)

”اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے
ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، جتنا مجھ سے ہوسکا میں تیرے
وعدہ اور عہد پر قائم ہوں، میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں،
مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں، اور اپنے گناہوں کا بھی
اترار و اعتراف کرتا ہوں، اس لئے تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور
کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔“ جس نے پورے یقین کے ساتھ
دن میں اسے کہہ لیا اور اس دن شام ہونے سے پہلے اس کی وفات ہو گئی

(۱) بخاری ۶۳۰۷

(۲) بخاری ۶۳۰۶، اس کا ذکر پہلے نمبر ۲۱۱، پہ بھی آیا ہے

تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا، اور جس نے پورے یقین کے ساتھ رات میں اسے کہہ لیا، اور اسی شب صبح ہونے سے پہلے اس کی وفات ہوگئی تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔

۱۱۸۷ - سنن ابی داؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایک مجلس میں سو بار کہتے ہوئے شمار کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (۱)

۱۱۸۸ - سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مُخْرَجًا وَمِنْ

كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا ، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۲)

جس شخص نے کثرت سے استغفار کرنے کی پابندی و التزام کر لیا، اللہ

اس کو ہر تنگی سے رہائی، اور ہر غم اندوہ سے کشائش فرمادیں گے، اور جہاں

سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا وہاں سے اسے روزی عطا فرمائیں گے۔

۱۱۸۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا :

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُدْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ

بِقَوْمٍ يُدْنِبُونَ فَلْيَسْتَغْفِرُوا اللَّهَ تَعَالَى فَيَغْفِرَ لَهُمْ (۳)

(۱) ابوداؤد ۱۵۱۶، ترمذی ۳۳۳۳، ابن ماجہ ۳۸۱۳، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) سنن ابی داؤد ۱۵۱۸، ابن ماجہ ۳۸۱۹، فی اسنادہ جہلہ

(۳) صحیح مسلم ۳۷۳۹

قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں دنیا سے اٹھالے اور تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو پیدا کرے جو گناہ کریں پھر مغفرت طلب کریں، اور اللہ ان کے گناہ معاف کرے۔

۱۱۹۰ - سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین تین بار دعا کرنا اور تین تین بار استغفار کرنا پسند تھا۔ (۱)

۱۱۹۱ - ابو داؤد و ترمذی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَا أَصْرَ مَنْ اسْتَغْفَرَ، وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً (۲)

جس نے توبہ و استغفار کیا، وہ گناہ پراڑا نہیں رہا، اگر چہ دن میں ستر بار اس سے گناہ پھر اس نے استغفار کا اعادہ ہو۔

۱۱۹۲ - سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا بَنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي

وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا إِلَيَّ، يَا بَنَ آدَمَ

لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ

لَكَ، يَا بَنَ آدَمَ لَوْ

(۱) ابو داؤد و ۱۵۲۳، اسناد حسن، اس کا ذکر بھی نمبر ۱۱۲۳ پر آچکا ہے۔

(۲) ابو داؤد و ۱۵۱۴، ترمذی ۳۵۵۹، یہ حدیث ضعیف ہے، وقال الترمذی: ليس اسنادہ بالقوی

اَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ اَتَيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا
لَا تَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً“ (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے اولاد آدم بے شک تو جب تک مجھ سے دعا
مانگتا رہے گا اور مغفرت کی لو لگائے رہے گا میں تجھے معاف کرتا رہوں
گا، تیرے کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں، اور بالکل پرواہ نہیں کروں گا، اے
اولاد آدم، اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی کو پہنچ جائیں، پھر تو مجھ
سے مغفرت طلب کرے تو میں تیرے گناہ بخش دوں گا، اے اولاد آدم
اگر تو زمین بھر بھی گناہ میرے پاس لیکر آئے، پھر تو میرے سامنے اس
حالت میں پیش ہو کہ تو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں بھی اتنا ہی
مغفرت تیرے لئے ضرور لاؤں گا۔

(امام نووی فرماتے ہیں: ”عنان“ عین کے زبر کے ساتھ ہے بمعنی بادل، اور یہ عنانہ کی
جمع اور عَنّ عَنّا سے ماخوذ و مشتق ہے عَنّ بمعنی سامنے ظاہر ہونا پیش آنا یعنی آسمان کی طرف نظر اٹھا
نے سے جو ظاہر ہو، عنان کی نسبت جب آسمان کی طرف کی جائے تو اس سے مراد بلندی ہوتا ہے
یعنی آسمان کی بلندی ”قُرَابِ الْاَرْضِ“ قاف کے زیر اور پیش دونوں طرح سے منقول ہے، مگر
پیش کے ساتھ قراب کا معنی بھی یہی ہے، جو زبر کے ساتھ ہے صاحب مطالع نے یہی ذکر کیا ہے۔
۱۱۹۳ - سنن ابن ماجہ میں بسند جید حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا“ (۲)

(۱) سنن ترمذی ۳۵۴۰، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ابن ماجہ ۳۸۱۸

خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے نامہ اعمال میں خوب خوب
استغفار پائیں۔

۱۱۹۳ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَالَ: حَسْبُكَ اللَّهُ (صدق دل سے) کہا:

”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ

إِلَيْهِ“ غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الرَّحْفِ. (۱)

میں بخشش چاہتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ

ہمیشہ زندہ رہنے والا اور (زمین و آسمان کو) قائم رکھنے والا ہے اور اسی

کے سامنے توبہ کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اگرچہ وہ

میدان جہاد ہی سے کیوں نہ بھاگا ہو۔

امام حاکم فرماتے ہیں: (المستدرک ۱/۵۱۱) یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پہ صحیح ہے،

ابو داؤد و ترمذی نے اسے بلال بن یسار بن زید عن ابیہ عن جدہ یعنی زید سے روایت کیا ہے، جبکہ

حاکم نے اس کی تخریج ابن مسعود سے کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ باب وسیع تر ہے مگر اختصار ہی افادیت سے قریب ہے، اس لئے میں

اتنے ہی پراکتفا کرتا ہوں۔

(فصل -) لفظ ”استغفر اللہ“ کہنے کا حکم :

استغفار ہی سے متعلق ایک عمدہ بات وہ ہے جو ربیع بن خثیمؓ سے منقول ہے، وہ فرماتے

ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص ”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ“ (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور

توبہ کرتا ہوں) نہ کہے، کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ اس کا یہ قول جھوٹ اور گناہ ہو جائے، بلکہ ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ“ (اے اللہ تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما) استغفار کے لئے ان کا ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ“ کہنا اچھی بات ہے، البتہ ”اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ“ کو کمرہ قرار دینے اور اسے جھوٹ سے متصف کرنے پر ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے کیونکہ ”اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ“ کا مفہوم ہے ”ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں“ اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں، اور ان کے قول کی تردید کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیان کردہ حدیث کافی ہے جو پہلے (حدیث نمبر ۱۹۹۴) ذکر کی گئی۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ گناہ سے دست کشی کے بغیر استغفار اور بخشش کی چاہت جھوٹوں کی توبہ ہے، اور اسی طرح کی بات حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے کہ ہمارا استغفار بذات خود بکثرت استغفار کا محتاج ہے۔ بعض اعراب (عرب بدوؤں) سے منقول ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہتے تھے کہ اے اللہ گناہوں پر ڈٹے رہنے کے باوجود ہمارا استغفار اور بخشش کی درخواست کرنا بدبختی ہے اور آپ کی عفو و درگزر کی وسعت کے علم کے باوجود استغفار کا ترک کرنا ہماری عاجزی اور کاہلی ہے اے وہ ذات کہ جب وعدہ کرے تو پورا کرے، اور جب وارننگ دے تو عفو و درگزر فرمائے، میرے جرم عظیم کو اپنے عفو عظیم کے اندر داخل فرما دے، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

(باب-۱)

صبح سے رات تک پورے دن خاموش رہنے کی ممانعت:

۱۱۹۵ - سنن ابی داؤد میں بسند حسن حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷻ کی زبان سے یہ کلمات محفوظ کئے ہیں:

لَا يَتِمُّ بَعْدَ الْإِحْتِلَامِ وَلَا صُحُوتِ يَوْمٍ إِلَى لَيْلَةٍ . (۱)

بلوغ کے بعد تہمتی نہیں، اور پورے دن رات تک خاموشی جائز نہیں۔

امام خطابی اپنی کتاب ”معالم السنن“ کے اندر اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں: عہد جاہلیت کے لوگوں کی ایک عبادت خاموشی کا روزہ تھا، ان میں سے کوئی رات دن کا اعتکاف کرتا اور اس میں وہ بالکل خاموش رہتا زبان سے کچھ نہیں بولتا، چنانچہ اسلام میں اس کی ممانعت کر دی گئی اور خیر کی باتیں کرنے کا حکم دیا گیا۔ (۲)

۱۱۹۶ - صحیح بخاری میں حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جن کا نام زینب تھا، انہیں دیکھا کہ وہ کچھ نہیں بول رہی، تو آپ نے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے کہ یہ کچھ بولتی ہی نہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ رہنے کی نیت کر رکھی ہے (چپ کا روزہ رکھ رکھا ہے) تو حضرت ابو بکرؓ نے اس عورت سے کہا بات کرو کیوں کہ اس طرح کی نیت کر کے خاموش رہنا حلال نہیں، یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے تو وہ بولنے لگی۔ (۳)

(فصل -) وہ احادیث جو مدار اسلام ہیں:

یہ وہ آخری بات ہے جسے اس کتاب میں بیان کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا، اب میرا ارادہ ہے کہ بعض ان احادیث کو بھی اس کتاب میں شامل کر لوں جس سے اس کتاب کے محاسن

(۱) سنن ابی داؤد ۳۷۲۸، اس کی سند ضعیف ہے، مگر شاہد کی وجہ سے یہ حسن ہے

(۲) دیکھیں: معالم السنن للطاہی ۳۹۴/۳

(۳) صحیح بخاری ۳۸۳۳

میں انشاء اللہ چارچاند لگ جائیگا، یہ وہ احادیث ہیں جن پر دین اسلام کا مدار و اساس ہے۔ اس سے متعلق علماء کا حد درجہ اختلاف ہے (کہ وہ کون کونسی احادیث ہیں جسے مدار اسلام قرار دیا جاسکتا ہے) میں نے ان میں سے جن احادیث کا انتخاب کیا ہے، اس کی تعداد میں ہے۔

۱۱۹۷ - پہلی حدیث : حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے ”اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“

والی حدیث ہے جس کا ذکر شروع کتاب میں (حدیث نمبر ۲ پر) آچکا ہے۔ (۱)

۱۱۹۸ - دوسری حدیث : حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَخَذَكَ فِي أَمْرٍ نَاهَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (۲)

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جو اس میں

نہیں (جو اس کے منافی ہے) تو وہ مردود و ناقابل قبول ہے۔

۱۱۹۹ - تیسری حدیث : حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيْنَ وَيَسْتُهُمَا أُمُورٌ

مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ

الْحَرَامَ ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ

فِيهِ ، إِلَّا وَإِنْ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ، إِلَّا وَإِنْ حَمَى اللَّهُ تَعَالَى

(۱) صحیح بخاری ۵۴، بدو الوی سلم، ۱۹۰۷ء، فی الامارۃ

(۲) بخاری ۶۲۹۷، مسلم ۱۷۱۸

مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ
الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ
الْقَلْبُ“ (۱)

بے شک حلال واضح ہے، اور بیشک حرام واضح ہے (یعنی جس کی حلت و
حرمت پر کتاب و سنت یا اجماع امت کی تصریح و تخصیص موجودہ ہے)
اور ان دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور ہیں جس کا اکثر لوگوں کو
علم نہیں، تو جو مشتبہ امور سے بچا گیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو
بچائی، اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا تو وہ یقیناً حرام میں پڑا، جس طرح
کہ چرواہا جب باڑھ پر جانور چراتا ہے تو اندیشہ ہوتا کہ وہ اس میں منہ
مار لیگا، یا درکھو کہ ہر بادشاہ کا ایک محفوظ دائرہ و زون ہوتا ہے، اور اللہ
تعالیٰ کا محفوظ و ممنوع کردہ دائرہ اس کے محرمات ہیں، اور یاد رکھو کہ جسم
کے اندر ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر
اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، اور آگاہ ہو جاؤ کہ وہ
لوتھڑا قلب ہے۔

۱۲۰۰ - چوتھی حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول
صادق مصدوق ﷺ نے ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا :

إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ
يَوْمًا نَاطِقَةً، ثُمَّ يَكُونُ عِلْقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ

ذَٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسِلُ الْمَلَكَ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيَوْمَ يُرَابِعُ
كَلِمَاتٍ بِسَبَبِ رِزْقِهِ، وَاجِلِهِ وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٍّ أَمْ سَعِيدٍ
فَإِلَهِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ
فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ
أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ
الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا“ (۱)

تم میں سے ہر کسی کے تخلیقی مادہ کو بطن مادر میں محفوظ رکھا جاتا ہے
چالیس دنوں تک نطفہ (منی) پھر وہ علقہ (خون کا لوتھڑا) ہوتا ہے اسی
طرح (چالیس دنوں تک) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہوتا ہے اسی
طرح (چالیس دنوں تک) پھر فرشتے کو بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کے اندر
روح پھونکتا ہے، اور اس فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، روزی،
موت اور عمل کے لکھنے کا اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے کوئی
جنتیوں والا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان
صرف ایک گز کا فاصلہ ہی رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا اس پر سبقت لے جاتا
ہے، پھر وہ جہنمیوں والا ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل
ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی جہنمیوں والا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ
اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ ہی رہ جاتا ہے کہ

اس کی یہ تقدیر اور لکھا ہوا سبقت لے جاتا اور وہ جنتیوں والا ایسا عمل کر لیتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۲۰۱ - پانچویں حدیث: حضرت حسن بن علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلمات محفوظ کئے ہیں:

”دَعْ مَا بِيَدِكَ إِلَى مَا لَا يَبْرِيْكَ“

جو تمہیں شک و شبہ میں ڈالتا ہے اسے چھوڑ کر جو شکوک میں مبتلا نہ کرتا ہو اسے اختیار کر۔

(یعنی جس کی حلت مشکوک ہو اسے ترک کر دو اور اسی کو اختیار کرو جو غیر مشکوک ہو۔)

۱۲۰۲ - چھٹی حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْفَعِيهِ“ (۱)

کسی بھی شخص کے اسلام کی خوبیوں میں سے ہے اس کا لایعنی باتوں کو ترک کر دینا۔

۱۲۳۰ - ساتویں حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“ (۲)

تم میں سے کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے (مؤمن) بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۱) سنن ترمذی ۲۳۱۷، ابن ماجہ ۳۹۷۷، حدیث حسن

(۲) بخاری ۱۳، مسلم ۲۵

۱۲۰۴ - آٹھویں حدیث : حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا ، وَإِنَّ اللَّهَ
أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ ، فَقَالَ تَعَالَى : يَا أَيُّهَا
الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ (المؤمنون: ۵۱) وَقَالَ تَعَالَى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْ
مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرہ: ۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ
السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَارَبَّ يَارَبَّ
وَمَطْعُمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَغَدَى بِالْحَرَامِ فَأَنَّى
يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ حلال و پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے ،
اور بیشک اللہ نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے ،
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ
وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ یعنی اے رسولو کھاؤ سٹھری چیز
یں ، اور کام کرو بھلا جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں ، اور اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں : اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو ، پھر
آپ ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر پر ہے ، پراگندہ اور گرو
آلود ہے ، پھر اپنا ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہوا بلند کرتا ہے (اور دعا ،

کرتے ہوئے کہتا ہے) اے میرے رب اے میرے پالنہار، حالانکہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اور اس کی غذا حرام ہے تو پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جاسکتی ہے۔

۱۲۰۵ - نویں حدیث : موطا امام مالک میں مرسلہ اور دارقطنی وغیرہ میں مصلہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا ضرر ولا ضرار“ نہ نقصان اٹھائے نہ نقصان پہنچائے۔ (۱)
نوٹ: دارقطنی نے متعدد طرق سے اسے حضرت عائشہ، عبد اللہ عباس، ابوسعید خدری، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا، جمہور اہل علم نے اسے قبول کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے۔

۱۲۰۶ - دسویں حدیث : حضرت تمیم دارمیؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الدِّينُ النَّصِيحَةُ ، قُلْنَا لِمَنْ ؟ قَالَ : لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ
وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَاقِبَتِهِمْ“ (۲)

دین نصیحت کا نام ہے (یعنی نصیحت دین اسلام کی بنیاد و اساس ہے)
ہم نے عرض کیا، کس کے لئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب، اللہ کے رسول، ائمہ مسلمین، اور عام مسلمانوں کے لئے۔

نوٹ : اللہ کے ساتھ نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اور کتاب اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے کلام اللہ ہونے اور منزل من اللہ ہونے کا ایمان رکھے، اور محکم آیات پر عمل کرے اور تشابہات کو تسلیم کرے، اور رسول کے ساتھ یہ ہے کہ

(۱) موطا امام مالک ۲/۳۵۷، سنن دارقطنی ۳/۲۲۷، حدیث حسن

(۲) صحیح مسلم ۵۵

آپ کی تصدیق کرے، اور جو شریعت آپ ﷺ نے لایا ہے اس پر ایمان لائے، ائمہ مسلمین کے ساتھ یہ ہے کہ حق میں ان کی معاونت کرے، اور حق میں ان کی اتباع و اطاعت کرے اور عام مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ دین و دنیا کی بھلائی کے لئے انہیں وعظ و نصیحت کرے، انہیں اچھائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

۱۲۰۷ - گیارہویں حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا:

مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأَتُوا مِنْهُ مَا
اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الدِّينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ،
وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ (۱)

جس چیز سے میں نے تمہیں روکا ہے اس سے رک جانا اور جس چیز کا
حکم دیا ہے اسے حتی الامکان بجالاؤ کیونکہ تم سے پہلے والوں کو ان کی
طرف سے انبیاء پر سوالات کے بوجھار کرنے اور ان کا اپنے انبیاء
سے اختلاف کرنے نے ہلاک کیا ہے۔

۱۲۰۸ - بارہویں حدیث: حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص
نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول: مجھے آپ کسی ایسے عمل کی
نشاندگی فرمادیں کہ اگر میں وہ عمل کر لوں تو اللہ مجھے چاہنے لگیں اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں تو
آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا هَدَى الدُّنْيَا يَجُبِكَ اللَّهُ وَإِذَا هَدَى النَّاسُ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يَجُبُّكَ النَّاسُ

دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھے چاہنے لگیں گے، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے رغبت ہو جا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (۱)

۱۲۰۹ - تیرھوی حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا يَجِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا بِأَحَدِي ثَلَاثٍ ، الْغِيْبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ “ (۲)

کسی ایسے شخص کا خون جو (کلمہ شہادت پڑھتا ہو اور) گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں حلال نہیں، مگر صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے شادی شدہ زنا کار، جان کے بدلے جان، اور مسلمانوں کی جماعت ملت اسلامیہ سے الگ ہو کر دین کو چھوڑ دینے والا مرتد۔

۱۲۱۰ - چودھویں حدیث : حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا ، أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بَحَقَّ الْإِسْلَامُ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى “ (۳)

(۱) سنن ابن ماجہ ۴۱۰۲، حدیث حسن

(۲) بخاری ۶۸۷۸، مسلم ۱۶۷۶

(۳) بخاری ۲۵، مسلم ۲۲

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں تا آنکہ وہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے حق اسلام کے تقاضوں کے، اور ان کا حساب و کتاب اللہ کے سپرد ہے۔

نصوت : کلمہ شہادت اور نماز، روزہ، ودیگر فرائض کی ادائیگی کے بعد وہ دین اسلام میں داخل ہو کر بھائی بھائی بن جائیں گے، ان کی جان و مال مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ رہیگی، کوئی مسلمان ان پر حملہ آور نہیں ہوگا، البتہ اسلامی حدود اس پر جاری ہونگے، اور اگر انہوں نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا شریعت اسلامی میں قتل ہے تو اس کی وجہ سے انہیں قتل کیا جائیگا، مثلاً شادی کے بعد زنا کاری، یا ایمان لانے کے بعد ارتداد، یا کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔

ان کا حساب اللہ پر ہے کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت کے احکام کا نفاذ اور اس کا اجراء ظاہر کے مطابق ہوگا، البتہ باطن کے راز اور بھید کا علم اللہ کے پاس ہے، اگر اس کا باطن ظاہر کے خلاف ہے تو دنیا میں ظاہر پر فیصلہ کیا جائے گا، مگر آخرت میں اس کا حساب و کتاب اس کے باطن کے مطابق ہوگا، جس کا علم اللہ کو بخوبی ہے۔

۱۲۱۱ - پندرہویں حدیث: حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُئِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَقَامُ الصَّلَاةَ، وَآتَاؤُ الزَّكَاةَ، وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ“ (۱)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پہ رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا۔

۱۲۱۲ - سولہویں حدیث : حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَوْ نَعَطَى النَّاسُ بَدْعُواهُمْ لَأَدْعَى رِجَالُ أَمْوَالٍ قَوْمٍ وَدِمَائِهِمْ ، لَكِنَّ الْيُسْنَةَ عَلَى الْمُدْعَى وَالْيَمِينَ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ (۱)

اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق دے دیا جائے (یعنی محض دعویٰ ہی سن کر فیصلہ کر دیا جائے) تو لوگ قوم کے مال و اسباب اور جان و خون کا دعویٰ کر بیٹھیں مگر مدعی پر ثبوت (پیش کرنا لازم) ہے اور منکر (مدعی علیہ) پر قسم ہے (اگر مدعی ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لیکر فیصلہ کیا جائیگا)

۱۲۱۳ - سترہویں حدیث : حضرت واصلہ بن سعیدؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کرتے ہوئے فرمایا :

جِئْتُ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ ؟ قَالَ نَعَمْ : فَقَالَ اسْتَغْفِرْ قَلْبَكَ ، الْبِرُّ مَا أَطْمَأَنَّتَ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَأَطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتُوكَ (۲)

تم نیکی اور برائی (گناہ) کے بارے میں دریافت کرنے آئے ہو؟
 وابصہ نے جواب دیا: جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دل سے
 پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر دل مطمئن اور نفس پرسکون ہو اور برائی وہ ہے
 جو دل میں کھٹکے اور سینے میں خلجان پیدا کرے خواہ ایک آدمی یا کئی لوگ
 تمہیں فتویٰ دیں اور جواز بتائیں۔

۱۲۱۴ - صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سَعَانؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے
 فرمایا:

الْبِرُّ حَسَنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ
 أَنْ يُطْلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. (۱)

نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی (گناہ) وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور
 تمہیں ناگوار ہو کہ لوگ اسے جان جائیں۔

۱۲۱۵ - اٹھارہویں حدیث: حضرت شہاد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ
 آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قُتِلْتُمْ فَاحْسِنُوا
 الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذُبِحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ وَلْيُحْدِثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ
 وَلْيُزَيِّحْ ذَبِيحَتَهُ“ (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں حسن سلوک اور بہتری کو لازم کیا ہے، اس
 لئے اگر تم قتل کرو (قصاص وغیرہ میں) تو اچھی طرح سے قتل کرو اور اگر

(جانور وغیرہ) ذبح و قربانی کرو تو بہتر طریقہ پر کرو، اور تمہیں چاہئے کہ چھری تیز کر لو اور ذبح کئے جانے والے جانور کو راحت پہنچاؤ۔

۱۲۱۶ - بیسویں حدیث : حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ،
وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ ، وَمَنْ
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (۱)

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ خیر و نیکی کی بات کرے یا خاموش رہے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے ، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ مہمان کی تعظیم کرے۔

۱۲۱۷ - بیسویں حدیث : حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ ہدایات دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا : ”لَا تَغْضَبْ“ غصہ مت کرو پھر آپ ”لَا تَغْضَبْ“ غصہ مت کرو کو بار بار دہراتے رہے۔ (۲)

۱۲۱۸ - اکیسویں حدیث : حضرت ابو ثعلبہ حنیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيُّوْهَا ، وَحَدَّ
حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا ، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهَكُوْهَا وَسَكَنَ
عَنْ أَشْيَاءٍ رَّحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نَسِيَانٍ فَلَا تَبْخَثُوا عَنْهَا . (۳)

(۱) بخاری ۶۰۱۸، مسلم ۶۷

(۲) بخاری ۶۱۱۶

(۳) سنن دارقطنی ۱۸۴۳۳، واسنادہ حسن

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں تو انہیں ضائع مت کرو، اور کچھ حدود متعین کئے ہیں تو اس سے تجاوز مت کرو، اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی بے حرمتی مت کرو (یعنی اس کا ارتکاب مت کرو) اور تم پر رحمت و شفقت کرتے ہوئے نہ کہ بھول کر کچھ چیزوں سے سکوت اختیار کیا ہے، لہذا اس کے پیچھے مت پڑو (اس کے کھوج میں نہ لگو)

۱۲۱۹ - بایسیوس حدیث : حضرت معاویہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسِّرُهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ تَعَبُدُ اللَّهَ، لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ : إِلَّا أَدْلَكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جَنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَلَا : تَجَاوَى جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى يَبْلُغَ يَوْمَئِذٍ (الصحہ: ۱۶) ثُمَّ قَالَ : أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذُرْوَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكٍ ذَلِكَ كُلُّهُ؟ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ ثُمَّ قَالَ : كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ

اللّٰهِ ، وَإِنَّا لَمُؤْخَذُونَ بِمَا نَكَلُمُ بِهِ ؟ فَقَالَ : نَكَلْتُكَ
أَمْلَكَ وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى
مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ السِّنْتِهِمْ ؟ (۱)

تم نے بہت بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا، اور اللہ تعالیٰ جس پر
آسان کروے اس کے لئے بہت آسان ہے، تم اللہ کی عبادت اس
طرح کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا
کرو، رمضان کا روزہ رکھو، حج بیت اللہ کرو، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں
تمہیں خیر کے ابواب کی رہنمائی نہ کر دوں؟ روزہ ڈھال ہے، اور
صدقہ گناہوں کو اسی طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا
ہے اور انسان کا اخیر شب میں نماز پڑھنا، پھر آپ نے اس آیت کی
تلاوت کی تَتَجَا فَيُجْنِبُهُمُ عَنِ الْمَضَاجِعِ سَعَى بَعْمَلُونَ
تک ”(جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے
ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے، اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے
ہیں، سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا رکھا ہے، ان کے واسطے آنکھوں کی
ٹھنڈک، بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے) پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں
ان تمام باتوں کی بنیاد اس کا ستون اور اس کی چوٹی کی بلندی کے
بارے میں نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا بیشک ضرور، اے اللہ کے
رسول، تو آپ نے فرمایا: بنیادی چیز اسلام ہے، اور اس کا ستون نماز
ہے، اور اس کی چوٹی کی بلندی جہاد ہے، پھر فرمایا: کیا ان سبھوں کا

سرمایہ اور اصل مقصود کی بات نہ بتادوں؟ میں نے کہا بیشک ضرور اے اللہ کے رسول، تو آپ نے زبان کو پکڑا اور فرمایا اسے قابو میں رکھو، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی، ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تیری ماں تجھے کھوئے کیا لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ یا یہ کہا کہ ناک کے بل زبان کی کھیتی کے علاوہ بھی کوئی چیز ڈالے گی؟

۱۲۲۰ - چوبیسویں حدیث : حضرت ابو ذر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

إَتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (۲)

جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کے پیچھے نیکی کرو، یہ نیکی اس برائی کو مٹا دیگی اور حسن اخلاق سے لوگوں سے ملو۔

۱۲۲۱ - چوبیسویں حدیث : حضرت عرابض بن ساریہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حد درجہ بلیغ وعظ و نصیحت فرمایا جس سے ہمارے دل خوف سے دہل گئے اور آنکھیں نم ہو گئیں، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ تو رخصت ہونے والوں جیسی نصیحت ہے، اس لئے آپ ہمیں کچھ ہدایات و وصیت فرمادیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا :

أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَن يَعِشُ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا

(۲) سنن ترمذی ۱۹۸۷، وقال الترمذی حدیث حسن، بعض معتمدینوں میں حسن صحیح ہے

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِينَ ،
تَمَسَّكُوا بِهَا ، وَعُضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ
الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ . (۱)

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کا اور صحیح و طاعت کا اگرچہ تمہارے اوپر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ حاکم ہو جائے، کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہے گا (بعد کے زمانہ میں) وہ حد درجہ اختلافات دیکھے گا، تو تمہارے اوپر لازم ہے میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت تم اسے تمام لو اور خوب مضبوطی سے پکڑ لو اور خبردار کہ دین میں کسی نئی پیدا کردہ بات میں پڑو کیونکہ دین میں (خلاف شرع) ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۱۲۲۲ - چھ بیسویں حدیث: اصحاب بدرین میں سے حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأُولَى " إِذَا لَمْ تَسْتَحِ
فَأَصْنَعْ مَا شِئْتَ " (۲)

سابقہ نبوتوں کے کلام میں سے جسے لوگوں نے پایا ہے، یہ کلام ہے "اگر
شرم و حیا نہیں تو جو چاہو کرو"

۱۲۲۳ - چھ بیسویں حدیث: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۶۹۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۷، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

(۲) صحیح بخاری: ۵۷۶۸

أَرَأَيْتَ ، إِذَا صَلَّيْتَ الْمَكْتُوبَاتِ ، وَصُمْتَ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتَ
الْحَلَالَ وَحَرَّمْتَ الْحَرَامَ ، وَلَمْ اِزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا اَدْخُلُ
الْجَنَّةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ (۱)

آپ کیا کہتے ہیں؟ اگر میں فرض نماز پڑھتا رہوں، رمضان کا روزہ
رکھوں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں، اور اس سے زیادہ کچھ نہ
کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، تو آپ ﷺ نے جواب
دیا ہاں۔

۱۲۴۳ - ستائیسویں حدیث: حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفیؒ سے مروی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات
مجھے بتائیں کہ آپ کے علاوہ کسی اور سے مجھے اس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تو
آپ ﷺ نے فرمایا:

قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (۲)

آمنت باللہ (میں نے اللہ پر ایمان لایا) کہو اور اس پر جمے رہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آپ ﷺ کے جامع کلمات اور ہمہ گیر تعبیرات میں سے
ایک ہے اور یہ باری تعالیٰ کے اس کلام کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَكَاۤفُ۞رٌ ۚ ثُمَّ اسْتَغَاۤمُوا۟ ۖ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(الاحقاف: ۱۳)

(۱) صحیح مسلم ۵ سوال کرنے والے صحابی نعمان بن قتلؓ تھے

(۲) صحیح مسلم ۳۸، مسلم کی روایت کے الفاظ میں قل آمنت باللہ فاستقم

بے شک جنہوں نے کہا، رب ہمارا اللہ ہے، پھر ثابت قدم رہے تو نہ
ڈرے نہ ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جمہور علماء کی رائے ہے کہ اس آیت قرآنی اور اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ پر ایمان
لائے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا التزام کرے۔

۱۲۲۵ - اٹھائیسویں حدیث: حضرت عمر بن الخطابؓ کی بیان کردہ مشہور حدیث ہے جس میں
حضرت جبریل علیہ السلام کا ایمان، اسلام، احسان، اور قیامت کے بارے میں سوال مذکور ہے، (۲)

(۲) دیکھیں صحیح مسلم ۸، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان

۱۲۲۶ - اٹھائیسویں حدیث: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں
ایک روز نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا غُلَامُ إِنِّي أَعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللَّهَ

يَحْفَظَكَ ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ

اللَّهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ

لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ

إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ

يَضُرُّوكَ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ“ (۱)

اے لڑکے میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دے رہا ہوں، تو اللہ کو یاد کر اللہ

تجھے یاد رکھے گا، تو اللہ کو یاد کر اسے اپنے سامنے پائیگا، اگر تجھے سوال

کرنا ہے تو صرف اللہ ہی سے سوال کر، اگر تجھے مدد مانگنا ہے تو اللہ ہی

سے مدد مانگ اور جان لے کہ ساری قوم اگر تمہیں کچھ نفع پہونچانے کے لئے یکجا ہو جائے تو اس کے سوا وہ کچھ نفع نہیں پہونچا سکتی جسے اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری قوم تمہیں کچھ نقصان پہونچانے کے لئے یکجا ہو جائے تو اس کے سوا کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتی جسے اللہ نے تیری لئے لکھ دیا ہے قلم اٹھالیا گیا، اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں، (یعنی تقدیر کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور وہ اٹل ہے، کسی کے چاہنے یا نہ چاہنے سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی)۔

ترمذی کے علاوہ کی روایتوں میں یہ اضافہ بھی ہے :

إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدَهُ أَمَامَكَ ، وَتَعْرِفِ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ
يَعْرِفُكَ فِي الشَّلَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ
لِيَصِيبِكَ ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ - وَفِي آخِرِهِ
- وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكُؤُوبِ ،
وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۱)

تو اللہ کو یاد رکھ اسے اپنے سامنے پائے گا، کشائش میں اللہ کے پاس اپنی پہچان بتا، سختی و تنگی میں وہ تمہیں پہچانے گا، اور یاد رکھ کہ اللہ جسے دور کر دے وہ تمہیں لاحق نہیں ہو سکتا، اور جو تمہیں لاحق ہو جائے، اسے کوئی دور نہیں کر سکتا، اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی ہے — اور جان لو کہ نصرت مبر کے ساتھ اور کشادگی مشقت و تکلیف کے ساتھ ہے، اور بے شک ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

(۱) اس کی تخریج عبد بن حید نے ”المختب“ ۶۳۶ میں منہ ضعیف کیا ہے۔

۱۲۲۷ - تیسویں حدیث: اسی آخری حدیث پہ اس کتاب کو میں ختم کرنا چاہ رہا ہوں، اس کی سند چونکہ ظریفانہ ہے اس لئے اسے بھی اس جگہ ذکر کر رہا ہوں، اور اللہ رب کریم سے دست بردار ہوں کہ وہ خاتمہ بالخیر فرمائے:

اخبرنا شيخنا الحافظ ابو البقاء خالد بن يوسف النابلسي ثم الدمشقي رحمه الله ، قال : اخبرنا ابو طالب عبدالله وابو منصور يونس ، وابو القاسم حسين بن هبة الله مصري ، وابو يعلى حمزة وابو الطاهر اسماعيل ، قالوا : اخبرنا الحافظ ابو القاسم علي بن ابراهيم بن العباس الحسيني خطيب دمشق ، قال : اخبرنا ابو عبد الله محمد بن علي بن يحيى بن سلوان ، قال : اخبرنا ابو القاسم الفضل بن جعفر ، قال : اخبرنا ابو بكر عبد الرحمن بن القاسم بن الفرج الهاشمي ، قال : اخبرنا ابو مسهر قال : اخبرنا سعيد بن عبدالعزيز عن ربيعة عن يزيد عن ابي ادريس الخولاني عن ابي ذر رضي الله عنه ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن جبريل عليه السلام ، عن الله تبارك وتعالى ، انه قال :

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے اور حضرت جبریل اللہ جل شانہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يَا عِبَادِي اِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا ، فَلَا تَظَالُمُوا يَا عِبَادِي اِنَّكُمْ الَذِينَ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا الَّذِي اَغْفِرُ الذُّنُوبَ وَلَا اَبَالِي فَاَسْتَغْفِرُوْنِي اَغْفِرْ لَكُمْ ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاَسْتَطْعَمُوْنِي اُطْعِمْكُمْ ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاَسْتَكْسُوْنِي اَكْسِكُمْ ، يَا عِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَجَنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبٍ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّمْ يَنْقُصْ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَجَنَّكُمْ

كَانُوا عَلَىٰ اتَّقَىٰ قَلْبٍ رَّجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ لَمْ يَزِدْ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا ، يَاعِبَادِي لَوْ
 أَنَّ أُولَئِكَمْ وَأَخْرُكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَحَنُكُم قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَالُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ
 إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مَا سَأَلَ لَمْ يَنْقُصْ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْبَحْرُ إِنْ يَتَمَسَّ
 الْمَخِيطُ فِيهِ غَمْسَةٌ وَاحِدَةٌ يَاعِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْفَظْهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ وَجَدَ
 خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ“

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے، اور تمہارے درمیان بھی اسے
 حرام قرار دیا ہے، لہذا آپس میں ایک دوسروں پر ظلم مت کرو، اے میرے بندو! تم وہی لوگ ہو جو
 شب و روز خطائیں کرتے ہیں، اور میں وہی ہوں جو گناہوں کو بخشا ہوں، اور میں اس کی پروا نہیں کرتا
 اس لئے تم مجھ سے بخشش چاہو، میں تمہیں بخش دوں گا، اے میرے بندے تم میں کا ہر کوئی بھوکا ہے سوائے
 ان لوگوں کے جنہیں میں نے کھلایا، پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا، میرے بندو! تم
 میں سے ہر کوئی ننگا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں میں نے کپڑا پہنایا، لہذا تم مجھ سے لباس مانگو
 میں تمہیں پہناؤں گا، اے میرے بندو! اگر تم میں کا پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کے سب
 کسی بدترین گنہگار دل والے جیسے ہوں تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگا، اے
 میرو! بندے، اگر تم میں کا پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کا سب کسی پرہیزگار دل والے
 جیسے ہوں تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تم میں کا
 پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کے سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مجھ سے سوال کریں اور
 میں ہر سائل کو اس کی طلب عطا کر دوں تو اس سے میری ملکیت میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی، سوائے
 اس قدر جتنا سمندر میں ایک بارسوئی ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں ہوتی ہے، اے میرے بندو! یہ
 تمہارے وہ اعمال ہیں، جنہیں میں تمہارے لئے محفوظ رکھتا ہوں، پس جو خیر پائے وہ اللہ عزوجل
 کا حمد و ثناء بیان کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے نفس ہی کی ملامت کرے۔

ابومسہر فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز فرماتے تھے، کہ ابوالدریس جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہ مسلم وغیرہ کی صحیح حدیث ہے اور اس کی سند کے رجال مجھ سے (امام نووی سے) لیکر حضرت ابوذر تک سب کے سب دمشق والے ہیں، اور خود حضرت ابوذر بھی دمشق آگئے تھے۔

اس حدیث کے اندر متعدد فوائد مجتمع ہیں ایک یہ کہ اس کی سند و متن بلندی کے اعلیٰ مقام پر ہے اور سند میں دمشق والوں کا تسلسل ہے، اللہ ان سے راضی ہو، اور ان میں برکت و رحمت عطا فرمائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے اندر دین کے اصول و فروع، اور لطائف قلوب وغیرہ کے متعدد عظیم الشان اصول و قواعد کا بیان ہے، واللہ اعلم له والحمد۔ امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل شام کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی حدیث قابل اعزاز نہیں۔

خاتمۃ الکتاب

اس کتاب میں جن باتوں کو ذکر کرنے کا ارادہ تھا یہ اس کی آخری کڑی ہے، اللہ رب کریم کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس کی توفیق سے اس کے اندر علوم دینیہ کے مختلف گوشوں، اہم امور، لطیف باریکیاں، نئے حقائق و مطالب آیات قرآنی کی بعض تفاسیر اور اس کی مرادیں، صحیح احادیث اور اس کے مقاصد کی وضاحت، علم اسانید کے نکات، فقہ کے دقائق قلوب کے معاملات وغیرہ عمدہ فوائد اس کے اندر جمع ہو گئے، اس پر اللہ ہی کا حمد و ثناء بیان کیا جاسکتا ہے اور اس کی بے شمار نعمتوں پر اسی کی تعریف اور اسی کا شکر بجالایا جاسکتا ہے، اسی کا احسان ہے کہ اس نے اس کی رہنمائی فرمایا، اور اسے جمع کرنے کی توفیق دی اور اسے میرے لئے آسان بنایا اور ہر لمحہ میری اعانت فرماتا رہا، اور اس کے اتمام کی منزل تک پہنچا کر مجھ پر احسان فرمایا: تمام تر شکر و امتنان اسی کے لئے ہے اور ہر طرح کا فضل و احسان اور بخشش و عطاء اسی کی طرف سے ہے، اور اسی کے

لئے حمد و ثنا ہے۔

مجھے اللہ کی ذات اور اس کے فضل و عنایات سے امید ہے کہ کسی نیک و صالح کی دعا سے ہمیں فائدہ پہونچے گا، اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور اس کے اندر مذکور بعض امور خیر سے طالب خیر مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا، اور اپنے رب کی رضا جوئی کے عمل پر گامزن ہونے والوں کے لئے میرا یہ عمل ممد و معاون بنے گا۔

میں اپنی طرف سے، والدین کی طرف سے، تمام احباب و برادران اسلام کی طرف سے، اور جس نے بھی میرے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا اس کی طرف سے، اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اپنا دین، اپنی امانت، آخری عمل، اور اللہ کے ہم پر جس قدر انعامات ہیں، ان تمام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اور اس کی حفاظت و امانت میں دیتا ہوں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں، کہ وہ ہم سب کو رشد و ہدایت کے راستوں پر گامزن رکھے، اور زلف و عناد والوں کے چلن اور ان کے احوال سے ہماری حفاظت فرمائے، اور ہر عمل خیر پر دوام بخشے اور اس میں زیادتی فرمائے۔

اللہ سے گریہ گزار ہوں کہ وہ ہمیں ہر قول و فعل میں صحت و راست بازی کی توفیق عطا فرمائے اور اہل عقل و بصیرت کے نقش قدم پر چلائے، بلا و شبہ بڑا کرم کرنے والا، وسعت والا اور بڑا داتا ہے۔ ساری توفیق اللہ ہی سے ہے، اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اللہ ہی ہمارے لئے کافی اور وہی ہمارے لئے بہتر کار ساز ہے، ساری طاقت و قوت اور حرکت و سکون اللہ ہی سے ہے جو غلبہ و حکمت والا اور بلندی و عظمت والا ہے۔ اول و آخر، ظاہر و باطن، ہر طرح کی ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنا ہے۔

اور پاکیزہ، مکمل اور تمام تر درود و سلام ہو ہمارے آقائے نامدار محمد ﷺ پر جو مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اور ہمارا یہ صلاۃ و سلام ہو ان پر جب بھی یاد کرنے والے انہیں یاد کریں، اور

جب بھی ان کے ذکر سے غافل رہنے والے غافل رہیں، ہمارا صلاۃ و سلام ہو ان پر اور تمام انبیاء پر اور ان سکھوں کے آل و اولاد اور تمام صالحین پر۔

اس کتاب کا مؤلف : (ابوزکریا محی الدین یحیٰ بن شرف بن مُرّی بن حسین بن حسین بن حمد النووی) (اللہ اسے مغف کرے)، کہتا ہے کہ میں اس کی تالیف سے ماہِ محرم الحرام ۶۶۷ھ میں فارغ ہوا سوائے ان چند حروف و کلمات کے کہ جسے میں نے اس کے اندر بعد میں شامل کیا ہے، اور میں نے تمام مسلمانوں کو اس کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔

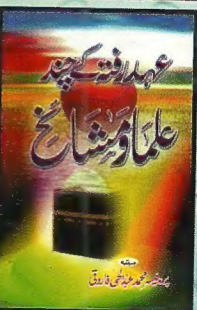
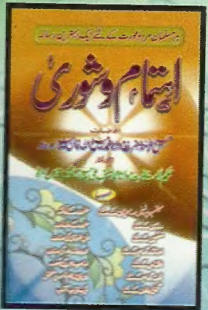
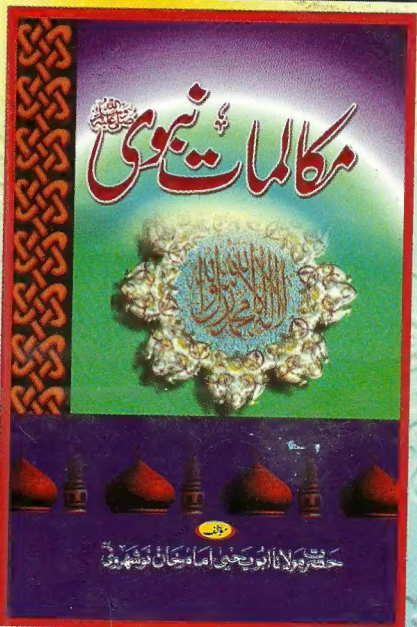
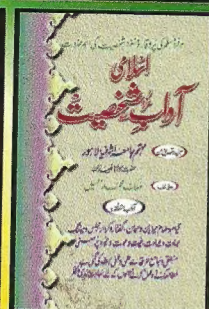
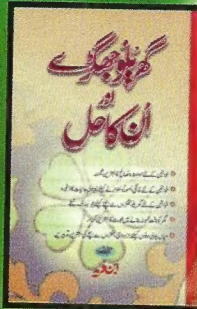
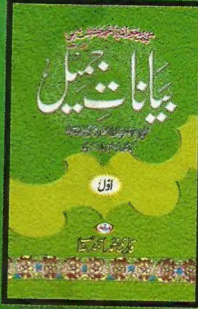
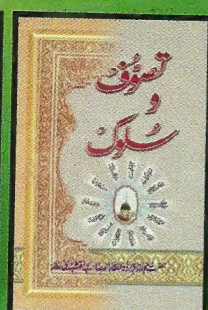
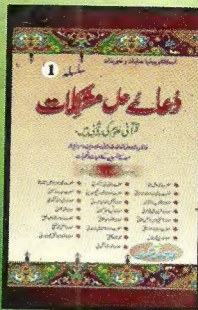
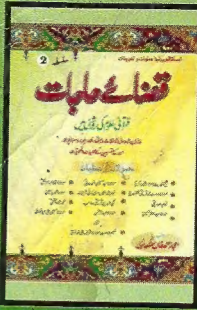
اللہ رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس کی توفیق و نصرت اور فضل و انعام کے سہارے آج بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲ جون ۲۰۰۱ء شب جمعہ کو بمقام ریاض اس کتاب کو اردو میں منتقل کر کے فارغ ہوا۔ اور بتاریخ ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء شب جمعہ کو اس کی تمیض و نظر ثانی کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ فیللہ الحمد اولاً و آخراً، وهو حسبنا و نعم الوکیل و صلی اللہ وسلم علی سیدنا و حبیبنا محمد سید المرسلین و الاولین و الآخِرین و علی آلہ و ازواجه و صحبہ و اتباعہ الابرار الصالحین اجمعین، آمین۔

العبد الفقیر الی عفورہ۔

نثار احمد بن محمد حصیر الدین القاسمی

استاذ : المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد

و استاذ جامعہ عائشہ نسوان حیدرآباد



Designed by Mehar Alam



فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

Rs. 150/-

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi - 2
 Phones : 23289786, 23289159 Fax : 23279998 Res.: 23262486
 E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in Websites : faridexport.com, faridbook.com